

انتساب

یہ سلسلہ نہایت فخر و مباہات کے ساتھ حسب

اجازت اعلیٰحضرت بندگانِ عالی متعالی ہز اگزالٹڈ

ہائنس آصف جاہ مظفر الممالک نظام الملک نظام الدولہ

نواب میر سر عثمان علی خاں بہادر

فتح جنگ جی سی ایس آئی، جی سی بی خلد اللہ ملکہ

وسلطنتہ و ادام اقبالہ کے نامِ نامی و اسمِ سامی

کے ساتھ منسوب و معنون کیا جاتا ہے



Qiran-us-Sadain
of Amir Khusro

ed. by

~~[illegible]~~

Aligarh Muslim University
Aligarh

c. 1927





مثنوی

قِرانُ السعدین

مختصر فہرستِ مضامین

تمہید

مثنوی قِرانُ السّعدین خسرو

نوشتہ

سید حسن برنی بی اے

ایں سخنِ چند کہ بخواست ست
شاعری نیست ہمہ راست ست

(از مثنوی قران السعدین)

متن

فہرست مضامین

تمہید

قِران السعدین

مضمون	صفحہ
کیقباد	۲۷
خسرو کی مثنویاں اس عہد کی تاریخ کا آئینہ ہیں	"
قران السعدین کی غزلیات تیسری خصوصیت کے تحت میں داخل ہیں	"
یہ غزلیات مجرد جذبات کے لباس میں تمام قصہ کو بیان کردیتی ہیں	۲۹
غزل پر لفظِ شاعری کا سب سے زیادہ اطلاق ہوسکتا ہے	۳۰
شاعری کے معیار پر قران السعدین کی غزلیات پوری اترتی ہیں	"
خسرو کی غزل سرائی خاص رنگ رکھتی ہے	"
قران السعدین کی غزلیات اس مثنوی میں ایک پرلطف تنوع پیدا کردیتی ہیں	۳۱
(د) چوتھی خصوصیت "جدت"	
خسرو کی طبیعت جدت پسند اور طرفہ آفرین تھی اور تقلید میں بھی حریتِ ذہنی کو برقرار رکھا گیا ہے	۳۱
مثنوی قران السعدین جدت کا نمونہ ہے	۳۲
جدتِ شاعری کا تعلق تخیل سے اور تخیل کی اہمیت	۳۳
خسرو کے تخیل کی کیفیت	"
تخیل کی مثال مغلوں کی ہجو سے	"
(ہ) پانچویں خصوصیت "تناسب"	
فنونِ لطیفہ میں تناسب کے معنی	۳۸
مثنوی میں تناسب قایم رکھنے کی دشواری	۳۹
قران السعدین اور تناسب	"
(۳) قران السعدین میں دہلی قدیم کے متعلق تاریخی معلومات	۴۰-۵۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ اللہ! آج سے چار برس پہلے جب کلیات امیر خسروؒ کی اشاعت کا خیال پیدا ہوا تو ملک میں ابھی تک وہ بزرگ موجود تھے جو ماضی کو سمجھتے اور اُسے حال و مستقبل سے روشناس کر سکتے تھے۔ حالی، شبلی اور اسمٰعیل اسی کاروانِ قدیم کے سالارِ راہ تھے۔ لیکن یہ قافلہ مرحلہ پیمائی کر چکا تھا، اور اُن کے نقوشِ قدم بہت جلد اُس منزل تک پہنچنے والے تھے جس سے آگے گم شدگانِ عدم کا سراغ نہیں لگتا۔ اُس زمانے میں مولانا حالی پیرانہ سالی سے معذور اور پابرکاب تھے۔ مولانا شبلی کا قلم ابھی تک ہاتھ سے نہ چھوٹا تھا، لیکن سیاحِ اجل کمیں لگائے بیٹھا تھا۔ مولانا اسمٰعیل بھی اپنے دوسرے معاصرین کی طرح آفتابِ لبِ بام تھے۔ لیکن کمرِ ہمت چست باندھکر منزلِ مقصود کی رہ پیمائی کے لیے آمادہ ہو گئے۔ گردشِ ارضی کے دو تین دور وہ اس وادی میں مرحلہ پیما ہے۔ جب کہ منزلِ مقصود کے دُھندلے نشان

مولٰنا کی زندگی ملک کے سامنے ایک قابلِ قدر نمونہ پیش کرتی ہے۔ وہ ۱۲ نومبر ۱۸۴۴ء کو میرٹھ کے ایک گاؤں میں جس کا "لاوڑ" نام تھا پیدا ہوئے تھے۔ ۱۶ برس کی عمر میں ہی فکرِ معاش دامنگیر ہو گئی۔ سررشتۂ تعلیم میں نہایت قلیل تنخواہ پر نوکری اختیار کی۔ لیکن خداداد قابلیت نے اپنے لیے راستہ نکال لیا۔ اواخر ۱۸۹۹ء میں جب انھوں نے پنشن لی تو وہ نارمل اسکول آگرہ میں ہیڈ مولوی تھے۔ اپنے قلم کی بدولت انھوں نے دنیا کی ثروت اور عزت حاصل کی۔ اُن کی کتبِ درسیہ جو اُردو مدارس میں عرصہ تک داخلِ نصاب رہیں لاکھوں کی تعداد میں نکلیں، اور اب تک رائج ہیں۔ گورنمنٹ نے اُن کے تعلیمی خدمات کے اعتراف میں "خاں صاحب" کا خطاب دیا جس سے زیادہ مناسب اُن کے لیے شمس العلما کا خطاب ہو سکتا تھا۔

وہ تعلیم کے خاص طور پر دِلدادہ تھے، اور "قلمے، قدمے، درمے" ہر طرح اپنی زندگی علم اور اشاعتِ تعلیم کے لیے وقف کر دی تھی۔ اُن کی یہ تعلیمی خدمت بھی خاص طور پر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ مسلمانانِ میرٹھ میں (جہاں اُنھوں نے سکونت اختیار کر لی تھی) تعلیمِ نسواں نے انھیں کی مساعیِ جمیلہ سے ترقی حاصل کی۔ سنہ ۱۹۱۰ء میں اُن کی تحریک سے مدارسِ نسواں کا افتتاح ہوا، جن کی نگرانی انھوں نے اپنے ذمے لی، اور اخیر تک نہایت تندہی سے اُسے انجام دیتے رہے۔ علاوہ ازیں وہ ہر قسم کی مفید عام تحریکوں میں حصہ لینے کی کوشش کرتے تھے۔

وابستگانِ سلسلۂ خسروی پر اُن کا بہت بڑا احسان ہے، اور اُن کی خدمات

دکھائی دینے لگے تھے اور اُمید کی شعاعیں کوشش کے راستہ کو منوّر کر رہی تھیں، یکایک داعیِ اجل نمودار ہوا اور مولٰنا لبیک کہکر اپنے ساتھیوں سے، جو کسی قدر پہلے روانہ ہو چکے تھے جا ملے ؎

مجلسِ یاراں پریشاں شد ز بادِ تندِ مرگ ؎ برگ ریزی گوئی اندر گلستاں آمدہ

سلسلۂ خسروی میں "حیات" کا قرعہ مولٰنا کے نام ڈالا گیا تھا، بعد میں مثنوی قران السّعدین بھی اُن کے سپرد ہوئی۔ اُن کی عمر کے آخری ڈھائی برس اسی علمی شغل میں گذرے۔ اِس مدّت میں قران السّعدین پر مکمّل تنقید لکھی، حیاتِ خسروی کے لیے بہت سا مواد جمع کیا اور سوانح عمری کے چند اجزا ترتیب دے لیے جن میں معز الدین کیقباد کے اخیر عہد (سنہ ۶۸۹ھ) تک خسرو کے حالات درج ہیں۔ افسوس قضا نے اتنی مہلت نہ دی کہ یہ عظیم الشان علمی منصوبہ مولٰنا کے ہاتھوں سرانجام پا جاتا۔ یکم نومبر سنہ ۱۹۱۷ء کو سہ پہر کے وقت پچھتّر برس کی عمر میں چند روزہ علالت کے بعد اُن کا انتقال ہو گیا۔

مولٰنا اسمٰعیل ہمارے لٹریچر کے اُن معدودے چند مربیوں میں سے ہیں جن کا نام شہرتِ عام حاصل کر چکا ہے، اور کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ وہ نثر و نظم دونوں میں ملک کے چند بہترین اہلِ قلم میں شمار ہوتے تھے۔ بچوں کے لیے اُن کا تصنیف کیا ہوا درسیات کا سلسلہ آج تک بے مثل مانا جاتا ہے، اور اُن کی اخلاقی اور نیچرل نظمیں قبولیتِ عامّہ حاصل کر چکی ہیں، اور گھر گھر پھیلی ہوئی ہیں۔

خاص تعریف کی۔ مرثیہ کا ایک بیت بہت پسند تھا جسے کئی کئی دفعہ پڑھکر سنایا ؎

"کشتگاں اُفتادہ در اطرافِ آں صحرای سبز   ہمچو صورتہا کہ در دیبائے اخضر بافتند"

ایک مرتبہ فرماتے تھے کہ "امیر کے کلام میں صنایع بدایع بہت ہیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ ان تکلفات سے دوسروں کی شاعری پر بُرا اثر پڑ جاتا ہی لیکن خسرو کے یہاں اکثر اسقدر بے تکلف اور بامزہ ہیں کہ اُن کی وجہ سے لطفِ شاعری بڑھ جاتا ہی" مثال کے طور پر قران السعدین سے یہ شعر پڑھا اور کئی دفعہ دُہرایا ؎

آب فُرات از تاج و قبا و کمر   تا بکمر تا بہ گلو تا بہ سر (صفحہ ۶۷)

قران السعدین کی تنقید جو مثنوی مذکور کے ساتھ اس وقت ناظرین کی خدمت میں پیش ہی مولنا اسمٰعیل مرحوم کی اخیر مکمل تصنیف ہی۔ اس کے لکھنے میں مولنا نے پوری جانکاہی سے کام لیا ہی۔ اُن کی تحریر سلیس اور خالص اُردو کا بہترین نمونہ ہوتی ہے۔ زبان شستہ اور خیالات سُلجھے ہوئے ہوتے ہیں۔ طول کلام سے وہ ہمیشہ بچتے ہیں لیکن اختصار کے ساتھ کہنے کے قابل جتنی باتیں ہوتی ہیں وہ سب بیان کر دیتے ہیں یہ سب خوبیاں اس تنقید میں موجود ہیں جو ناظرین کے سامنے ہی۔

اس تنقید کے بعد قران السعدین پر کسی مزید تبصرہ کی گنجایش نہیں ہی۔ البتہ اس مثنوی کے متعلق محض ضمناً چند متفرق امور بیان کیے جاتے ہیں جن سے یا تو تنقید کے بعض ضروری نکات کی توضیح و تنقیح مقصود ہی یا اس مثنوی کے بعض تاریخی پہلوؤں پر روشنی ڈالنا مرکوز ہی۔

پورے طور پر اعتراف خاص اور اظہار شکریہ کی مستحق ہیں۔ انھوں نے ابتداءً یہ علمی کام، فخر ملک و ملت اور شیدائے علم و فن نواب حاجی محمد اسحٰق خاں صاحب بہادر آنریری سکریٹری مدرسۃ العلوم کی فرمایش سے مخلصانہ تعلقات کی بنا پر قبول فرمایا تھا۔ آغاز کار کے بعد مولٰنا کو اس مشغلے سے ایسا عشق پیدا ہو گیا تھا کہ اخیر تک وہ اسی میں منہمک رہے۔

اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ فرمایشی کام (خواہ اُس کی کوئی نوعیت ہو) لوگوں پر بار ہوتا ہے لیکن مولٰنا کی حالت اس کے بالکل برعکس تھی۔ اُن کے شغف کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اکثر ایام علالت میں بھی وہ بستر پر لیٹے لیٹے کچھ نہ کچھ خسرو کا کام کرتے رہتے تھے۔ سلسلۂ خسروی میں اُنھوں نے اپنا تمام قیمتی وقت بغیر کسی قسم کا معاوضہ قبول کیے صرف کیا، اور جب یہ خیال کیا جاتا ہے کہ دُنیا میں بہت کم لوگ ایسا استغنا دکھا سکتے ہیں تو مولٰنا کا ایثار خاص طور پر ہمارے دل میں اُن کی وقعت پیدا کر دیتا ہے۔

راقم آثم کو کئی دفعہ "خسروؔ" کے سلسلے میں مولٰنا مرحوم کی خدمت میں حاضر ہونے کا اتفاق ہوا۔ اُن سے ملکر بھی روحانی خوشی ہوتی تھی، اور اُن کے بزرگانہ اخلاق و علم و فضل کا دل پر گہرا اثر پڑتا تھا۔ خسروؔ کے ساتھ تعلقِ خاطر بہت بڑھ گیا تھا۔ خسرو کا کلام نہایت ذوق و شوق کے ساتھ سناتے تھے۔ ایک مرتبہ فرماتے تھے "خسرو عجیب و غریب شخص تھے۔ سچ یہ ہے کہ اس سے پہلے ہم اُنھیں اتنا بڑا نہ جانتے تھے، لیکن اب جو تفصیل کے ساتھ اُن کے کلام کو دیکھنے کا موقع ملا تو معلوم ہوا کہ وہ کیا تھے"۔ ایک دفعہ وسط الحیوٰۃ سے "خان شہیدؒ" کے مرثیہ کے کچھ بند سنائے اور اس بے مثل ترجیع بند کی

فی الحقیقت محض اُس قسم کا اتباع ہے جو متقدمین کے مقابلہ میں متاخرین پر تاریخی حیثیت سے ہمیشہ عائد کیا جاتا ہے۔

اس بحث کو زیادہ پھیلانے کا موقع نہیں ہے۔ قران السعدین جو بڑی مثنویوں میں سب سے پہلی طبعزاد مثنوی ہے اور جو خمسے سے دس بارہ برس پہلے لکھی گئی تھی، اس وقت ہمارے سامنے موجود ہے۔ یہ مثنوی فارسی لٹریچر میں اپنا جواب نہیں رکھتی اور اپنے رنگ میں بالکل انوکھی کتاب ہے۔ اس مثنوی کے لیے خسرو کے سامنے کوئی نمونہ موجود نہ تھا، اور ہمارے علم میں خسرو کے بعد اس کا جواب نہیں لکھا گیا۔ اگر لکھا گیا ہو تو وہ ایسا ہے جسے کوئی نہیں جانتا۔

---

۵ منیر نے ایک چھوٹی سی مثنوی "در صفت بنگالہ" لکھی ہے جس میں وصف نگاری کا التزام کیا ہے جو بلاشبہ خسرو کا اتباع ہے، لیکن یہ مثنوی قران السعدین کے جواب میں نہیں لکھی گئی ہے، اور نہ بجز وصف نگاری کے خسرو کی مثنوی کے ساتھ اس میں کوئی مشابہت پائی جاتی ہے۔ مثلاً کشتی کی تعریف میں منیر نے بھی چند اشعار لکھے ہیں جو بغرض دلچسپی ناظرین درج ذیل کیے جاتے ہیں:

ز کشتی بل کمان دل نشینے ❊ بہر گوشہ دو دیدہ گر بینے ❊ مدام تیر او چون بی کند کار ❊ کہ بے پیکانش کس دیدہ نہ سوفار
کمانش گفتم و الحق بجا نفت ❊ بہ سیر فوج او زہ را گذاشت ❊ اگر سہراب شد در بیچمن ❊ نیارد این کمان تنها کشیدن
ندانست این کمان را این کمان ❊ ولی ہرگز نشد شاد و شکستہ ❊ کہ اندیشہ ازین امان بستہ ❊ کہ طوفان پا شکنی ایں کمان بست
بود چنگے کنار آب جایش ❊ ز فیض دود ہا سازد نوایش ❊ مگر زین چنگ یا گشتہ خوشحال ❊ کہ کف برکف زند ہر دم چو قوال
ازان مانند چنگ نغمہ پرواز ❊ کہ باشد باد و بادش دو دمساز ❊ شبیہ او ہمہ از چنگ جوئید ❊ ولیکن اہل ہندش نائے گوئید
بود پیر کہن سالیش نہ پیداست ❊ ز شوق آب جانش ہمچنانست ❊ عجائب از زبانش گشتہ پیدا ❊ بر ہم پیر دم بر باست شیدا
بر بن آن در و دیشش پسندی ❊ بچین گشادہ در تر شیدی ❊ کند باہم بحر آہنگ آشوب ❊ تراشد دست و پا و خویش از چوب
بیابد با سراغ آشنا بی ❊ تند ہر دم بدریا دست و پایش ❊ گہ از تیغ سیاب آب و قتاده ❊ نمانج و دیدہ دست یاد داده
دمادم علم دریا کرده تکرار ❊ معلم تختہ او شستہ صدبار ❊ پرستارش بغم چرخ نمی‌بسته ❊ بپژود ہر لحظہ سود اے ہر یسہ
نمیدانم چه جاریش دیده ❊ کہ آتش از شکم بیرون کشیده ❊ بود او را سبک رفتاری ما ❊ رود در رہ باہزاران پائے چوبیں
سبک پا لیست یار او کرانست ❊ ولی پایش بسنت پائے جانست ❊ ازان در دیا بود سرگرد گشتہ ❊ کہ دریا را گرفتہ در تہ چوب

(۲)

خسرو نے جس قدر مثنویاں لکھی ہیں ان کی دو جداگانہ قسمیں قرار دی جاسکتی ہیں اوّل وہ مثنویاں جو اتباعاً لکھی گئی ہیں۔ دوم وہ مثنویاں جو طبع زاد ہیں۔ پہلی قسم میں خمسہ کی پانچوں مثنویاں ہیں جن میں خمسۂ نظامی کا تتبع کیا ہے۔ دوسری قسم میں متعدد چھوٹی چھوٹی مثنویاں اور قران السعدین، عشیقہ، نہ سپہر، اور تغلقنامہ داخل ہیں۔

مثنوی نگاری میں خسرو نے جا بجا اپنے آپ کو نظامی کا متبع بتایا ہے۔ اس اتباع کی دو حیثیتیں ہیں جن میں فرق کرنا ضروری ہے۔ ایک اتباع وہ ہے جو خمسے میں کیا ہے۔ یعنی نظامی کی پانچوں مثنویوں کے جواب لکھے ہیں۔ دوسرا اتباع اس سے بالکل جدا ہے جو محض زمانی حیثیت سے اُن پر عاید ہوتا ہے۔ ارتقائے تمدن کے دوسرے شعبوں کی طرح لٹریچر کی تاریخ میں ہر پیچھے آنے والا پہلے آنے والوں کا پیرو ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے مثنوی میں خسرو نظامی کے ایسے ہی متبع ہیں جیسے نظامی فردوسی کے یا فردوسی دقیقی کے متبع تھے۔ اس اتباع سے خسرو کی "شخصیت" پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ مثنوی نگاری میں اُن کی ذاتی خصوصیات کافی طور پر نمایاں ہیں اور غور کرنے سے صاف نظر آجاتی ہیں اور اُن کی شاعری کو نظامی (یا کسی دوسرے مثنوی نگار) سے اسی طرح بیّن طور پر متمائز کر دیتی ہیں جس طرح نظامی کی خصوصیات اُن کی شاعری کو فردوسی یا سعدی سے جدا کرتی ہیں۔ یہ خصوصیات خسرو کی طبع زاد مثنویوں میں بدرجہ غایت غالب ہیں۔ اسی وجہ سے طبع زاد مثنویوں کے متعلق یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ یہاں پر ان کا اتباع

سلطان محمد (سلطان شہید) کے غزوات درج ہیں۔ غرۃ الکمال میں جلال الدین خلجی کی فتوحات کی تاریخ ہے۔

چھوٹی مثنویوں کو بھی اگر شمار کیا جائے تو عہد بلبنی سے لے کر خاندانِ تغلق کے آغاز تک تقریباً پچاس برس کی ہندوستان کی مسلسل تاریخ امیر خسرو کی مثنویوں سے مرتب ہو سکتی ہے جو سند اور اعتبار کے لحاظ سے اس عہد کے متعلق قطعاً بے مثل ہے۔ یہ مثنویاں اُنھیں ایام میں تصنیف ہوئی ہیں جب کہ وہ واقعات پیش آئے جو ان مثنویوں میں درج ہیں، اور بیشتر واقعات خود خسرو کی چشم دید ہیں، جن کے دربارِ دہلی سے ذاتی اور خاندانی تعلقات ابتدا ہی سے استقدر گہرے تھے۔

قران السعدین میں جو واقعات درج ہیں وہ تمامتر خسرو کے چشم دید ہیں۔ جس وقت کیقباد کا لشکر دہلی سے چلا ہے خسرو بھی اُس کے ہمراہ تھے اور باپ اور بیٹے کی ملاقات کے وقت بھی وہ موجود تھے۔

مولانا اسمٰعیل صاحب مرحوم نے بدایونی کی طرح خسرو کے ایک قصیدے سے کیقباد و ناصر الدین کی ملاقات کے وقت خسرو کی موجودگی کا قیاس کیا ہے۔ یہ قیاس بالکل صحیح ہے؛ اور اس کے متعلق خسرو کے دوسرے بیانات صراحت کے ساتھ موجود ہیں۔ دیوان غرۃ الکمال میں اپنے بھائی تاج الدین کے نام ایک خط ہے جس میں اُنھوں نے لشکرِ شاہی کے ساتھ دہلی سے روانہ ہونے اور اپنے اودھ پہنچنے کے مفصل حالات بیان کیے ہیں۔ اعجازِ خسروی میں ایک اور خط ہے جس میں کیقباد اور ناصر الدین محمود کی

ہم یہاں مختصر طور پر خسرو کی طبعزاد مثنویوں کی خصوصیات بیان کرنا چاہتے ہیں اور اسی بحث کے ضمن میں قران السعدین پر بالتخصیص نظر ڈالینگے۔ اس کو پڑھتے وقت یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ان خصوصیات میں سے بعض جُدا جُدا دوسرے شاعروں کے یہاں بھی پائی جاتی ہیں، لیکن ان کا اجتماع جس طرح خسرو کے یہاں ہوا ہے دوسری جگہ نہیں ہے۔

سب سے پہلی خصوصیت خسرو کی طبعزاد مثنویوں کی یہ ہے کہ تقریباً تمام تاریخی مثنویاں ہیں۔ ان مثنویوں کی بنیاد واقعات پر ہے۔ محض شاعرانہ خیال آفرینی پر نہیں ہے۔ عشیقہ حُسن و عشق کی ایک سچی اور درد ناک داستان ہے جس میں عہد علائی اور اس کے بعد کے مستند تاریخی حالات درج ہیں۔ نہ سپہر میں علاء الدین کے رنگیلے جانشین قطب الدین مبارک شاہ کی تخت نشینی کے بعد کے مفصل واقعات ہیں جو اُس عہد کی کسی دوسری تاریخ میں نہیں ملتے۔ تغلق نامہ میں خلجیوں کی بربادی اور تغلقوں کی سریر آرائی کی پوری داستان ہے۔ وسط الحیوٰۃ میں بلبن کے عہد کی مثنویاں ہیں جن میں طغرل پر فوج کشی اور بلبن کے بڑے بیٹے

(بقیہ نوٹ صفحہ ۷)

بلائے دو جہانے او سیاہ ال
نشستہ چوں دو سیاہ چشم غزال

قران السعدین میں صفت کشتی کے اشعار صفحہ ۱۲۳ تا صفحہ ۱۲۸ کو ان اشعار سے مقابلہ کرکے دیکھو زمین آسمان کا فرق نظر آئے گا۔ ...... ہندوستان میں کشتی سال کی لکڑی سے بنائی جاتی ہے۔ اس کو خسرو نے کس خوبی کے ساتھ بیان کیا ہے، ونخلکه اصل وے از سال خاست ✤ گشت کہ با وے بہ سال راست۔ اس کے مقابل نیر کا شعر ہے، بو دیر کہن سال تنش نیز یا بست ✤ ز شوق آب جانش ناشکیبا ست۔ اس شعر میں مصرع اولی اور مصرع ثانی میں کوئی خاص ربط تو نہیں آتا علاوہ ازیں سال کا لفظ بالکل بھرتی معلوم ہوتا ہے وہ لطافت و موزونیت کہاں جو خسرو کے شعر میں اس لفظ سے پیدا ہو گئی ہے جس کے لطف نے جامی کو مدت تک سرگرداں کیا تھا۔ اس کا ذکر آگے آتا ہے۔

آخر میں دردِ فراق کا اظہار اور عزیزوں دوستوں اور دار السلطنت کی یاد۔

لیک از غمِ دوریت چنانم — کز تن بلب آمدست جانم

تنہا منِ دل بغم نوازی — با یادِ تو در خیال بازی

دل سوختہ چون چراغ گشتہ — صد جاے درونہ داغ گشتہ

در سینہ و ہزار آہ و جانسوز — آہے و ہزار تیرِ دلدوز

دل رفتہ و تن بخاک ماندہ — جاں بر شرفِ ہلاک ماندہ

با آں کہ ازیں ولایتِ خوش — یارے دو سہ اند نغز و دلکش

از حالتِ من در آرزویت — عاشق شدہ ہمچو من بروئیت

با من بہوا نشستہ شب و روز — دل سوختہ را قناعت آموز

نے قاصدِ تو رسد بسویم — نے باد رساند از تو بویم

گو آں بوفا بہم نشستن — دل در طرب و نشاط بستن

گہ دادنِ درِّ نظم چون نوش — از درجِ دہن بحلقۂ گوش

گاہے بدیہۂ دل آویز — گفتن گہرے بخامۂ تیز

گاہے غزلے جواب گفتن — گاہے سخنِ شراب گفتن

گہ جام نشاط نوش کردن — گہ زمزمۂ تر بگوش کردن

گہ کردن گشت سوے بستار — گاہے بطوافِ حوضِ سلطار

ہر شب منم و دلے و دردے — غم را بدو چشم آبخوردے

ملاقات اور اس موقع کے متعلق اپنے ذاتی حالات لکھے ہیں۔ چونکہ ان دونوں خطوں کا قِران السّعدین سے براہِ راست تعلق ہی اور بعض جزئیات پر ان سے روشنی پڑتی ہی اس لیے ان دونوں خطوں سے ضروری مقامات نقل کیے جاتے ہیں۔

تاج الدین زاہد کے نام

(از غرۃ الکمال)

خوانند زمن خراب سینہ خسرو نہ کہ بندۂ کمینہ

می گوید و می نہد شغبناک چوں قطرۂ اشک سُر بخاک

کانروز کہ گشتم از برت دُور ق محروم شدم چو سایہ از نور

بر عزمِ سفر عناں کشادم خونابہ ز دیدگاں کشادم

با لشکرِ شاہ کوچ بر کوچ در گریہ ہمی شدم ہمہ کوچ

تا بعد دو ماہ از رہِ دور آمد باودھ سپاہِ منصور

سلطاں نظرے ملطف بکشاد واقطاعِ اودھ بخانِ ما داد

شد شہر اودھ حوالہ خاں شد دہرِ ابد نوالہ جان

با آں کہ نداشتم صبوری افتاد سکونتم ضروری

اس کے بعد شہر اودھ کی تعریف اور ملک امتیاز الدین علی بن ایبک (حاتم خاں) کی توجہات کا ذکر ہی۔

ہر دم نظرے بتربیت نو از چشم کرم بکارِ خسرو

چوں تنگ پذیر شد مقالت | ضنت بود آں زحسب حالت
یک بیت زگفتۂ نظامی | تضمیں کنم اندریں تمامی
کار الیش کرونی زحد بیش | رخسارۂ قصہ راکند ریش

یہ خط سہ شنبہ ۱۹ ررجب ۶۸۶ھ کا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لشکر شاہی دو مہینے کے سفر کے بعد اودھ پہنچا۔ جس وقت بادشاہ اپنے باپ سے مل کر دہلی کو واپس ہوا ہے، برسات کا موسم تھا، اودھ پہنچنے پر اغلباً اپنے بھائی کے نام ان کا یہ پہلا خط ہے۔ خسرو محبت و الفت کا مجسمہ تھے قدرت نے انھیں درد وسوز کی غیر معمولی مقدار عطا فرمائی تھی۔ عزیزوں اور وطن کی محبت نے انھیں زیادہ دن اودھ میں نہیں رہنے دیا اور اس خط کے لکھنے سے تین چار مہینے بعد ہی وہ اودھ سے روانہ ہو کر ذو القعدہ ۶۸۶ھ میں دہلی پہنچ گئے۔ اس کی تفصیل آگے آئیگی۔

بنام "خداوند و برادرم..... نجم الملۃ والدین"

(از اعجاز خسروی رسالہ ۶)

دوستدار یگانہ خسرو سلطانی۔ . . . . . . بر آں رائے انور . . . . . .
مصور می گرداند کہ . . . . . خداوند ملک ملوک الشرق و قطب ارکان المملک
اختیار الحق والدین . . . . . علی ایبک سلطانی . . . . . از اوج ارتفاع بچشم سعادت
در کار بندہ نا فرست ولیکن دل بندہ کہ از تنگی آفتاب فراق در ہوائے

شب روز کنم ز آه جانسوز   زین گونه بود شب مرا روز
یکشب من و دل چراغ در پیش   جانے بهزار داغ در پیش
بودیم بهم بگفت و گویت   محرم نه کسے جز آرزویت
گفتم که ازین اسیر بیداد   یاد آیدت یا نیایدت یاد
تا حال بدانیم که چونم   وز دیده چگونه غرقِ خونم
روشن کندت زبانِ خامه   حال من ازین فراق نامه
ماهِ رجب و شبِ سه شنبه   یک هفته حسابے رفته بر نه
تاریخ ز هجرت ار کنم یاد   بر ششصد و هفت بود و هشتاد
غدار شبے ز ابر تاریک   بارنده بقطرهائے باریک
مین برشگال وقت باران   خیمه زده ابر را سواران
بگشاده بناله رعد را کام   برده دهلِ خروش بر بام
می گفت ترانه ابر سرمست   بود آب برقص و برق می جست
باران بهوا بقطره سازی   قطره بزمین بکلفت بازی
گریه ز من و ز ابر هم یاد   بیرون و درون خانه نم باد
تا وقتِ سحر قلم در انگشت   در تاریکی همی زده مشت
چون نیست تکلفے بدردم   در نامه تکلفے نکردم
صنعت بسخن نکردم آغاز   تا قصه نماند از غرض باز

عرصات می گشتند۔

ناگاه ذاتِ منورِ شمس الدین و بیر نور الله الی یوم الدین چون آفتاب قیامت بر سرِ این ذره آمد طلعت الشمس کشمس الطلعه از گرمی آن مهر بر خود بسوختم و خونم از حرارتِ درونی بیرون جوشید۔ از احتراق طاقتِ آنم نشد که سوی او توانم دید۔ مع هذا چشم بجمالش تیز کردم۔ آب در چشمِ من بگشت۔

آب در چشم بگردد چو ببینی خورشید   خاصه خورشیدے کش خانه بود در دلِ چشم

دیدم که از عفونتِ هوای هندوستان آن چشم بر آبِ خود نمانده بود، بلکه آفتاب مرا بدید و از جای خود برفت۔ بحیلهٔ بسیار بجایش آوردم۔ بحکمِ نحوست از دورانِ روزگار در میان آورد که شیوهٔ آبای علوی و امهات سفلی است که ابنای جنس اخوانِ الصفا را چون بنات النعش از همدیگر متفرق و متغرب می دارد۔ قدرے از قدرِ اقتدارِ خویش بزبانِ حال لا بلسان المقال طلبے هر چه پوشیده تر کشف می کرد که درجه از آنچه بود عالی شده بود و از برآمدِ دولتِ خویش اَلشَّمْسُ لَا یَخْفٰی فِی کُلِّ مَکَانٍ گشته رفعه الله فی مشارقِ الارض و مغاربها۔ هر یک از اصحاب را یاد کرده علی العموم می کرد، علی الخصوص آن نجم ثاقب را۔

بگریه گفت که آمد بے ستاره بچشم

ستاره که مرا بود آن بچشم نیامد

دوستان فرزه ذره شده است۔ نه در آسمان ست نے در زمیں۔

..... معرو داں ضمیر مستنیر می گرداند کہ اندرانچہ سلطان مشرق ناصرالدین والدنیا... از مقام محمود چوں نیر اعظم بر عزم کشور کشائی تیغ زناں راہ قطع کردہ باقطاع اَوَدہ در رسید ہلالِ رامش در آبِ سرو چوں ماہ از برج سرطان رویت نمود...... وازیں جانب سایۂ عنایت پروردگار جہانگیر مشرق و مغرب معزالدنیا والدین کیقباد..... چترِ خورشید تاب ظلِ الٰہی را ہم برلبِ آب مذکور چوں آفتاب در خانۂ ماہی مستقیم گردانید۔

آں چہ لشکر بود کز جنبید نش زلزلہ در چار ارکانِ زمین رفت
لرزۂ بیرق ز بندِ نیزہا گوئی آتش در نیستانِ زمین رفت
پائے در گلِ ماند خیلِ آسماں گرد کاندر چرخ گرداں زمین رفت

روز اوّل ایں دو بحر زاخر بوجہ توجہ اگرچہ آئینۂ آب درمیان بود مواجہہ نمودند۔ مرج البحرین یلتقیان بینہما برزخ لا یبغیان۔ روزِ دیگر قران السعدین و اجتماع نیرین گردشِ دورانِ ارزانی داشتند، و برہان جمع الشمس و القمر بر عالمیان مبرہن و مبین گردانیدند۔ شبہ نیست کہ بواسطۂ مباینت بینہا دیدار قیامتے قائم بود۔ و قیامت ایں بود کہ رویتِ آخرت ہم بطبقۂ اولیٰ در حساب آمد۔ مگر یوم النشور بود کہ آں دو آسمانِ رفعت آیتِ اذا الکواکب انتثرت با قلامِ جاریۂ مژگاں بر صفحات وجنات می نگاشتند و جمہور خلائق بدیں باعث دراں محشر حشر کردہ دراں

چو تره تابشی که در رفعت سر بفلکِ فلک می رسانید، برسید و پرسید تا کشتی را بر لبِ آب بر کنار امید آشنایان باستانند۔ تا مگر آشنائے بر روئے آب می آمد که آشنائی آشنائے گزشته بر آب خویش باز آورد۔ و بیشترے راندن کشتی از برائے آن نجم علا بود۔ چون زمانے برآمد و بعد از زمانے چون ستاره مقصود بر نیامد می گفت ؎

چگونه رانم کشتی ستاره پیدا نیست
مگر ستاره نهان شد در ابر دیده من

از هنگام طلوعِ آفتاب تا زوالِ نهار بر کرانهٔ نهر آن مردم دیده را چشم می داشت و از کواکبِ مراد عکسے هم در آب نمی دید ؎

آرے نتوان ستاره دیدن در روز

بر رخے من بارها از مهر یارقت تمام روشن می کرد و در معاینهٔ این سر و معاینه می گفت ؎

من که شمسم همه تن مهر شدم از سر سوز
ذوقِ آن دوست نهان شده چو ستاره ز مهر

بعد از انتظار بسیار بنده را وداع کرد و آیت العودخیر برخواند۔ و دیوان خاص که نظمش از نثره و شعرے سخن میگوید یادگار بکاتب سپرد، و خود بمقر دولت رسانید، و نا دیدنِ آن عزیز را بر تقدیرِ خدائے علیم حواله کرد۔

وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ۔ بنده طلبِ تکبیر

آں روز بوقتِ غروب بمقامِ خویش باز گشت۔

روز دیگر بھولے اثیر الدین محمد محمد آثارہ از بس کہ اثیر حرقت در باطن
ایں سوختہ ظاہر شدہ بود خویشتن را در آب زدم و گذرانہ عزم گذار کردم
حالے کہ ایں خاکے از آب بگذشت سراسیمہ وار در ہولے اثیرِ معلق بین
السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ می رفت تا باثیر رسید۔ چوں باراں محیطِ آتش طبیعت
گرم ہنگام نمازِ خفتن نبود، بہ تعجب می گفت ؎

ایں تو ئی یا بخواب می بینم
کہ بشب آفتاب می بینم

تیار روزے بدیدار آں عزیز شب را روز و روز را شب آوردہ شد ؎

خجستہ روزے کاید شبے دی عزیزاں
پس از ہزار شب و سہ ہزار روز جدائی

الغرض روز سوم ہم از بامداد ملک الآفاق شمس الدین عزیمت کشتی کرد و
بندہ خسرو کہ قائم مقام تیر ست در آں کشتی باقامت بندگی راست بایستاد ؎

کرد بر چشم خیالِ یار من کشتی رواں
آفتابے بود کاں بر روئے دریا می گذشت

شک نیست کہ آں فرات جیحوں موج از بحر بالاتر بود، بلکہ از بحر می گذشت و بحر را
کہ خراج گذار جود اوست از وجود او غیرت بحاصل می آمد۔ فی الحاصل نزدیک

موسم باران بود و چشمهٔ خورشید با سرطان باشنائی در آمده و سرطان منقلب آبی گشته. در چنین باران و بارانِ چنین چون آبِ سرو بجانب اودهوان کرده شده

ابری بارد و من می شوم از یار جدا ٭ چون کنم دل بچنین وقت ز دلدار جدا

ابر و باران و من و یار ستاده بوداع ٭ من جدا گریه کنان ابر جدا یار جدا

باران آیتِ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً بآوازِ بلند می خواند، و بادِ واضح فِیْهَا عَیْنٌ جَارِیَةٌ بر صحیفهٔ آبِ مسلسل روان نقش می کرد و سبزه بخطِ تفسیرِ لِنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا بر تختهٔ خاک ثبت می فرمود، و آبِ پیرامنِ خطِ مسلسلِ سبزه جدولِ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ می کشید. با چندان آب در سوادِ بستان

تر گشت خطِ سبزه ولے پاک نشد

مردمِ چشم از شرحِ فراقِ دوستان رخِ میترا دیده و ابر چون هواخواهان می گریست؛ پاے مرکبم در آبِ چشمهای لغزید، و برق چون مسخرگان می خندید

چگونه برق نخندد که ژاله سنگ انداز

حبابِ شیشه گری را کشاده کرد دکان

تلاطمِ قطرات از عبراتِ من حکایتی می نمود، و بارقهٔ برق از احتراقِ من حکی.....

تا برین طریق این خراب از معمورهٔ اوده آمد تا این قصهٔ غصه را بدان جناب رفیع رفع کرد فی العزة من شهر رجب المرجب عظم الله ترجیبه سنه سبع و ثمانین و ستمائة. انتظارِ قطره ازان دوات آن کرمِ شهاب

۶۸۷ھ

و قلبِ بے سکون از اں میثاق بو ثاق آمد ....

تمامت روز دریں تحیر می بودم کہ یارب اگر مجلسِ شمسی آں نجمِ علا بجشم آمدی نوراً علیٰ نور بودے۔

روزِ دیگر بدرِ منیرِ مملکت را از حضیضِ مشرق باوجِ ارتفاع رجعت افتادہ و اعلامِ اعلیٰ بر سمتِ دار الملکِ جلال منزل بمنزل بر طریقِ سریع السیر گشت کہ در ہیچ منزل ہا آں نجم مقابلۂ سعادت میسر نگشت کہ سوختگیِ شمس و اثیر دیدہ بر روئے آب آورد ے

سوزے کہ بسینہ دارم آخر روزے

درخدمتِ تو بروئے آب آرد چشم

ہم در اثنای راہ مخدومِ بندہ بمنزلتِ اقطاعِ اودہ شرفِ دست بوسی یافت بندہ کہ چوں عطارد در شعاعِ آں آفتاب ست تو انست کہ بجانہ خویش راجع شود ضرورت باستقامتِ آں طرف نہاد و - ملکِ بے مثال بطلبِ مثالِ ولایت بر موافقتِ رکابِ فرقدسائے اعلیٰ منطقۂ جوزا بر میان بست و در ظلِ ظلیل ہمائے ہمایون چتر کہ نسرِ طائر سایہ نشینِ اوست، طیراں نمود - و بندہ را کہ بلبلِ حدیقۂ عدالت ست باز گردانید - باشارتِ رائے مختار اختیارے از اتصالات کوکبۂ اصحابِ لشکر نقلِ ضروری اختیارے افتاد و بہ ظلمتِ ہندوستان کہ اقلیمِ زحل ست ہبوط کردہ شد۔

شہزادہ سلطان محمد (سلطان شہید) کے دربار سے تعلق ہوگیا اور اس کے ہمراہ پانچ برس تک ملتان رہے۔ شہزادۂ مذکور کی شہادت کے بعد کوئی دو سال گوشہ نشینی میں گذارے اب اس موقع پر جب دہلی اور لکھنوتی کے لشکر اَودھ میں ملے تو برسوں کے بچھڑے ہوئے دوست آپس میں بغلگیر ہوئے۔ اس دوران میں شمس الدین دبیر کا تقرب سلطان محمود کے یہاں بہت کچھ بڑھ گیا تھا چنانچہ سلطان محمود نے جس وقت باربک کے پاس (جو لشکر کیقباد کے ہراول کا سپہ سالار تھا) پیغام بھیجا ہے تو شمس الدین دبیر کو اس کے متعین کیا تھا۔

قران السعدین میں اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا ہے۔

تیغ زنِ مشرق از آنسوی آب　　تیغ بروں آختہ چوں آفتاب
جُست کسے کہ گزارد پیام　　ہرچہ بگویند بگوید تمام
گر سخن از صلح بود یا نبرد　　گم نکند ہیچ ز نیروے مرد
دید کہ کس نیست ز برنا و پیر　　درخور ایں کار چوں شمس دبیر

یہ امر یاد رکھنا چاہیئے کہ خسرو کے معاصرین میں شمس دبیر کا مشہور اُدبا اور شعرا میں شمار ہوتا تھا۔ چنانچہ اس موقع پر رخصت کے وقت شمسِ دبیر نے اپنے عزیز دوست کو اپنا دیوان بطور یادگار دیا ہے بدایونی نے منتخب التواریخ میں شمس دبیر کا کچھ کلام نمونتہ درج کیا ہے۔
(دیکھو صفحہ ۲۹ منتخب التواریخ مطبوعہ نولکشور)

دوسری خصوصیت خسرو کی طبعزاد مثنویوں کی یہ ہے کہ ان میں واقعیت

سیر بجاری احوال جاری دارد، واخبارِ متواتر را کہ موجبِ علمِ قطعی ست

چوں کتابی کہ از بالا آید فرود فرستد، وازدرجۂ محبت دقیقہ فرو نگزارد۔ مدارجِ

ارتفاع بعتبۂ علیا مدرج باد۔ آمین۔

یہ خط قران السعدین کے اصل واقعہ سے تعلق رکھتا ہے۔ مضمون سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کیقباد اور محمود کی ملاقات کے موقع پر مکتوب الیہ کے آنے کی توقع تھی لیکن وہ کسی وجہ سے وہاں نہیں پہنچ سکا۔ یہ خط یکم رجب ۶۸۶ھ اور پچھلے خط سے پندرہ روز پہلے کا لکھا ہوا ہے جس میں خسرو نے خاص طور پر اپنے دوستوں شمس الدین دبیر اور قاضی اثیر الدین سے ملاقات کے واقعات بیان کیے ہیں۔

نانا کے مرنے کے بعد جس وقت خسرو کا ملک چھجو کے یہاں تعلق ہوا ہے ان دونوں سے اُسی زمانے میں دوستانہ تعلقات پیدا ہوئے تھے۔ شمس الدین اور اثیر الدین سلطان ناصر الدین (بغرا خاں) کے مصاحب تھے اور اکثر اس کے ہمراہ ملک چھجو کے یہاں جو سلطان مذکور کا چچازاد بھائی تھا آتے اور شعر و سخن میں خسرو کے حریفِ مجلس بنتے تھے۔ اس کے بعد جب خسرو نے سلطان ناصر الدین کے یہاں ملازمت اختیار کی تو دونوں سے تعلقات اور زیادہ ہو گئے۔ جس وقت مہمِ طغرل کے بعد سلطان بلبن نے بغرا خاں کو لکھنوتی (بنگال) کا حکمراں مقرر کیا تو خسرو اور اثیر الدین اور شمس الدین شاہزادہ مذکور کے ہمراہ تھے۔ وطن اور عزیزوں کی محبت میں خسرو تو دہلی چلے آئے، لیکن اُن کے دونوں دوست شاہزادہ مذکور کے ساتھ لکھنوتی رہ گئے۔ خسرو کا دہلی پہنچنے کے بعد

بلبن کے انتقال اور اپنے بیٹے کیقباد کی تخت نشینی کی خبر پاکر اور اپنے آپ کو تختِ دہلی کا وارث حقیقی سمجھکر ہندوستان پر لشکر کشی کرتا ہو۔ باپ کی لشکر کشی کی خبر سنکر بیٹا بھی اپنی فوج لیکر دہلی سے بڑھتا ہو۔ شہر اودھ کے قریب سرجو ندی کے کناروں پر دونوں لشکر صف آرا ہوتے ہیں لیکن باہم نامہ و پیام کے بعد صلح ہو جاتی ہو اور باپ بیٹے سے آکر ملتا اور اُسے اپنے ہاتھ سے تخت پر بٹھا دیتا ہو۔ یہ بظاہر کوئی اہم یا عظیم الشان واقعہ نہیں ہو، لیکن شاعر کی سحر کاری دیکھو، مواد کی کمی اور واقعہ کی قلیل النتاجی کو "وصف نگاری" کے پردے میں اس طرح چھپایا ہو کہ قصے کی بے مائگی کا احساس تک نہیں ہوتا۔

جس چیز کو خسرو نے "وصف نگاری" کے لفظ سے تعبیر کیا ہو وہ حقیقت میں واقعہ نگاری ہو جس کی طرف ہم نے اوپر اشارہ کیا ہو۔ انتخابِ جزئیات اور تفصیلِ کوائف یہ دونوں اجزا وصف نگاری کی جان ہیں اور فارسی میں اس مثنوی سے بڑھکر شاید کہیں موجود ہوں۔

جس وقت ناصر الدین کی فوج کشی کی اطلاع دہلی پہنچتی ہو، سردی کا موسم ہو۔ کیقباد دار السلطنت سے شکار کے لیے باہر آتا اور فوج کا معائنہ کرتا ہوا قصر کلوکھری پہنچ جاتا ہو اور وہاں جشنِ شاہی مناتا ہو۔ یہ اُس داستان کے ابتدائی واقعات تھے، لیکن یہاں تک پہنچتے ہوئے مثنوی کا پڑھنے والا دار السلطنت کی سیر کر چکا ہو۔ اُسے موسم کی پوری کیفیت معلوم ہو چکی ہو، بادشاہ کے جلو میں اور شکارگاہ کا نظارہ دیکھ چکا ہو اور رنگیلے بادشاہ کی محفلِ نشاط کا پورا سین اس کی آنکھوں میں پھر گیا ہو۔ وہ جانتا ہو کہ دہلی جمنا کے قریب

کا سررشتہ کمال احتیاط کے ساتھ برقرار رکھا گیا ہے۔ امیر داستان کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ شاعری کے ساغر میں حقیقت ہمیشہ عُریاں نظر آتی ہے۔ اس خصوصیت کا خود اُنھیں بھی پورا احساس تھا اور اس کی طرف اُنھوں نے فخر کے طور پر جا بجا اشارہ کیا ہے۔

اس خصوصیت کے دو پہلو ہیں اوّل یہ کہ واقعات صحت کے ساتھ بیان کیے جائیں، دوسرے یہ کہ بیانِ واقعات میں انتخابِ جزئیات اور تفصیلِ کوائف پر کامل دستگاہ ہو۔ خسرو کی مثنوی نگاری میں یہ دونوں پہلو بدرجۂ اتم پائے جاتے ہیں۔ اُن کی معلوماتِ عامّہ غیر معمولی ہیں اور ان معلومات سے شاعرانہ مصوری میں پوری طور سے کام لینا آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک طرف تو شاعرانہ سحر کاری کے باوجود اُن کا کلام حقیقت سے متجاوز نہیں ہوتا اور دوسری طرف اس میں وہ تمام جزئیات موجود ہوتے ہیں جو شاعرانہ مصوری میں تصویر کشی کے خطوط اور رنگ آمیزی کے قایم مقام ہوتے ہیں۔

پہلی خصوصیت اور دوسری خصوصیت کے اجتماع کی وجہ سے خسرو کی مثنوی نگاری کو "تاریخی نقاشی" سے تعبیر کرنا بے جا نہ ہوگا۔

واقعیت کی خوبی ان دونوں لحاظ سے قران السعدین میں کامل طور پر پائی جاتی ہے۔ کُل قصّے کی کائنات صرف اسقدر ہے کہ بلبن کے انتقال کے بعد اس کا پوتا کیقباد تختِ دہلی پر متمکن ہوتا ہے۔ کیقباد کا باپ ناصر الدین محمود لکھنوتی میں حکمراں ہے۔ وہ اپنے باپ

ہیں جس کمال کا اظہار کیا ہے وہ محتاجِ بیان نہیں۔

تیسری خصوصیت جو خسرو کی شاعری کا مابہ الامتیاز ہے اور جو مثنوی نگاری کی جان ہے وہ نفسانیات کا صحیح ادراک ہے۔ جس طرح ایک ڈراما نگار یا ناول نویس کے لیے ضرورت ہے کہ وہ اشخاصِ قصہ کی شخصیتیں قایم کرے، انھیں شروع سے اخیر تک برقرار رکھے، اور حالات و واقعات سے ہر موقع پر ان کی داخلی کیفیات مترشح ہوتی اور اُن کو ایک دوسرے سے متاثر کرتی ہوں اسی طرح مثنوی نگاری میں جہاں موقع پیش آئے یہ حفظ و تفریقِ اشخاص لابد ہے اس کے بغیر مثنوی میں روح پیدا نہیں ہو سکتی فارسی لٹریچر میں بہت کم مثنویاں ہیں جو اس معیار پر پوری اُترتی ہیں۔

خسرو کو تاریخی مثنویوں میں اس خصوصیت کے پورا کرنے کے لیے یہ موقع حاصل تھا کہ اشخاصِ قصہ اُن کے پیشِ نظر تھے اور وہ ان کو نہایت اچھی طرح جانتے تھے، لیکن اس سے اگرچہ یہ فائدہ ہوا کہ انھیں تخیل کی مدد سے اشخاصِ قصہ کو پیدا کرنا نہیں پڑا جیسا کہ افسانی میں کرنا پڑتا ہے، لیکن تحفظِ شخصیت کوئی سہل کام نہیں ہے، اور جب تک ادراکِ نفسانیات کے ساتھ شاعر کی قوتِ مصورہ نہایت تیز نہو یہ میدان بے سپر نہیں ہو سکتا۔

دوسری اور تیسری خصوصیت دراصل "واقعیت" کے دو پہلو ہیں، خارجی اور داخلی۔ خارجی حالات کا احساس اور ادراک بہ نسبت نفسِ انسان کے پیچیدہ اور مخفی کیفیات کے بہت زیادہ سہل ہے، لیکن جس طرح کسی شخص کی صورت دیکھ لینا اس کو واقعی طور پر جان لینے کے لیے کافی نہیں ہے اسی طرح کسی قصہ یا داستان میں محض باہر کی اور اوپری چیزیں اشخاصِ قصہ

واقع ہے۔ اُس میں تین حصار ہیں، ہال، مسجد جامع، منارہ، مأذنہ اور حوضِ شمسی دلچسپ مقامات ہیں اور شہر نہایت آباد اور پُر رونق ہے۔ سردی کے زمانے میں جو خاص تبدیلیاں پیش آتی ہیں وہ سب اُس کے سامنے ہیں اور اس طرح کہ وہ گویا موسم کی تخفیف کو محسوس کرنے لگتا ہے۔ لمبی راتیں، چھوٹے دن، برف باری اور آگ کی گرم بازاری، گرم اور موٹے کپڑوں کا استعمال، مُنہ سے بھاپ نکلنا وغیرہ یہ سب وہ کیفیات ہیں جنکا خیال آتے ہی جاڑے کا موسم محسوس ہونے لگتا ہے۔ غرض اسی طرح ہر ایک ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ اس مثنوی کا پڑھنے والا کسی ملک کا رہنے والا کیوں نہو وہ واقعات کے ساتھ حالاتِ ماحول اور مناظر کا پورا سماں اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہوا جاتا ہے۔ اس واقعہ نگاری کی بدولت اُس عہد کے تمدن کی جزئیات پر ایسی روشنی پڑتی ہے جو دوسری جگہ نظر نہیں آتی۔ دربار، جلوس، مجلسِ شاہی اور فوجی نظام کی گویا چلتی پھرتی تصویریں دکھائی دینے لگتی ہیں۔

مناظرِ فطرت کی مصوری بھی اگرچہ ایک علیٰحدہ خصوصیت قرار دی جاسکتی ہے، اسی خصوصیت کے جس سے ہم بحث کر رہے ہیں تحت میں داخل ہے۔ اس میں خسرو کو امتیازِ خاص حاصل ہے اور اس لحاظ سے میرے خیال میں دنیا کے بہت تھوڑے شاعر اُن کے پہلو بہ پہلو ہیں۔ یہ بحث بہت زیادہ تفصیل کی محتاج ہے لیکن یہاں محض اس کی طرف اشارہ کر دینا کافی ہے۔

مثنوی قران السعدین میں تمام موسموں کی کیفیات اور مختلف اشیا کے اوصاف

جھلک نظر آنے لگتی ہے۔

اس مثنوی میں مرکزی شخصیت کیقباد ہے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ وہ ایک نوجوان بادشاہ تھا جو تمام تر عیش و عشرت کا دلدادہ تھا۔ خسرو نے اگرچہ ایک مورّخ کی طرح عیب جوئی کے نقطۂ نظر سے یہ نہیں کہا کہ بادشاہ ہوا و ہوس میں گرفتار اور دنیا و مافیہا سے بے خبر تھا، لیکن ہماری مثنوی عشرت کے رنگ میں ڈوبی ہوئی اور سراپا مرقعِ عیش بنی ہوئی ہے۔

جیسا کہ مولانا اسمٰعیل نے لکھا ہے "حضرت خسرو کو ممدوح بھی خوش قسمتی سے ایسا ہاتھ لگا ہے کہ ساقی و مغنی و شاہد و بادہ و ساغر کا ذکر محتاجِ تکلف نہیں بلکہ اس کی بزم عیش کا ایک معمولی ہنگامہ ہے۔"

حقیقتِ حال یہ ہے کہ خسرو کی تمام تصانیف بالخصوص مثنویوں کو اس عہد کا آئینہ کہا جا سکتا ہے جس میں وہ لکھی گئی ہیں۔ ایک سچے شاعر کا قلب کیفیات و اثرہ اور حالات ماحول سے بہ نسبت دوسروں کے زیادہ متاثر ہوتا ہے۔ اس کے جذبات جلد مشتعل ہوتے اور معرضِ اظہار میں آ جاتے ہیں۔ عہد علائی کی مثنویوں میں اُس عظیم الشان عہد کی ہر جگہ پر جھلک پڑتی ہے۔ اسی طرح نہ سپہر میں علاء الدین کے عیش پسند جانشین قطب الدین مبارک شاہ کی تفریح صید افگنی اور بزم آرائیوں کا فوٹو سامنے آ جاتا ہے جو خلجیوں کی بربادی کی اسی طرح پیشینگوئی کرتا ہے جس طرح کیقباد کی عیاشیاں سلاطین غلامان کی خاندان کی تباہی کا پتہ دیتی ہیں۔

اسی خصوصیت کے تحت میں جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں وہ غزلیات داخل ہیں

سے حقیقی واقفیت کے لیے کافی نہیں۔

قصہ کا پڑھنے والا کتاب ختم کرنے کے بعد قدرتاً یہ خیال کرتا ہی کہ اشخاصِ قصہ کس حد تک اس کے ذہن میں مرتسم ہیں اور وہ اُن کے باطنی حالات، اخلاق و عادات اور رجحانات اور خیالات سے کس حد تک آگاہ ہی۔ مصور اور شاعر میں ایک بڑا فرق ہی کہ اوّل الذکر تمامتر خارجی اور محسوس مناظر سے باطنی کیفیات کی جھلک دکھاتا ہی، برخلاف اس کے شاعر بیشتر داخلی پہلو کو لے کر چلتی پھرتی اور جیتی جاگتی ہستیاں ہمارے سامنے پیش کرتا ہی۔

واقعیت کے دونوں پہلو کو ملحوظ رکھنا اور اُن کو کامیابی کے ساتھ شاعرانہ نقاشی میں کام میں لانا چنداں آسان نہیں ہی۔ معلوم ہوتا ہی کہ خسرو شاعری کی اس دشواری سے خوب واقف تھے۔

ایک جگہ قران السعدین میں لکھتے ہیں۔

این سخن چند کہ بیہوُ است مست | شاعری نیست کہ ہم راست ست
گرچہ چنیں راست نباید نہفت | "راست بسے ہست کہ نتوانش گفت"

اگرچہ قران السعدین میں اشخاصِ قصہ کی تعداد نہایت ہی قلیل ہی، کیقباد، محمود اور چند دیگر اشخاص لیکن حفظِ شخصیات کا اس میں پورا التزام ہی۔ اس کا پورا لطف اس موقع پر آتا ہی جہاں باپ اور بیٹے کے مابین نامہ و پیام ہوتے ہیں اور اس کے بعد صلح ہو کر خلوت میں ملاقاتیں ہوتی ہیں۔ یہاں گویا ڈراما کی (جس میں شخصیت کا کامل التزام ہوتا ہے)

باپ بیٹے میں صلح ہو کر ملاقات کی سلسلہ جنبانی ہوتی ہے۔

بلاغ سایۂ بید ست و آب در سایہ
از یں سپس من و جانان و خواب در سایہ (صفحہ ۱۳۶)

باپ بیٹے میں ملاقات ہوتی ہے۔

خرم آں لحظہ کہ مشتاق بیارے برسد
آرزو مندِ نگارے بہ نگارے برسد (صفحہ ۱۵۲)

وقتِ وداع ہی باپ اور بیٹا جدا ہوتے ہیں۔

آرامِ جانم می رود۔ دل را صبوری چوں بود الخ (صفحہ ۲۱۰)

مفارقت کے بعد کی بیقراری اور یاد۔

سخت دشوار ست تنہا ماندن از دلدارِ خویش
با کہ گویم حالِ تنہا ماندنِ دشوار خویش (صفحہ ۲۱۶)

بادشاہ عازمِ دار السلطنت ہوتا ہے۔

باز ابر تیرہ از ہر سوے سر بر می کند الخ (صفحہ ۲۳۰)

بادشاہ دار السلطنت پہونچتا ہے۔

عمرِ گذشتہ مرا باز کہ جاں باز آمد الخ (صفحہ ۲۳۲)

کتاب ختم ہو گئی بادشاہ کی خدمت میں شرفِ قبول کی درخواست ہے۔

نامہ تمام گشت بجاناں کہ می برد پیغامِ کالبد بسوے جاں کہ می برد (صفحہ ۲۵۵)

جو قران السعدین میں مختلف مقامات پر تضمین کی گئی ہیں۔ ان غزلوں کی خاص خوبی یہ ہو کہ سب حسبِ حال ہیں۔ جس داستان کے بعد آتی ہیں داخلی حیثیت سے پچھلے واقعات کا اعادہ کرتی اور اگلی داستان کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔

مثلاً موسمِ سرما ہی کیقباد لشکر کی تیاری کا حکم دیتا ہی:-

شد ہوا سرد کنوں آتش و خرگاہ کجاست (صفحہ ۴۷)

مقطع میں اگلی داستان "جنبشِ شاہ ز دہلی ز پے کین پدر" کی طرف ایک لطیف اشارہ ہی جس کا مصرعۂ اولیٰ ساری داستان کا خلاصہ ہی ؎

عزم چج دار د خسرو نے پے تو بر عشق
توشہ اینک غمِ دل بارگہِ شاہ کجاست (صفحہ ۴۸)

بادشاہ دار السلطنت سے روانہ ہو کر عازمِ شہر ہوا ہی۔

"سوارِ چابک من باز عزمِ لشکری دارد" (صفحہ ۵۷)۔

موسمِ بہار آتا ہی بادشاہ گل و بلبل کے ساتھ دادِ طرب گستری دیتا ہی ؎

(۱) آمد بہار و شد چمن و لالہ زار خوش الخ (صفحہ ۷۲)

(۲) گل امروز ناآخریں شب مست خرابست الخ (صفحہ ۸۶)

(۳) دوش ناگہ بہ دل شد آں سہ بر سید الخ (صفحہ ۹۰)

لشکرِ شاہی فتحمند واپس آتا اور مغل قیدی پامال ہوتے ہیں۔

تیغ بر گیر تا زِ سر بر ہم
تیر بکشاے کز نظر بر جسم (صفحہ ۹۹)

تخیل، واقعیت، سوز، رقت اور رقص پایا جاتا ہے وہ ہمیں کہیں نہیں ملتا۔ قران السعدین کی غزلیات وسط الحیوۃ کے اخیر زمانہ اور غرۃ الکمال کے ابتدائی ایام سے تعلق رکھتی ہیں یہ ان کے انبساط اور جوش کا زمانہ ہے قران السعدین کی غزلیات کے متعلق خود خسرو نے کیسی اچھی تعریف کی ہے۔

ہر غزلے دشنۂ عشاق کش (صفحہ ۲۳۶)

جیسا کہ مولنٰا اسمٰعیل نے تفصیل کے ساتھ لکھا ہے یہ غزلیں حالیہ ہیں۔ علاوہ ازیں مثنوی کی بحر ظاہر ہے کہ شروع سے اخیر تک ایک ہے۔ بیچ میں مختلف بحروں کی غزلیات شامل ہو جانے سے ایک خاص قسم کا تنوع پیدا ہو گیا ہے جس سے تازہ بتازہ نو بنو کی لذت حاصل ہوتی ہے۔

خسرو کی مثنوی نگاری کی چوتھی خصوصیت جدت اختراع اور طرفہ آفرینی ہے ان کی طبیعت کا سب سے زیادہ میلان ایجاد کی طرف تھا۔ ہر صنف میں اس کے شواہد موجود ہیں جیسا کہ انھوں نے خود بیان کیا ہے ان کی نثر تمام تر ان کی جدت آفرینی کا نتیجہ ہے۔ رباعیات و قطعات میں وہ کسی کے مقلد نہیں۔ قصائد، مثنوی اور غزل میں وہ اپنے آپ کو دوسروں کا پیرو بتاتے ہیں، لیکن اس تقلید میں بھی انھوں نے اپنی حریت ذہنی اور اختراعات کے لیے پورا میدان پیدا کر لیا ہے۔ صنایع اور بدایع میں ان کی جدت پسند طبیعت نے ایجادات کے انبار لگا دیے ہیں۔

لہ دیکھو اعجاز خسروی ۔ ۲ہ دیکھو دیباچہ غرۃ الکمال ۳ہ دیکھو اعجاز خسروی دیباچہ تحفۃ الصغر دیباچہ وسط الحیوۃ اور دیباچہ غرۃ الکمال وغیرہ ۱۲

الغرض مُسلسل تمام داستان کی کیفیات جو واقعات کے لحاظ سے شاعر کے قلب پر وارد ہو سکتی ہیں، ان غزلیات کے ذریعہ بیان کر دی گئی ہیں۔ گویا شاعر نے مجرّد جذبات کے لباس میں تمام قصہ ہی کو بیان کر دیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جس چیز پر لفظ شاعری کا سب سے زیادہ اطلاق ہو سکتا ہے وہ صنف غزل ہے۔ مِل نے کیا خوب کہا ہے کہ شاعر کے بیان کا مابہ الامتیاز یہ ہے کہ وہ جذبات میں سرشار دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو کر نوا سنج ہوتا ہے اور اس کا بیان دوسروں کی طرف خطاب نہیں ہوتا، وہ غم و غصہ شوق و مسرت سے بیتاب ہو کر ترنم کرتا ہے جس طرح بلبل اپنے چہچہوں میں خود منہمک اور صحنِ باغ کے بلبل اور وارفتہ سامعین سے بے خبر ہوتی ہے اسی طرح شاعر اپنے جذبات اور واردات قلبی کا اس طرح اظہار کرتا ہے کہ گویا وہ سامعین سے بے نیاز اور بے خبر ہے۔

اس معیار کو پیش نظر رکھو اور قران السعدین کی غزلیات کو جانچو۔ یہ غزلیات جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں مناسب موقع لکھی گئی ہیں گویا خارجی واقعات کو مجرد جذبات کا جامہ پہنایا گیا ہے۔

شاعری کی صنف غزل میں خسرو کو جو امتیازِ خاص اور قبولِ خاطر حاصل ہے محتاجِ بیان نہیں۔ وہ غزلسرائی میں سعدی کے تتبع ہیں لیکن ان کا غزلیات میں ایک خاص رنگ پایا جاتا ہے۔ سعدی کے سامنے رکھنے سے معلوم ہو گا کہ کلام کی سلاست اور شیرینی اور جذبات کی پاکیزگی دونوں کے یہاں موجود ہیں۔ لیکن خسرو کی غزلیات میں جو طرفگی،

وان کہ بہ تقلید نشست اندریں ۔ نشنوم ار خود کند م آفریں (صفحہ ۲۲)

حقیقت یہ ہو کہ یوں تو انسان کی تمام ذہنی قوتیں وہبی ہوتی ہیں اور کوشش سے اُن میں صرف محدود ترقی ہو سکتی ہو۔ لیکن غالباً قوائے دماغی میں سب سے زیادہ غیر اکتسابی وہ قوت ہو جسے "تخیل" کہتے ہیں اور جو شاعری کے لیے خاص طور پر بمنزلہ رُوح رواں ہو۔ شاعر اسے ماں کے پیٹ سے لیکر آتا اور اسی طرح اپنے ساتھ لے جاتا ہو۔ دوسرے لحاظ سے ممکن ہو کہ اس کے کلام میں روز بروز ترقی ہوتی جائے۔ مثلاً اس کے الفاظ زیادہ شستہ اور بندشیں زیادہ چست ہو جائیں لیکن تخیل کی مقدار تقریباً ہمیشہ معیّن رہتی ہو۔ یہی وجہ ہو کہ ایک بڑے شاعر کے کلام میں عہدِ طفولیت میں پیرانہ پختگی اور عہدِ پیری میں طفلانہ تازگی پائی جاتی ہو۔

خسرو کے کلام پر ایک غائر تاریخی نظر ڈالنے سے اس خیال کی تصدیق ہوتی ہو۔ خوش قسمتی سے اُن کا تمام کلام ہر ہر دَور کا جُدا جُدا محفوظ ہو۔ بڑی مثنویوں میں قران السعدین پہلی مثنوی ہو لیکن چند چھوٹی مثنویاں ہیں جو انھوں نے اس سے پہلے لکھی تھیں محفوظ ہیں۔ ذیل میں ہم اُن کی دو ابتدائی مثنویوں سے ایک ہی مضمون کے متعلق انتخابات پیش کر کے قران السعدین سے مقابلہ کرتے ہیں جس سے معلوم ہوگا کہ ابتدا ہی سے خسرو کے تخیل کی کیا حالت تھی۔

مضمون مغلوں کی ہجو ہے جس میں خسرو نے قران السعدین میں بڑا زورِ قلم دکھایا ہو (دیکھو صفحہ ۹۲ تا ۹۵)۔ یہ مثنوی اُن کے مربی سلطان محمد کی شہادت اور خود امیر کے

مثنوی قران السَّعدین میں جو خود جدت کا نمونہ ہے وہ فرماتے ہیں۔

چند گم بود بدل این خیال — تازہ کنم ہر صفتے را جمال
بود در اندیشۂ من چند گاہ — کز دلِ دانندۂ حکمت پناہ
چند صفت گویم و آلش دہم — جمعِ اوصاف خطالش وہم
طرزِ سخن را روشِ نو دہم — سکۂ ایں ملک بجز زر دہم
نو کنم انداز رسم کہن — پس روی پیش روانِ کہن (صفحہ ۲۲-۲۳)

آنچہ ز سر جوشِ دلِ نقشبند — ق — معنیِ نو بود و خیالِ بلند
موئے بمو لیش بہ ہنر بیختم — پختہ و سنجیدہ در و ریختم
وصف نہ زاں گونہ شد از دل و — کاں دیگرے را بدل آید کہ جو
ہر صفتے را کہ برانگیختم — شعبدۂ تازہ در و ریختم
نیست زکس لولوئے لالائے من — زرف بہ بیں رتبۂ دریائے من
نکتۂ من گوہرِ کانِ من ست — زانِ کسے نیست از آنِ من ست
دزد نیم خانۂ برِ دیگرے — خانہ گشادہ ز درِ دیگرے
مایۂ ہر دزد کہ در عالم ست — گرچہ فزون ست بقیمت کم ست (صفحہ ۲۳-۲۴)

آن کہ شناسندۂ ایں گوہرست — گرچہ نفریں کند م درخورست

پوستیں پوشیدہ و بے پوستے
در گریز از غازیانِ دوستے

گشت پیلے گو ہمہ برباغِ ذی
ہمچو زناں نوحہ کناں پے بہ پے

نالۂ ناخوش ہمی برداشتہ
مستے آوازِ پیلے برداشتہ

گویاں سخنے بہ گنگ زبانی
لافش نہ بزرگِ استخوانی

زیں پیلہ گردانِ نافرخندہ پے
جاں پیلہ کردہ بآوازِ پیلے

سر تراشیدہ ز نیشِ قلم
زاں قلم انگیختہ خذلاں رقم

بستہ تیرِ بوم را بالائے سر
سر تراشیدہ چو بیضہ زیرِ سر

از سنگ پیش خراش خوردہ
ہم از سرِ خود تراشش کردہ
مشتے پرِ بوم کردہ در سر
بسیار ز بومِ شوم رو تر

رخنہ شدہ طشتِ مس از چشمِ تنگ
دیدہ در انداختہ در رخنہ سنگ

چشمِ شاں در رخنے ناپدید شدہ
ہر کہ دیدہ رخِ شاں شیدا شدہ

چوں شیشۂ چشمِ ازرق تنگ
در سختی اگر صفت کنم سنگ

دیدہ ہائے در شدہ اندر مغاک
گوئی نشستہ ہست اندر گردہ باک

از رُخ تا رُخ شدہ بینی پہن
وز گُلو تا کلہ لبالب دہن

بینی پست و خشن از دیدہ دوال
ہمچو خوکے بر سرِ آبے رواں

بینی پر رخنہ چو گورِ خراب
یا چو تنورے کہ ز طوفانِ آب

مغلوں کے ہاتھوں میں گرفتار ہو جانے کے کوئی چار پانچ برس بعد کی ہے۔ اس کے لکھتے وقت اُن کا غم و غصہ جس قدر جوش میں ہوگا ظاہر ہے۔ دوسری مثنوی ۶۸۲ھ یعنی قران السعدین سے کوئی چھ برس پہلے اور حوادث مذکورۂ بالا سے ایک سال قبل کی تصنیف ہے۔ تیسری مثنوی سلطان محمد کی ملازمت اختیار کرتے وقت غالباً دوسری مثنوی سے تین چار برس پہلے کی ہے۔

قران السعدین (۸[illegible]ھ)	مثنوی (۱۱ رمضان ۶۸۲ھ)	مثنوی (جو غالباً سلطان محمد کی ملازمت اختیار کرتے وقت لکھی تھی)
کافرِ تاتار بروں از ہزار	در نگاپو چوں سگِ لقمہ ربا	قوے ہمہ گربہ چشم سگسار
گروہ دگر گونہ باشتر سوار	آفتِ نان و بلائے شوربا	چوں گرگ درندہ آدمی خوار
سخت سرانے بوغا سخت کوش	ہر زمانے گر ہمہ باشند سیر	ہمہ بوزنہ وار نا و فا جوے
ہر ہمہ پولاد تن و پنبہ پوش	سرنگوں افتند از بالا بزیر	ہم پوست سگے کشیدہ بر روے
اصل ز سنگ لیک ز رگ استخواں		چوں سگ ہمہ رد دال ماندہ
گربہ یخنی شدہ بر رفتگاں		چوں بوزنہ در جوال ماندہ
		تا چند رہ سگی سپردن
		یا بوزنہ را انگشت بردن
	دو گلہ بر۔ لیک[له] بر پشت جمل	خشتے دگلاں دو گلہ پوشاں
	گندگی را جاے کردہ در بغل	قربو قربوزناں و جوشاں

له [illegible]

خوردہ سگ و خوک بدندانِ بہ — رو ترش چوں سرکہ تتماج شوے

ہر ہمہ دندانِ خرد بے خرد — وز ترش خوئی ہمہ تتماج روے

(صفحہ ۹۳-۹۵) — موش خوارانِ و گندہ موش دار

گشتہ صحرا ایزد زشتے موش خوار

ماندہ شاں از خورشِ زشت قے — ہر کہ با ایشاں معاذ اللہ نشست — گندہ دہنان و گندگی دوست

واں کہ ببیند قیش آید بہ پے — قے کند در ساعتے از بوی زشت — خوکی و سگی کشیدہ در پوست

تینوں جگہ ایک ہی قوم کی ہجو ہی۔ شاعرانہ تخیل نے ایک نفرت انگیز تصویر کے خط و خال ہر جگہ یکساں طور پر کھینچے ہیں۔ جس طرح ایک ظریف مصور کسی شخص کی مضحکہ انگیز تصویر بناتے وقت اُس شخص کی مشابہتِ تامہ قایم رکھتا ہی، اسی طرح ایک باکمال شاعر محبت و نفرت کے جذبات سے متاثر ہو کر جو تصویر پیش کرتا ہی وہ اصلیت سے متغائر نہیں ہوتی البتہ اس کے وارداتِ قلبی کے لحاظ سے یہ تصویر کبھی دلکش اور کبھی نفرت انگیز ہوتی ہی۔

خسرو نے مغلوں کی تصویر جس طرح کھینچی ہی اس سے شاعر کی انتہائی دلی نفرت کا اظہار ہوتا ہی۔ لیکن دیکھنے کے قابل یہ بات ہی کہ اُن کی جن جن چیزوں کو اظہار کے لیے منتخب کیا ہی وہ واقعی ہیں محض قیاسی نہیں ہیں اور اُن جزئیات کو ملا کر جو اس غرض کے لیے انتخاب کی گئی ہیں ہمارے ذہن میں مغلوں کی ایک ایسی تصویر پیدا ہو جاتی ہی جو جذبات کا حجاب اُٹھا دینے کے بعد بھی مغلوں کی واقعی حیثیت سے مشابہت تامہ رکھتی ہی۔ چھوٹی چھوٹی نیلی آنکھیں، چپٹی ناک، پھیلے نتھنے، چوڑا تمتماتا چہرہ، ڈاڑھی کے دو چار بال

موے زمنی شده برلب فراز   ریش نے در روے شان جمله زنخ   یک موئے بریش تا بجنبند
سبلتِ شان گشته بغایت دراز   آمده بیرون زدن از کوه و شخ   گوئی که یگان یگان بجنبند
ریش نه پیرامنِ چاهِ زنخ   کز نماده سبلتانِ کنده را   سبلت عیان در ریش گمند
سبزه نگا بر دمد از روے شخ   وام داده ریشِ اہلِ خنده را   مخصوص برائے ریش خنده
کز زنخ شان ز محاسن کنار
اہلِ زنخ را بمحاسن چه کار
سبلتِ چون سیخ چو تماج روے
رشته بهین نعمتِ شان در گلوے

زشت تر از زنگ شده بوئے شان   چهرهٔ شان اسیرِ غوری پهن
پست تر از پشت شده روے شان   هم به پهناے سپر دور دهن
چهرهٔ شان دبهٔ نم یافته
جاے بجا کنجلک و خم یافته

روے چو آتش کلاه از پشم میش   روے همچون آتش و سر همچو دیگ   تفسیده ز خشم همچو تابه
آتشِ سوزان شده با پشم خویش   مانده از مرد ارخواران ده دیگ   رخ سرخ چو پشتِ آفتابه
آتش دیانِ سرد چون آب
سوزان دجال چو کرم شبتاب
رو سرخ و حدیثِ زشت در کام
چون طشت کز آن بفتد از بام

ادب کے شعبہائے لطیفہ میں مصنف اپنی کتاب کے ہر ہر لفظ اور ہر ہر خیال کو تولتا اور کتاب کے تمام اجزا میں توازن و تناسب پیدا کرتا ہی۔ کتاب کا حُسن اسی تناسب کا نتیجہ ہی اور اسی تناسب میں فرق آجانے سے کتاب کے حُسن میں بھی فرق آجاتا ہی۔

مثنوی میں اس حُسن کا قایم رکھنا کوئی آسان کام نہیں ہی۔ شاعری کے جملہ اصناف میں یہی صنف ایسی ہی جس میں ضخیم سے ضخیم کتابیں لکھی جاسکتی ہیں۔ لیکن جسقدر اس کا میدان وسیع ہی اُسی قدر اس کی مرحلہ پیمائی دشوار ہی۔ ہر قسم کے خیالات جذبات اور واقعات پر قلم اٹھانا پڑتا ہی اور شاعر کی تمام خصوصیات اور محاسن اس کی تکمیل اور آرایش میں صرف کرنے پڑتے ہیں۔ شاعری کا جو کمال ہومر اور شکسپیر کے یہاں نظر آتا ہی اُس کا عکس ہماری شاعری میں سب سے زیادہ اسی صنف یعنی مثنوی میں ہو سکتا ہی۔ لیکن غور کرو کہ بے شمار مثنوی نگاروں میں کتنے ہیں جو اس معیار پر پورے اُترتے اور فردوسی و نظامی اور خسرو کے پہلو بہ پہلو بیٹھنے کا استحقاق رکھتے ہیں۔

اگرچہ ہمارا کہنا کسی دوسرے کے لیے بُرہان نہیں ہو سکتا کہ خسرو کی طبعزاد مثنویاں تناسب کے معیار پر پوری اُترتی اور ہمارے ذہن میں حُسن کا تصور پیدا کرتی ہیں، لیکن ہمیں یقین ہی کہ مذاقِ سلیم اور وجدانِ صحیح اس کتاب کے پڑھنے والوں کو خود اس نتیجہ کی طرف راہبری کریگا۔ ناظرین اس مثنوی کے پڑھتے وقت ان خیالات کو پیش نظر رکھیں اور خود اندازہ کریں کہ شاعر نے مختلف داستانوں کے باہمی ربط اور مختلف اجزا کے باہمی تناسب میں کس حد تک کامیابی حاصل کی ہی۔ جو عمارت اس نے ایک ایک لفظ چن کر بنائی جو نقش کھینچا

ٹھوڑی سے لٹکے ہوئے، لمبی لمبی مونچھیں، گھٹا سر، کلاہ پشم سر پر رکھی، پر بوم بطور کلغی لگائے، دگلہ پہنے، نے بجاتے اور تاتاری زبان میں نعرے لگاتے۔ غرض یہ ساری باتیں واقعی ہیں البتہ شاعر نے ان سب کو اس طرح بیان کیا ہے کہ پڑھ کر ان کی رشیخند کی لیے خواہ مخواہ ہر ایک کی طبیعت چاہتی ہے۔

سب سے اخیر میں ہم جس خصوصیت کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں وہ "تناسب" ہے فنون لطیفہ میں (جس کے اندر شاعری بھی داخل ہے) "حسن" سب سے زیادہ تناسب کا نتیجہ ہوتا ہے۔ جس طرح "تاج گنج" یا "الحمرا" کی دلکشی کا اندازہ محض ان کی پیمایشیں دیکھنے سے نہیں ہو سکتا بلکہ اُن کے حسن کا تصور نظارے کے ایک مجموعی اثر کا ماحصل ہوتا ہے، اسی طرح کسی کتاب کے تناسب کا خیال کتاب کے مجموعی اثر پر موقوف ہے۔ یہ تناسب ایک طرف الفاظ کی موزونیت سے شروع ہوتا اور دوسری طرف خیالات کی مناسبت اور تمام اجزاے کتاب کی انفرادی اور اجتماعی خارجی اور داخلی موزونیت پر ختم ہوتا ہے۔ مصور اور نقاش تصویر یا نقوش بناتے وقت ایک طرف ہر ہر خط اور ہر ہر جزو کی موزونیت اور دوسری طرف اجزا کی باہمی تناسب کا خیال رکھتا ہے۔ بت تراش مجسمہ تیار کرتے وقت چوٹی سے ایڑی تک پتھر کے ہر ہر مقام پر نظر رکھتا اور تمام حصص میں توازن و تناسب قایم کرتا ہے۔ معمار عمارت کی ہر ہر اینٹ موزونیت کے ساتھ رکھتا اور تمام عمارات کے حصوں میں ایک مجموعی مناسبت قایم کرتا ہے۔ موسیقی کا ماہر ایک ایک سُر کو تول کر نکالتا اور نغمے کے مختلف اجزا میں پستی و بلندی قایم کر کے ایک مجموعی موزونیت پیدا کرتا ہے۔ اسی طرح

تا بدو فرسنگ بہ پیرامنش　　　روضۂ باغ و چمن گلشنش
(صفحہ ۳۳)

تا فلک از جون بدو دادہ آب

دجلہ رواں بر دبغداد آب　(صفحہ ۳۳)

دہلی میں اس زمانہ میں تین حصار تھے، دو پُرانے، ایک نیا ؎

از سہ حصارش دو جہاں یک نظام

وز دو جہاں یک نفس دہ سلام　(صفحہ ۲۸)

(۱) حصنِ برونیش ز عالم برون　　　عالمِ بیرونش حصن اندر دل

(۲) حصنِ درونیش تو گوئی گر　　　چرخ بزیرست و حصارش زبر

(۳) گفت حصارِ نو او را سپہر　　　کاے فلکِ نو بکمن دارِ مہر

ملک ز در دازۂ او فتح باب　　　سیز دہ دروازہ و صد فتح باب

ہر دم از اں قلعۂ مینو سرشت　　　قلعۂ فیروزہ شدہ خشت خشت (صفحہ ۲۸-۲۹)

پہلے دو حصار میں ایک جو باہر کی طرف تھا غالباً قدیم دہلی کی شہر پناہ ہی اور حصار اندرونی شہر کا شاہی قلعہ۔ حصارِ نو سے غالباً حصارِ شہرِ نو واقع کیلو کھری مراد ہی۔ کیلو کھری کا محل وقوع دہلیِ کہنہ سے تقریباً تین میل کے فاصلے پر شمال مشرق کی جانب جمنا کے غربی کنارے پر ہی۔ یہیں پر کیقباد نے ایک قصر تعمیر کیا تھا جس کی مفصل کیفیت قران السعدین میں بدیں عنوان لکھی ہی ؎

اس نے ایک ایک خیال لیکر کھینچے اور جوراگ اس نے ایک ایک حرف جوڑ کر پیدا کیا ہے اُن سے کہاں تک خسرو فنون لطیفہ کے بڑے اُستادوں کی صف میں جگہ پانے کا مستحق قرار پاتا ہے۔

(۳)

قران السّعدین کے بعض نسخوں پر اس مثنوی کا نام "مثنوی در صفتِ دہلی" لکھا ہوا پایا گیا ہے اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ مثنوی مذکور میں خسرو نے جہاں مختلف اشیاء کے "صفات" لکھے ہیں، وہاں دارالسلطنت اور اُس کی مشہور عمارات وغیرہ کی توصیف بھی کی ہے۔

قران السعدین سے محققینِ آثارِ قدیمہ کو کیقباد کے عہد میں دہلی کے متعلق بعض مستند حالات معلوم ہو سکتے ہیں جو ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

دہلی کو اس عہد میں قبۃ الاسلام کے لقب سے نامزد کیا جاتا تھا ؂

"قبۂ اسلام شدہ در جہاں
بستہ او قبۂ ہفت آسماں" (صفحہ ۲۹)

شہر پہاڑی پر آباد تھا اس کے گرد دو میل تک باغ تھے اور دریائے جمنا اُس کے قریب آبیاری کرتا تھا ؂

شہر ز بس بحر عجائب نما | بحر دمے گشت بکوہ آشنا
زاں بدلِ کوہ گرفتہ قرار | تا کند اقلیم عدو سنگسار (صفحہ ۳۰)

ان اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ شہر نو جمنا کے قریب واقع تھا اور قصرِ نو دریا کے عین کنارے پر تعمیر کیا گیا تھا۔ اور اس کا عکس دریا میں پڑتا تھا۔ نیچے کا حصہ اینٹوں سے بنا تھا، جس پر چونہ اور سفیدی ہو رہی تھی۔ اوپر کے حصہ میں سنگِ سفید لگا تھا۔ اس قصر کے ایک طرف جمنا تھی، اور دوسری طرف باغ تھا، جو بارگاہ سے اسقدر قریب تھا کہ درختوں کی شاخیں بارگہ کے اندر داخل ہوتی تھیں ۔ع

جائگہِ بار شدہ بارگاہ

اس مصرع میں لفظ بار میں لطیف ایہام ہے۔ معنی مقصود یہ ہے کہ بارگاہ قربِ باغ کے باعث شاخوں کے داخل ہونے کی وجہ سے پھلوں کے رکھنے کی جگہ ہو گئی ہے۔ معنی قریب جن کی طرف پہلی نظر میں ذہن منتقل ہوتا ہے یہ ہیں کہ "بارگاہ" دربار کی جگہ ہے۔ غرۃ الکمال میں بھی قصرِ معزی کی تعریف میں ایک چھوٹی سی مثنوی ہے جس کے چند اشعار درج ذیل کیے جاتے ہیں ؎

زہے فرخندہ قصرِ آسماں سائے	کہ ہست از رفعتش مہ آسماں جائے
بروئے آب فردوسِ جہاں تاب	کجا فردوس خود باشد بریں آب
باٰبِ جون خ ادہ صنعت ذ لون	زمیں پوشیدہ زیشش لبِ جون
خیالِ قصر کاندر آب زد تاب	فلک را سرنگوں افگند در آب
نظیرے این چنیں قصرے محالست	مگر در آب بینی واں خیالست
زمینش مہ بلندی آسماں گیر	مبارک باد بر شاہِ جہاں گیر

صفتِ قصرِ نو و شہرِ نو اندر لبِ آب

کہ بود عرصۂ رفرف چو رفتِ آں ایوان (صفحہ ۵۴)

ضروری اشعار ذیل میں درج کیے جاتے ہیں ؎

رفت بجلوہ گری در داد عون — از مدد دست چو در بیضۂ جون
قصر شد از فرشِ ارجمند — چون فلک از منزلت خود بلند
قصر نگویم کہ بہشتے فراخ — روضۂ طوبیٰ درِ او در اشاخ
بامِ سفیدش بفلک سودہ گر — گرد بخورشید سفیدی ابر
آئینہ گشتہ زنبجِ صاف خشت — دید درِ او صورتِ خود را بہشت
نخلِ ستونش بمقامِ ستاد — قصرِ ارم را شدہ ذات العماد
طرفہ عروسے شدہ آراستہ — آئینہ از آبِ رواں خواستہ
چون گرہ گشت حبابے عیان — قصرِ نو از تہِ آبِ رواں
ہمچو دو آئینہ مقابل ز تاب — آب درو عکس نما او در آب
طاقِ بلندش بفلک گشتہ جفت — حاملِ او شد فلک اندر نہفت
کنگرِ طاقش بزبانِ دراز — پیشِ فلک گفت سخنہای راز
سنگِ سفیدش کہ شدہ بر سپہر — آمدہ از مہر و شدہ ہم بمہر
یک طرفش آب و دگر سوی باغ — باغ و لبِ آب زدہ سوی شاخ
شاخ ہر بار گہ گردن راہ — جا گہِ بار شدہ بارگاہ

(صفحہ ۵۴-۵۶)

مترشح ہی۔ ”صفتِ قصرِ نو و شہرِ نو اندر لبِ آب“ میں اُنھوں نے صرف قصر کی تعریف کی ہی اور اسی کو کیقباد کی طرف منسوب کیا ہی۔ ”شہرِ نو“ کے متعلق کچھ نہیں لکھا حالانکہ یہ امر یقین ہی کہ اگر شہرِ نو میں قصر کے علاوہ کوئی حصہ معز الدین کا تعمیر کیا ہوا ہوتا تو اس کا ذکر وہ ضرور کرتے۔ علاوہ ازیں کیقباد ۶۸۶ھ میں تخت پر بیٹھا اور اگر یہ مان لیا جائے کہ اُس کا جلوس اوائل سال میں وقوع میں آیا (اور قرائن کا یہی تقاضا ہی) تو ذوالحجہ ۶۸۶ھ تک جبکہ بادشاہ دار السّلطنت سے روانہ ہو کر کیلوکھری قصرِ معزی کو گیا ہی کسی طرح نیا شہر بسنا قیاس میں نہیں آسکتا۔ اسقدر قلیل مدت صرف ایک عالی شان محل کی تعمیر کے لیے کافی ہی۔

قصر کی تعمیر کے بعد کیقباد کا اس کو اپنا دار السّلطنت قرار دے لینا خود ظاہر کرتا ہی کہ شہرِ نو اس کے زمانہ میں اسقدر آباد تھا کہ فوراً دار السّلطنت بنا لینے میں کچھ بھی دقت نہیں ہوئی چنانچہ جب کیقباد کے بعد جلال الدین خلجی تخت پر بیٹھا تو اس نے اس مقام کو اپنا دار السّلطنت منتخب کر لینے میں کوئی دقت نہیں دیکھی۔ البتہ اس کے زمانے میں اس شہر کو ترقی حاصل ہوئی۔

دہلی کی عمارات اور آثار میں اس زمانے میں تین چیزیں امتیازِ خاص رکھتی تھیں مسجد جامع، منارۂ ماذنہ، اور حوضِ سلطانی۔ خسرو نے اور بھی جہاں کہیں دار السلطنت کی یاد کی ہی انھیں تین چیزوں کو خصوصیت کے ساتھ شمار کیا ہی۔[۱]

[۱] مثلاً دیکھو مثنوی تحفہ (مخطوطہ) غرۃ الکمال بنام تاج الدین زاہد از آدرہ

معزالدین کہ دنیا را بیاراست | زبانش دین و دنیا را بیاراست
شہنشاہ کیقباد آں افسرِ ملک | کہ چوں افسر برآمد بر سرِ ملک
خداداد ست را ایامِ جوانی | ببیں ملکے چو ملکِ جاودانی

بعض گزشتہ اور موجودہ مورخین نے "شہر نو" کی تعمیر کو بھی غلطی سے معزالدین کیقباد کی طرف منسوب کیا ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ "شہر نو" اس نام سے کیلوکھری میں پہلے ہی سے آباد تھا۔ چنانچہ جلوسِ ناصری کے پندرھویں برس ۶۵۸ھ میں جس وقت ہلاکو خاں کے سفیر ناصرالدین محمود کے دربار میں پیش ہوئے اُس وقت (بقول صاحب طبقات ناصری جس نے یہ حالات چشم دید بیان کیے ہیں) دو لاکھ پیادہ اور پچاس ہزار سوار اور اہالیانِ دہلی کی بیس بیس صفیں دو طرفہ "شہر نو" واقع کیلوکھری سے لیکر قصرِ شاہی واقع دہلی تک پھیلی ہوئی تھیں۔ سفرا شہرِ نو سے جانب دارالسلطنت روانہ ہوئے۔

"بقدرِ دو لک پیادہ تمام بحضرت آمدہ و بقدرِ پنجاہ ہزار سوار آمادہ برگستوان
و برق و تعبیہ ساختہ و خلق و عوامِ شہر از معارف و اوساط و ارذال چندان
مرد از سوار و پیادہ و بیروں رفت کہ از "شہرِ نو" کیلوکھری تا دروں شہر کہ
قصر سلطنت بود بیست صف مرد گشت بہ گشت چوں باغ فراہم یافتہ کتف بر
نہادہ صف در صف ایستادہ..... چوں رسلِ ترکستاں از "شہرِ نو"
بر نشستند الخ۔"

اس کا بہترین ثبوت کہ شہر نو کی بنیاد کیقباد نے نہیں ڈالی خود خسرو کے بیان سے

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ منارہ ماذنہ تھا۔

بعض محققینِ آثار کو (جن کی نظر سے غالباً یہ اشعار نہیں گزرے) اس سے انکار ہے۔ لیکن خسرو کا بیان سندِ قطعی ہے۔ اور اس میں کوئی شبہ کی گنجایش نہیں۔ فیروز شاہ تغلق کے زمانے میں منارۂ مذکور میں بجلی گرنے سے خلل آگیا تھا اور اُس نے اوپر کے حصّہ میں بہت کچھ اضافہ اور ترمیم کی، لیکن خسرو کے زمانے میں یہ منارہ اصلی حالت میں موجود تھا۔ اور ابن بطوطہ نے بھی ترمیم مذکور سے کچھ ہی دن پہلے محمد تغلق کے عہد میں اس منارہ کو دیکھا تھا۔ خسرو کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ منارۂ مذکور کے اوپر چتر (یا قبہ) بنا ہوا تھا جس کا اوپر کا حصّہ سونے کا تھا۔ ابن بطوطہ کی اس مینار اور چتر کے متعلق حسب ذیل عبارت ہے:

"یہ مینار سرخ پتھر کا بنا ہوا ہے۔ حالانکہ مسجد سفید پتھر کی ہے۔ مینار کے پتھروں پر نقش کندہ ہیں اور اُن کا اوپر کا چتر خالص مرمر کا ہے اور لٹو زرِ خالص کے ہیں۔"

خسرو اور ابن بطوطہ کے بیانات پر غور کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ منارۂ مذکور بحالتِ اصلی محض سرخ پتھر کا تھا، جس کے اوپر ایک سنگ مرمر کا چتر تھا اور چتر کے لٹو اور کلس (غالباً) سونے کے تھے۔ افسوس ہے کہ جہاں تک ہمیں معلوم ہے خسرو نے کہیں اسکے متعلق کنایۃً بھی ذکر نہیں کیا کہ اُس زمانے میں مینار مذکور کے کتنے درجے تھے۔

حوضِ سلطانی کے متعلق ؎

مسجد جامع کے متعلق حسب ذیل اشعار قابلِ غور ہیں ؎

غلغلِ تسبیح بگنبد درون — رفتہ زہ گنبدِ والا برون

گنبدِ او سلسلہ پیوند راز — سلسلہ چون کعبہ شدہ حلقہ ساز

درِ مسقّفش زسما تا زمین — نصب شدہ جملہ ستونہائے دین (صفحہ ۳۰)

ان اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں مسجد مذکورہ میں نو گنبد تھے مسجد کی چھت کے نیچے جا بجا ستون قایم تھے ؎

درِ مسقّفش زسما تا زمین — نصب شدہ جملہ ستونہائے دین

یہ وہی ستون تھے جو مسجد مذکورہ کی تعمیر سے پہلے رائے پتھورا کے مندر میں لگے ہوئے تھے ان میں سے کچھ ستون اس وقت بھی موجود ہیں اور مسجد مذکور کا محلِ وقوع بتاتے ہیں

منارہ کے متعلق ؎

نخلِ منارہ چو ستونے زسنگ — از پئے سقفِ فلکِ شیشہ رنگ

آن کمر زر بر سرش افسر شدہ است — سنگ ز نزدیکیِ خور زر شدہ است

سنگِ وے از بس کہ بخورشید سود — زد زرِ خورشید عیارے نمود

سنجر سنگیں کہ ستونِ سپہر — آمدہ از مہر و شدہ ہم بمہر

از پئے بر رفتنِ ہفت آسمان — کرد زمین تا بفلک نردبان

گرد سرش کرد موذن چو گشت — قامتش از مسجدِ عیسےٰ گذشت

موذنش آن جا کہ اقامت کشید — قامتِ موذن نتواند رسید (صفحہ ۳۱)

التمش کا چبوترہ موجود تھا۔

اس مثنوی میں خسرو نے علاوہ دہلی کے خاص اُس کے مضافات و حوالی کا بھی ذکر کیا ہی۔

کیقباد اپنے لشکر کے ساتھ دار السلطنت سے روانہ ہو کر سیری میں خیمہ زن ہوا

کوکبۂ زین نمط انجم شمار
رفت بروں با علم شہریار

نصب شد اعلام مبارک حلول
گرد سرا پردہ بسیری نزول

بارگہ شاہ دراں بوستاں
رشکِ ظفر داشت بہندوستاں (صفحہ ۳۸)

بارگہ خاص بسیری رسید
سبزۂ تر بر سر سبزی رسید

دائرہ خیمہ بسیری قطار
ابر فرود آمدہ در مرغزار

بس کہ دراں گلشن مینو نشاں
شاہ شد از ابر کرم دُر فشاں

ہر کہ دریں سبزہ نظر در گرفت
قطرہ طلب کرد و گہر بر گرفت (صفحہ ۴۰)

اِن اشعار سے معلوم ہوتا ہی کہ اس زمانے میں "سیری" سبزہ زار تھا۔ کوئی تیرہ یا چودہ برس بعد علاء الدین نے حملہ مغل کے وقت دہلی سے نکلکر اسی میدان میں جنگ کی تھی اور فتحمند ہونے پر بطور فالِ نیک اپنے دار السلطنت کے لیے اس موقع کو انتخاب کیا تھا۔ اس کے جانشین کیقباد نے حصار و عمارات سیری کی تکمیل کی۔ اور اس کا نام "دار الخلافہ" رکھا۔ یہ حالات مفصل طور پر امیر خسرو نے مثنوی نہ سپہر میں لکھی ہیں۔

حوالی شہر میں تلپٹ، اندپٹ اور افغان پور کا بھی ذکر کیا ہی۔

در کمر تنگ میانِ دو کوه — آبِ گہر صفوت و دریا شکوه

ساختہ سلطانِ سکندر صفات — در سرِ کوه آئینهٔ آبِ حیات

شہر گر از وے نبود آب کش — کس نخورد در ہمہ شہر آبِ خوش

در تہِ آبش ز صفا ریگِ خرد — کور تواند بدلِ شب شمرد

سیلِ وے آہنگ بکہسار کرد — کوه تبر دامنے اقرار کرد

چوں مہ دو جز زمینش ز نشیب و فراز — ز آب ز کوه آمده و رفتہ باز

چوتره و قصر بلندش در آب — گشت ازاں ساغرِ صافی حباب

رود بے زو شده تا آبِ جون — جوئے ز پئے آب ازو جستہ عون

گرد وے از اہلِ تماشا گروه — دامنِ خیمہ شده دامانِ کوه (صفحہ ۳۴)

ان اشعار سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ حوض جس کو سلطان التمش نے (سنہ ۶۲۷ھ ۱۲۲۹ء میں) تعمیر کیا تھا دو پہاڑوں کے بیچ میں واقع تھا اور اس کی موجیں دامان کوہ سے ٹکراتی تھیں۔ تمام شہر کو میٹھا پانی یہیں سے دستیاب ہوتا تھا۔ دریائے جمنا سے اُس حوض تک بہت سے نالے نکالے گئے تھے۔ پانی ایسا صاف شفاف تھا کہ تہ کی ریگ دکھائی دیتی تھی۔ بیچ حوض میں ایک چبوترہ بنا ہوا تھا جس پر ایک عمارت بھی قائم تھی۔ شہر کے لوگ تفریحِ طبع کے لیے یہاں آتے اور دامنِ کوہ پر خیمہ زن ہوتے تھے۔

علاء الدین کے زمانہ میں اس حوض کی مرمت ہوئی تھی اور بیچ میں ایک خوشنما گنبد تعمیر کرا دیا گیا تھا۔ قران السعدین کے بیان سے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ اس گنبد سے پہلے

میمنہ بر تلپتہ زد و میسرہ ۔۔۔ بود میان اندپتہ میسرہ
پیل گراں سنگ بہ بہاپور بود ۔۔۔ قلب چو دریاش درآمد بجو د
پیش بہاپور بعقد رسہ میل ۔۔۔ سنگ گراں سرشدہ از پای پیل (صفحہ ۱۵۲)

لشکر شاہی کا میسرہ یا بازو تلپت میں، الغا اندپت میں اور بہاپور میں قلب لشکر تھا۔ اندپت (اندرپت یا اندر پرست) کا محل وقوع دہلی کہنہ سے ساڑھے ۷ میل شمال مشرق کی طرف ہی جہاں فی زمانہ پرانا قلعہ یا قلعہ دین پناہ ہمایوں بنا ہوا ہی۔

تلپت کا ذکر ابن بطوطہ نے بھی کیا ہی وہ لکھتا ہی کہ "تلپت دہلی سے سات آٹھ میل کے فاصلے پر ہی"۔ اب بھی اس نام کا ایک پرانا گاؤں متھرا کی سڑک کے پاس ضلع دہلی میں دہلی سے کوئی تیرہ میل جنوب مشرق کی طرف واقع ہی۔ اس زمانے کی تاریخوں میں اس کا ذکر کثرت سے پایا جاتا ہی۔ دہلی سے پورب کو آتے جاتے جمنا کو پار کرتے وقت یہ مقام ملتا ہی۔

بہاپور۔ اس کا محل وقوع خسرو کے بیان سے اس طرح تحقیق ہوتا ہی کہ وہ اندپت اور تلپت کے بیچ میں تھا۔ بدایونی نے دو جگہ اس کا ذکر کیا ہی ایک تو اس موقع پر جب کیقباد کے مرنے سے پہلے جلال الدین خلجی نے شمس الدین کیکاؤس کو (جسے اہالی دہلی نے تخت نشین کر دیا تھا) بہارپور میں جہاں جلال الدین خود مقیم تھا نظر بند کر لیا۔ اور دوسرے اس موقع پر جب کیقباد کے قتل ہونے کے بعد بہاپور میں کیکاؤس کو تخت نشین کیا گیا۔

"شہر نو" (کلوکھری) روانہ ہوکر بادشاہ نے پہلی منزل حدود تلپت و افغان پور

میں کی ہے

کوچ سپہ کرد شہ از شہرِ نو | داد جہاں را ز ظفر بہرِ نو
منزلِ اوّل کہ شد از شہر دُور | بود حد تلپت و افغان پور
یافت سراپردہ در آن جا مقام | دشت در آمد ز ستمبا بلم (صفحہ ۹۰)

افغان پور کا محل وقوع بدایونی نے تغلق آباد سے تین کوس بیان کیا ہے یہیں پر بنگال سے واپس ہوتے ہوئے محمد تغلق نے اپنے باپ غیاث الدین تغلق کا اس محل میں استقبال کیا تھا جو غیاث الدین پر گر کر اس کی موت کا موجب ہوا۔

(دیکھو ابن بطوطہ اور بدایونی)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ افغان پور تغلق آباد سے تین کوس مشرق کی طرف واقع تھا جو جمنا کو عبور کرنے کے بعد تغلق آباد کے راستہ میں پڑتا تھا۔

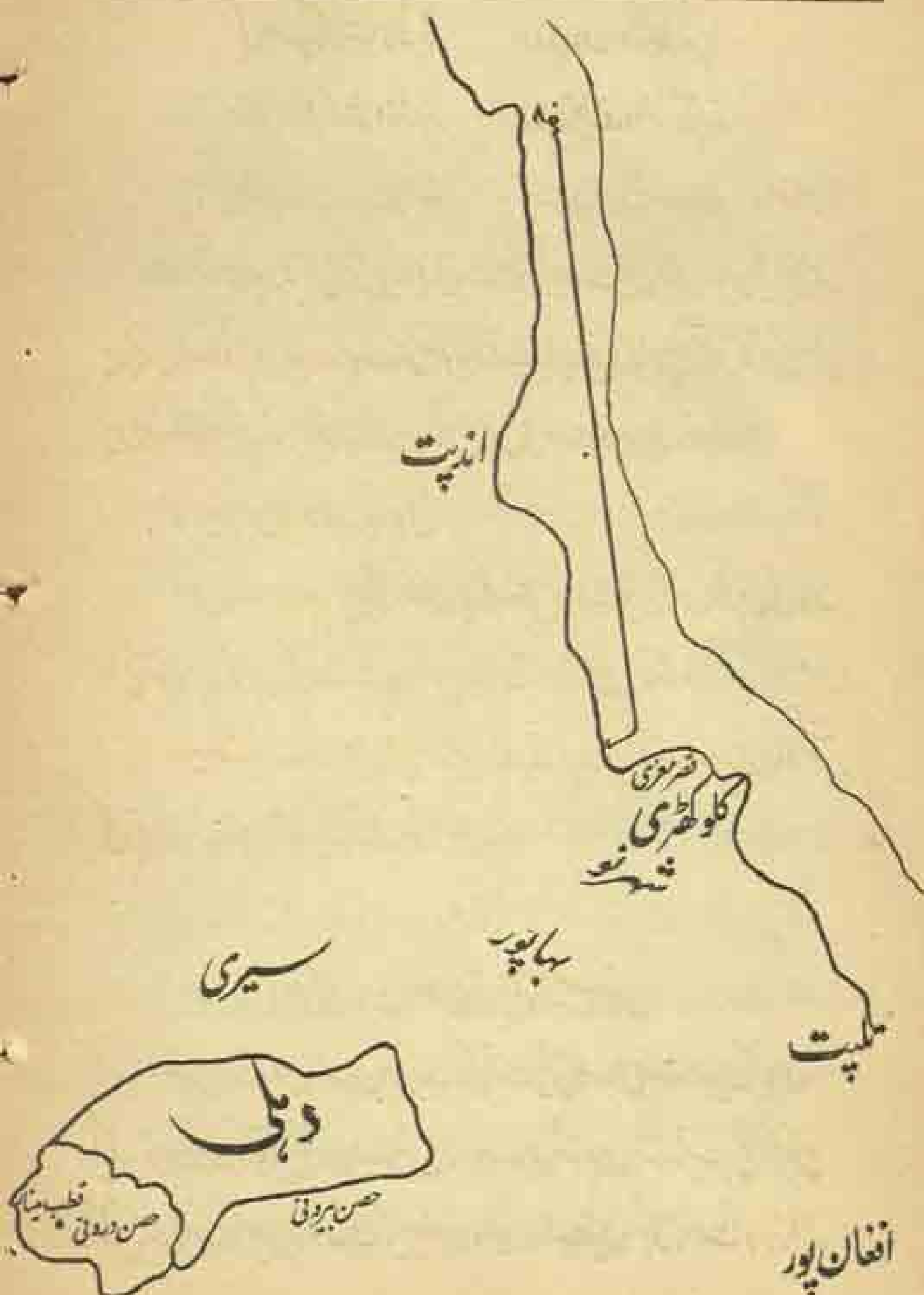
ان مضافات کے محل وقوع کو سمجھنے کے لیے ہم جداگانہ ایک سرسری خاکہ اس وقت کی دہلی کا دیتے ہیں۔ (دیکھو نقشہ مقابل صفحہ ہذا)

(۴)

قران السعدین کا سلسلۂ تواریخ و شہور و سنین

خسرو نے قران السعدین میں کیقباد کی تخت نشینی کا سال ۶۸۶ھ بیان کیا ہے۔ لیکن خلافِ عادت جلوس کی تاریخ اور مہینہ نہیں دیا۔ دوسری مثنویوں مثلاً نہ سپہر، فتح الفتوح تغلق نامہ وغیرہ میں وہ نہ صرف تاریخ اور دن دیتے ہیں بلکہ ساعت اور زائچہ

نقشہ دہلی قدیم مع مضافات بعہد معز الدین کیقباد (۶۸۶ھ تا ۶۸۹ھ)



(۳) بنا بریں باقی مثنوی کے تمام واقعات ذوالقعدہ ۶۸۸ھ اور جلوس کیقباد ۶۸۶ھ کے مابین ہوئے۔

(۴) بادشاہ اخیر ذی الحجہ میں دہلی سے کلوکھری گیا تھا اور وسط ربیع الاوّل میں لشکر کی روانگی جانب اَوَدھ ہوئی تھی۔

اِس سے معلوم ہوتا ہی کہ دار السلطنت سے کیقباد ذی الحجہ ۶۸۶ھ میں اور لشکر وسط ربیع الاوّل ۶۸۷ھ میں روانہ ہوا۔

(۵) جیسا کہ اُنھوں نے منظوم خط میں بیان کیا ہی دو مہینے کے سفر کے بعد لشکر اَوَدھ پہنچا۔ اس حساب سے لشکر کا پہنچنا وسط جمادی الاولیٰ ۶۸۷ھ میں ہوا یہی مہینہ قران السّعدین کے خاص واقعہ یعنی ملاقات کا سمجھنا چاہیے۔

قران السعدین میں ملاقات کے طالع و وقت وغیرہ کے بیان میں (دیکھو صفحہ ۱۶۷) حسب ذیل شعر بھی درج ہے۔

تیرہ شبے دمہ گردوں بخواب

ماہ زمیں منتظرِ آفتاب (صفحہ ۱۶۸)

اِس سے معلوم ہوتا ہی کہ یہ واقعہ اخیر جمادی الاولیٰ ۶۸۷ھ میں وقوع میں آیا۔

(۶) میں جلوسِ کیقباد کی تاریخ ۶۸۶ھ کے نصف اوّل میں قرار دیتا ہوں اس لیے کہ ذی الحجہ ۶۸۶ھ سے پہلے قصرِ شاہی کلوکھری میں تعمیر ہو چکا تھا اور ناصر الدین محمود بلبن کی وفات اور کیقباد کی تخت نشینی کی خبر پا کر لکھنوتی (بنگال) ہی

تک بیان کر دیتے ہیں۔ مثنوی کے واقعات کے متعلق بجز دو مقامات کے اُنھوں نے کہیں پر سنہ نہیں دیا۔ حالانکہ بعض جگہ مہینوں کا ذکر کیا ہے اور ہر جگہ واقعات کے ساتھ موسموں اور فصلوں کی کیفیت بیان کی ہے۔

سال جلوس کے علاوہ جو دوسرا سنہ اُنھوں نے بیان کیا ہے وہ مثنوی کے ختم ہونے کی تاریخ یعنی رمضان ۶۸۸ھ ہے۔

ساختہ گشت از روشِ خامۂ | از پسِ شش ماہ چنیں نامۂ
در رمضاں شد بسعادت تمام | یافت قران نامۂ سعدین نام
آنچہ بتاریخ ز ہجرت گزشت | بود سنہ شش صد و ہشتاد و ہشت (صفحہ ۲۴۰)

دوسرے واقعات کی تاریخ کا سلسلہ اسی تاریخ کے ذریعہ سے اس طرح قائم ہوتا ہے۔

(۱) خسرو نے یہ مثنوی اَودھ سے لوٹ کر رمضان ۶۸۸ھ میں چھ مہینے کی محنت کے بعد لکھی۔

(۲) اُن کا دہلی پہنچنا ماہِ ذیقعدہ میں ہوا۔

ہمچو مہِ عید خوش و شاد بہر
(صفحہ ۲۲۲)
در مہِ ذیقعدہ رسیدم بشہر

مثنوی کی تصنیف میں جو چھ مہینے صرف ہوئے اُن کا لحاظ رکھتے ہوئے اس مہینے سے ذو القعدہ ۶۸۷ھ مقصود ہے۔

ایک ماہ کے سفر کے بعد خسروؔ اَوَدھ سے دہلی واپس ہوئے ؎

یک مہِ کامل بکشیدم عناں
(صفحہ ۲۲۲)
راہ چنیں بود و کشش آں چناں

اب اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ جمادی الاولیٰ ۶۸۶ھ ہی میں اَوَدھ پہنچ گئے تھے اور اخیر شوال ۶۸۶ھ میں وہاں سے واپس روانہ ہوئے تو اُن کے قیام اَوَدھ کی مدت زیادہ سے زیادہ پانچ مہینے ہوتی ہے۔

اس اختلاف کے رفع کرنے کی صورت حسب ذیل ہے۔

جیسا کہ خسرو نے دیباچہ غرۃ الکمال میں بیان کیا ہے کیقباد کی تخت نشینی کے وقت اُنھوں نے عزلت نشینی ترک کر کے حاتم خاں خان جہاں کی ملازمت اختیار کر لی تھی۔ ایک اور جگہ لکھا ہے کہ جس وقت کیقباد نے اَوَدھ سے مراجعت کرتے ہوئے خان جہاں کو اقطاع اَوَدھ حوالہ کئے تو خسرو خان جہاں کے ساتھ سابق تعلق کی بنا پر اَوَدھ جانے پر مجبور ہو گئے۔

اب اگر یہ مان لیا جائے کہ جلوس معزی اوائل ۶۸۶ھ کے وقت سے خان جہاں اَوَدھ میں تھا، تو خسرو کا تقریباً دو سال تک اَوَدھ رہنا ثابت ہو جاتا ہے۔ اگرچہ یہ امر مسلم ہے کہ وہ اخیر دفعہ دہلی واپس آنے سے آٹھ مہینے پہلے ممکن ہے کہ محض چند روز کے لئے دہلی آئے ہوئے تھے۔

چلکر اَوَدھ پر لشکرکشی کرچکا تھا۔ ان واقعات کے لیے میرے خیال میں کئی مہینے درکار ہیں۔

اس مثنوی میں خود اپنے متعلق امیر خسرو کا بیان غور طلب ہی وہ لکھتے ہیں کہ وہ دربار معزی میں باریاب ہونے سے پیشتر اَوَدھ میں چھ مہینے رہے ؎

با علمِ فتح دراں راہِ دور — سایہ فشاں شد بحدِ کیقبود
خان جہاں حاتمِ مفلس نواز — گشت باقطاعِ اَوَدھ سرفراز
من کہ بدم چاکرِ او پیش ازاں — کرد کرم زانچہ بجد بیش ازاں
در اَوَدھم برد بہ لطفے چناں — کیست کہ از لطف بتابد عناں
غربتم از احسانش خانم گزشت — رسم وطنِ اصل فراموش گشت
در اَوَدھ از بخششِ او تا دو سال — ہیچ غم و نالہ نبود از منال
من نہ بے شرمِ خداوندِ خویش — رفتہ زجائے خود و پیوندِ خویش (صفحہ ۲۲۱)

اس بیان سے ظاہراً یہ مترشح ہوتا ہی کہ وہ دو برس تک مسلسل دہلی سے جدا اَوَدھ میں خان جہاں کے ساتھ رہے لیکن یہ قیاس صحیح نہیں ہی۔ اس لیے کہ جیسا کہ اُس منظوم خط سے جس کے اشعار اوپر نقل کیے جاچکے ہیں معلوم ہوگا وہ ربیع الاوّل ۶۸۶ھ میں لشکرِ شاہی کے ہمراہ دہلی سے روانہ ہوئے تھے اور جیسا کہ قران السعدین سے معلوم ہوتا ہی ذی الحجہ ۶۸۶ھ میں دہلی واپس آگئے تھے۔ لشکرِ شاہی دو مہینے کی مسافت کے بعد وسط جمادی الاولیٰ ۶۸۶ھ میں اَوَدھ پہنچا اور جیسا کہ قران السعدین سے معلوم ہوتا ہے

امیر خورد اپنے باپ کی زبانی بیان کرتے ہیں کہ جس وقت حضرت شیخ نظام الدین حضرت شیخ فریدالدین کے مرید ہو کر دہلی تشریف لائے ہیں وہ امیر خسرو کے نانا راوت عرض (عماد الملک) کے مکان میں دو برس تک مقیم رہے (سیر الاولیا صفحہ ۱۰۸) یہ زمانہ امیر خسرو کی آغازِ شاعری کا تھا۔ جو نظم لکھتے تھے حضرت شیخ کی خدمت میں پیش کر دیتے تھے چنانچہ خسرو نے طرز صفاہانیان "بر غرکسرائی شیخ کی فرمایش سے شروع کی تھی (سیر الاولیا صفحہ ۱۰۳)

الغرض یہ گمان تو صحیح نہیں ہو سکتا کہ اس مثنوی یا اس پہلی مثنویوں میں مدحِ شیخ کا موجود نہ ہونا عدمِ تعلقات کا اظہار کرتا ہے لیکن اس فروگذاشت کی کوئی نہایت قوی وجہ ہمارے سمجھ میں نہیں آتی یہ ہو سکتا ہے کہ چونکہ خمسہ کا آغاز شیخ کی بشارتِ روحانی سے ہوا تھا (دیکھو مطلع الانوار خلوت سوم) سب سے پہلے منقبتِ شیخ کا التزام کرنے کا خیال اُسی وقت سے پیدا ہوا اور چونکہ خسرو کا وفورِ عقیدت اور رسوخ روز افزوں ترقی کرتا رہا اس لیے یہ التزام اخیر تک قایم رہا۔

(۶)

مثنوی قران السعدین کا ایک شعر تاریخی دلچسپی رکھتا ہے۔ خسرو نے کشتی کی تعریف میں لکھا ہے ؎

ماہِ نوی کاصلِ وے از سال خاست
گشت یکے ماہ بدہ سال راست (صفحہ ۱۴۵)

(۵)

خسرو کی اکثر مثنویوں میں حمد و نعت کے بعد اپنے مرشد سلطان المشائخ حضرت شیخ نظام الدینؒ کی تعریف ہوتی ہے۔ خمسہ کی تمام مثنویوں اور عشیقہ اور نہ سپہر میں یہ التزام ہے۔ تغلق نامے کا ابتدائی حصہ موجود نہیں ہے۔ اس میں بھی اغلباً مدح شیخ ہوگی۔ خمسہ سے پہلے کی مثنویوں میں البتہ یہ التزام نہیں پایا جاتا۔ چنانچہ قران السعدین میں مدح شیخ کی موجود نہیں ہے۔ کیا اس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ قران السعدین اور اس سے پہلی مثنویوں کی تصنیف کے وقت خسرو کے تعلقات شیخ رحمہ اللہ سے پیدا نہیں ہوئے تھے؟

یہ قیاس واقعات کے قطعاً خلاف ہے۔ تحفۃ الصغر میں جو امیر کا پہلا دیوان ہے اور جس میں بیس برس تک کا کلام پایا جاتا ہے، شیخ کی تعریف میں ایک نہایت عمدہ ترکیب بند اور رباعیات اور قطعات موجود ہیں۔ وسط الحیوٰۃ میں بھی مدح شیخ میں قصائد وغیرہ ہیں۔

علاوہ اس داخلی سند کے معتبر ترین تاریخی شواہد سے بھی یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچتا ہے کہ شیخ کے ساتھ امیر خسرو کے تعلقات کی ابتدا عنفوانِ شباب سے ہوئی۔ اس بارے میں سب سے زیادہ قابلِ وثوق بیانات سیر الاولیاء کے مصنف سید محمد مبارک کرمانی (المعروف بہ امیر خورد) کے ہیں جو تقریباً معاصر مورخ کی حیثیت رکھتے ہیں اور جن کے آباؤ اجداد کے حضرت شیخ اور امیر خسرو کے ساتھ نہایت گہرے مخلصانہ اور معتقدانہ تعلقات تھے۔

اُن کو تبدیل کرنے میں حصہ لیا۔ تاریخ جہاں ایک طرف بڑے آدمی بناتی ہے وہاں دوسری طرف بڑے آدمی تاریخ بناتے ہیں۔

خسرو دونوں لحاظ سے ہندوستان کی تاریخ میں نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ ایک طرف وہ اس دور کے صحیح نمائندہ ہیں اور دوسری طرف ہندوستان کی تاریخ پر اُن کا گہرا اثر پڑا ہے۔

دنیا کے بڑے آدمی اچھے ستاروں کے اجتماع کے وقت پیدا ہوتے ہیں۔ خسرو نے بھی کسی ایسی ہی گھڑی جنم لیا تھا۔ جس عہد میں پیدا ہوئے اُس کی "ترکیب ثلاثہ" اپنے ساتھ لیے ہوئے آئے اور اُن کی شاعری تمام آبائی قومی اور ملکی اثرات سے مل کر پیدا ہوئی۔ اُن کے باپ خالص ترک تھے، لیکن اُن کی ماں عماد الملک راوت کی بیٹی اور نسلاً ہندی تھیں۔ اُن کے باپ کا سایہ صغر سنی ہی میں اُن کے سر سے اُٹھ گیا اور انھوں نے اپنی ماں کی گود اور نانا کی سرپرستی میں نشو و نما پائی۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کی شاعری سراسر ایسے جذبات اور خیالات سے معمور ہے جنھیں وطن اور گھر کے اثرات کے علاوہ ماں کی جانب سے ورثۂ طبعی قرار دیا جا سکتا ہے۔ اُنکی آبائی زبان ترکی تھی اور قومی اور علمی زبان فارسی۔ جو اُس عہد میں ہندوستان کے مسلمانوں میں مشترک زبان کے طور پر بولی اور لکھی جاتی تھی۔ لیکن خسروؒ کی مادری زبان ہندوستانی تھی، جسے وہ بے انتہا عزیز رکھتے اور وقتاً فوقتاً اپنے شاعرانہ جذبات کے اظہار کا آلہ بناتے تھے۔ اسی وجہ سے اُن کی شاعری بحیثیت مجموعی ہندوستان کے اُس دلچسپ دور کا آئینہ ہے جس وقت

کہتے ہیں کہ جس وقت مولنا جامی نے اس شعر کو دیکھا تو انھیں سال اور ماده کے معنی سمجھنے میں بہت کچھ تردد ہوا۔ بالآخر انھوں نے اس شعر کی تفسیر میں ایک رسالہ تصنیف فرمایا اور بحث کا خاتمہ اس پر کیا کہ:-

"چیزے خواستہ کہ بزبانِ ہند مخصوص باشد"

نفائس المآثر کا مصنف کہتا ہے کہ جب سلطان حسین مرزا کے زمانے میں شیخ جمالی دہلوی خراسان گئے تو اُن کی ملاقات مولانا جامی سے بھی ہوئی۔ مولانا نے اس شعر کے معنی شیخ سے دریافت کیے تو شیخ نے کہا کہ "سال" دراصل ایک لکڑی کا نام ہے جس سے ہندوستان میں کشتی بنائی جاتی ہے۔[1]

خسرو نے اور بھی جابجا ہندی الفاظ کا آزادی سے اپنے یہاں استعمال کیا ہے اور اُن سے طرح طرح کے لطایف اور صنایع و بدایع پیدا کیے ہیں بالخصوص اس قسم کے الفاظ سے بکثرت مفید ایہام نکالے ہیں۔[2]

یہ قصہ ہمیں خسرو کی شاعری کی ایک اہم اور سبق آموز خصوصیت یاد دلاتا ہے جس کو یہاں مختصر طور پر بیان کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

دنیا کے بڑے آدمیوں کے حالات کا مطالعہ کرتے وقت (خواہ وہ زندگی کے کسی شعبے سے تعلق رکھتے ہوں) یہ دیکھا جاتا ہے کہ کہاں تک وہ اپنے حالات ماحول کا حاصل تھے اور کس حد تک اُنھوں نے بذاتِ خود گرد وپیش کے حالات پر اثر ڈالا اور

[1] یہ تمام قصہ ہفت آسمان میں لکھا ہے (دیکھو صفحہ ۹۰) [2] مثلاً قرآن السعدین میں ہندی اسماء اور اعلام کو تحریف سے محفوظ رکھنے کے لیے اس قسم کی پُر لطف صنعتوں کا استعمال کیا ہے۔

سمجھ کر قران السعدین قرار دیا اسی طرح ملک کا پریشان شیرازہ آپس کی محبت سے یکجا ہو سکتا ہے۔ اس وقت کے لیے قران السعدین سے خسرو کی یہ غزل بطور "پیامِ اُمید" سُن رکھنی چاہیے۔ جن سچے اور پاکیزہ انسانی جذبات کی ان اشعار میں ترجمانی کی گئی ہے اُن کی صحیح قدر اُسی وقت ہو سکتی ہے جب ہم اُن سے اخوت و یگانگت کو مضبوط کرنے اور محبت و رواداری کو ترقی دینے میں مدد لیں، جس کے ساتھ مستقبلِ وطن کی اُمیدیں وابستہ ہیں ؎

خرم آں لحظہ کہ مشتاق بیارے برسد — آرزومند نگارے بہ نگارے برسد
دیدہ بر رشتہ چو گل بندد و نبود خبرش — گرچہ در دیدہ ز نوکِ مژہ خارے برسد
لذتِ دیدنِ دیدار بجاں کار کند — جانِ بیکار شدہ باز بکارے برسد
گرچہ در دیدہ کشند ہیچ غبارش نبود — ہر کجا از قدمِ دوست غبارے برسد
لذتِ وصل نداند مگر آں سوختہ — کہ پس از دوریِ بسیار بیارے برسد
قیمتِ گل نشناسد مگر آں مرغِ اسیر — کہ خزاں دیدہ بود پس بہارے برسد

خسروا یار تو گر می نرسد خود می بر
بہر تسکینِ دلِ خویش کہ [illegible] برسد
(صفحہ ۱۹۲)

سید حسن برنی

ملک کے مختلف عناصر میں امتزاج و اختلاط ہو رہا تھا اور اہلِ ملک کے لیے زبان، جذبات، اور خیالات کی آمیزش اور موافقت کی شاہراہ تیار ہو رہی تھی۔

ملک کی اس مشترک تہذیب کی ترقی میں خسرو کا خاص حصّہ ہے۔ وہ وطن کی محبت کو ایمان سمجھتے تھے اس حق کو انھوں نے خوب ادا کیا ہے اور حب الوطنی کے جذبات کو ہر طرح مضبوط کرنے کی کوشش کی ہے۔ اسی طرح خیالات اور زبان کی آمیزش سے مشترک زبان کی بنیادیں جمانے اور اتحادِ خیالات پیدا کرنے میں جو حصّہ لیا ہے وہ کسی تفصیل کا محتاج نہیں ہے۔

جو سوت آج سے سات سو برس پہلے پہیلیاں اور گیت ہو کر پھوٹا تھا وہ آج سمندر ہو گیا ہے اور اس بحرِ اعظم کی تسخیر کے لیے موجیں مار رہا ہے۔ جو سُریلے راگ مسعود سعد سلمان اور خسرو نے ملکی زبان میں نکالے تھے وہ میرؔ اور غالبؔ، دردؔ اور سوداؔ، انیسؔ اور میر حسنؔ کے چہچے بن گئے ہیں۔ جو آواز اس ہندوستانی شاعر نے ملک کی حمایت اور محبت میں بلند کی تھی وہ آج تمام ملک کی صدا ہو گئی ہے اور آوازِ بازگشت کے طور پر حالی اور اقبالؔ کے دلکش نغموں میں سنائی دیتی ہے۔ مبارک ہے وہ شخص جو تاریخ کے صحیح رجحانات کو پہچانتا اور ان کی تائید اور ترقی میں ساعی ہو کر بعد کی نسلوں میں اپنا نام ہمیشہ کے لیے نیکی اور محبت کے ساتھ یاد کیے جانے کے واسطے چھوڑ جاتا ہے۔

آؤ اس تمہید کو ختم کرنے سے پہلے مثنوی قران السعدین کے اخلاقی نتیجے پر غور کریں جس طرح باپ اور بیٹے میں اختلاف کے بعد صُلح ہو گئی جسے شاعر نے مبارک

مُقَدَّمَہ

مثنوی قران السّعدین خسروؔ

نوشتہ

مولانا محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم

نقطۂ ہر حرف بزیب تریں
مردمکِ چشمِ معانی یقیں
اوجِ معانی نہ بمقدار طبع
لیک گزشتہ ز سمواتِ سبع

(از مثنوی قران السعدین)

(مجیب)

فہرست مضامین

مقدمہ

قران السعدین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مُقدّمہ

تقریبِ نظم و وجہِ تسمیہ

امیر خسروؒ دہلوی کی مثنویات میں یہ سب سے پہلی مثنوی ہے جس میں سلطان معزالدین کیقباد اور اُس کے باپ کی ملاقات کا قصّہ خود سلطانِ موصوف کے حکم سے ۶۸۸ھ میں امیر صاحب نے نظم کیا۔ اور مضمون کی مناسبت سے اس کا نام قِران السعدین رکھا۔

لفظ قِران کے لُغوی معنی تو اتصال یا ملاپ کے ہیں مگر نجوم کی اصطلاح میں آفتاب کے سوا باقی ستیاروں میں سے دو ستیاروں کا ایک جا نظر آنا اُن کا قِران کہلاتا ہے اور مشتری و زہرہ کو اہلِ تنجیم سعدِ اکبر و سعدِ اصغر سمجھتے ہیں اس لیے اِن دونوں کے قِران کو قِران السعدین کہتے ہیں۔ تو شاعر نے دو بادشاہوں کی ملاقات کو کہ ملک و ملت کے لیے موجبِ سعادت تھی تشبیہاً قِران السعدین



(۴) سلطان علاء الدین بن مسعود بن رکن الدین فیروز ۶۴۰ھ

(۵) سلطان ناصر الدین محمود بن التمش ۶۴۴ھ

سلطان غیاث الدین بلبن بلبن بندگانِ شمسی میں سے تھا۔ اس نے اپنی قابلیت سے اعلیٰ مناصب پائے۔ اور سلطان شمس الدین کی دامادی کا فخر بھی حاصل تھا۔ اصل و نسب کے لحاظ سے وہ ترکِ افراسیابی تھا۔ سلطان ناصر الدین محمود بن التمش کے عہد میں بیس سال تک وزیرِ سلطنت رہا۔ اور اس سلطان کی وفات کے بعد ۶۶۴ھ میں وہی ملک و سلطنت کا وارث ہوا۔

غیاث الدین کے دو بیٹے تھے:۔

بڑا سلطان محمود خاں المخاطب بہ قاآن ملک یہ ولی عہد سلطنت بھی تھا اور مغول چنگیزی کی یورش روکنے لیے اقطاع ملتان و سندھ کی حکمرانی اُس کے سپرد کی گئی تھی۔

چھوٹا بیٹا بغرا خاں تھا جو اقطاع سامانہ و سنام کی حکومت پر متعین تھا۔ قران السعدین کے دو ستیاروں میں سے ایک بغرا خاں ہے۔ لہٰذا اس کا حال کسی قدر تفصیل سے بیان کرنا مناسب ہے۔

سلطان ناصر الدین بغرا خاں عہد بلبنی میں لکھنوتی دار الصدر بنگال کا حاکم طغرل باغی ہو کر خود مختار بن بیٹھا تو سلطان بلبن ایک

۱؎ سلطان غیاث الدین بلبن کی اولاد کا سلسلہ ماں کی طرف سے سلطان شمس الدین التمش اور قطب الدین ایبک تک پہنچتا ہے۔

۲؎ فی زمانہ ریاست پٹیالہ و ملک پنجاب کے علاقہ جات سرہند شامل ہیں۔ ۳؎ شرقی بنگال میں ایک شہر تھا جو مدت تک حکام و سلاطین بنگال کا دار السلطنت [illegible]

سے موسوم کیا۔ بس یہ نام کنایہ ہی اصل قصہ سے۔

کچھ ابتدائی کیفیت امیر صاحب نے معزالدین کی تخت نشینی اور موسم سرما کے عیش و عشرت کا ذکر کرکے قصہ یوں شروع کیا ہی کہ:

"یکایک شاہِ شرق کی فوج کشی کا غلغلہ بلند ہوا"

اُس زمانہ میں جب کہ یہ مثنوی لکھی گئی تھی اتنا ہی اشارہ کافی تھا۔ لیکن آج ساڑھے چھ سو برس کے بعد تاریخ داں کے سوا کس کو معلوم ہی کہ معزالدین اور شاہِ شرق کون تھے؟ کب تھے؟ کہاں تھے؟ کس خاندان سے تھے؟ لہٰذا کچھ ابتدائی کیفیت بھی یاد رکھنی چاہیئے تاکہ اس قصہ کا سر و بن سمجھ میں آجائے

سلطان شہاب الدین غوری نے ہندوستان فتح کرکے دہلی کو دارالملک بنایا۔ اور قطب الدین ایبک کو دلی میں اپنا نائب سپہ سالار مقرر کیا۔ سلطان غوری کی وفات کے بعد قطب الدین ایبک یہاں کا خود مختار سلطان ہوگیا۔ قطب الدین کی وفات کے بعد اُس کا داماد شمس الدین التمش تخت و تاج کا وارث ہوا۔ التمش کی وفات کے بعد اُس کی اولاد میں تیس سال تک سلطنت رہی۔ اور اس قلیل مدت میں پانچ بادشاہ تخت نشین ہوئے:-

(۱) سلطان رکن الدین فیروز بن التمش ۶۳۳ھ

(۲) سلطان رضیہ بیگم بنت التمش ۶۳۴ھ

(۳) سلطان معزالدین۔ بہرام شاہ بن التمش ۶۳۷ھ

بعد آیا تو دلی کی دربارداری اور باپ کی خدمت گزاری میں جی نہ لگا۔ ان دنوں سلطان کی حالت بھی علاج معالجہ سے کچھ سنبھل گئی تھی اور تخت کا جلد خالی ہوجانا مشتبہ نظر آتا تھا۔ لہٰذا بغرا خاں ایک روز شکار کے بہانے سے نکلا اور بے اذنِ شاہی لکھنوتی کی راہ لی۔ شہزادے کی اس کج ادائی اور بے مہری نے اُس پیرِ غم زدہ کے دل پر ایک چرکا لگایا جس کا درد خانِ شہید[1] کے داغ سے بھی زیادہ پُرالم تھا۔

گو بغرا خاں پر لگا کر بنگال کے شوق میں اُڑا چلا گیا لیکن تقدیر کا فتویٰ لگ چکا ہے کہ وہ عن قریب بنگالہ سے واپس آئیگا اور اسی قسم کے صدمات اُس کو بھی اپنے بیٹے کے سلوک سے اُٹھانے پڑینگے۔

بعد ازیں سلطان بلبن نے شہزادہ کیخسرو کو جو اپنے باپ کی بجائے اقطاع مُلتان کا حاکم بنا دیا گیا تھا دلی میں طلب کر لیا۔ اور مرنے سے تین روز پہلے اپنی مُعتمد اعیانِ دولت کو خلوت میں بُلا کر وصیت فرمائی کہ "میرے بعد کیخسرو تخت نشین کیا جائے" اور دوسرے پوتے کیقباد کی نسبت حکم دیا کہ "وہ اپنے باپ بغرا خاں کے پاس لکھنوتی پہنچا دیا جائے"۔

اَب ہم قِران السعدین کے دوسرے ستارے کیقباد کے احوال کی تصویر پیش کرتے ہیں:۔

---

[1] لقب ہی شہزادہ سلطان محمد خاں کا جو اُس کی شہادت کے بعد مشہور ہوا ۱۲

بڑا لشکر اُس کی سرکوبی کے لیے جمع کرکے دلّی سے چلا۔ اور سامانہ سے شہزادہ بغرا خاں کو بھی مع اُس کی افواجِ خاصہ کے اس مہم پر اپنے ہمراہ لے گیا۔ طغرل باغی کے قتل اور اُس کے اعوان و انصار کے استیصال کے بعد بلبن نے شہزادہ بغرا خاں کو لوازمِ سلطنت عطا فرما کر ناصر الدین محمود کے لقب سے لکھنوتی کا مستقل سلطان بنا دیا۔ اور تین سال میں اس مہم سے فارغ ہو کر دلّی واپس چلا آیا۔

اس وقت سلطان بلبن کے دونوں بیٹے تو دلّی سے باہر غربی و شرقی حدود میں برسرِ حکومت تھے مگر دو پوتے یعنی کیخسرو فرزند سلطان محمد خاں اور کیقباد پسر ناصر الدین بغرا خاں سلطان کی زیرِ نظر دلّی میں تعلیم و تربیت پا رہے تھے۔ چند سال کے بعد ۶۸۳ھ کی آخر تاریخ کو یہ حادثۂ عظیم پیش آیا کہ ولی عہد سلطنت سلطان محمد خاں والیِ ملتان لشکرِ مغل کے مقابلے میں شہید ہو گیا۔ اس لائق شہزادے کی موت نے بوڑھے باپ کا دل بجھا دیا اور صاحب فراش بنا دیا۔ یہاں تک کہ اُمیدِ زیست منقطع ہونے لگی تو ناچار چھوٹے بیٹے ناصر الدین بغرا خاں کو لکھنوتی سے طلب فرمایا کہ اُس کے دیدار سے خان شہید کا غم غلط کرے اور جب سفرِ ناگزیر پیش آئے تو تاج و تخت کا وارث پاس موجود ہو۔ مگر شہزادہ بغرا خاں بنگالہ کی خود مختار حکومت اور وہاں کی حشمت و دولت پر ایسا فریفتہ تھا کہ عرصہ تک باپ کے حکم کو ٹالتا رہا اور تاکیدِ مزید کے

کا نانا اور غیاث الدین کیقباد کا دادا تھا۔

کیقباد کی عیاشی

بلبن جیسے دین دار سپاہی منش بادشاہ کے زمانہ میں تو کیقباد کی مجال نہ تھی کہ حدِ اعتدال سے قدم باہر رکھتا مگر کتب سے اُٹھتے ہی ایک زبردست سلطنت زیرِ فرمان پائی تو جذباتِ نفسانی کو قابو میں رکھ سکا عیش و عشرت اور بدمستی و ہوا پرستی میں ایسا مستغرق ہوا کہ پھر کبھی ہوش میں نہ آیا۔

اُس کی مجالسِ عیش و طرب کے لیے کیلوکھڑی میں جمنا کے کنارے ایک نیا قصر تعمیر کیا گیا۔ اُس قصر کے گرداگرد شاہد و ساقی مطرب، نقال لطیفہ گو، مسخرے، بازی گر، دور دست ممالک سے آ آکر آباد ہو گئے۔ اور شاہی مجالس کو اندر سبھا کا نمونہ بنا دیا۔

کیقباد کی بے اعتدالیوں کا سیلاب اتنا بڑھا کہ جماعتِ ملوک و امرا سے گذر کر طبقاتِ عوام تک سرایت کر گیا۔ اس زمانہ میں دلی کے درودیوار نے رندی و بے قیدی کا ایسا تماشا دیکھا جس کا خیال باندھنا بھی سلاطینِ ماضی کے عہد میں دشوار تھا۔ حضرت خسروؒ نے اُس کا اظہار اس غزل میں کیا ہے

غزل

اے دہلی! و اے بتانِ سادہ | پگ بستہ و ریشِ کج نہادہ[1]

---

[1] یہ دوسرا مصرعہ بعض ثقات سے یوں سنا گیا ہے۔ پگ بستہ و کج کلہ نہادہ۔

کیقباد کی تخت نشینی

سلطان بلبن کے مرتے ہی اعیان و ملوک نے اُس کی وصیت کو طاقِ نسیان پر رکھدیا اور اپنی اغراض کے لحاظ سے بادشاہ کا انتخاب کرنے لگے۔ زمرۂ اعیان و ارکان میں ملک الامرا فخر الدین کوتوال شہر نہایت بااثر شخص تھا اور خان شہید سے کدورت رکھتا تھا۔ اس لیے اُس کے بیٹے کیخسرو کی تخت نشینی میں مزاحم ہوا۔ اور اُس کی تندمزاجی سے لوگوں کو ڈرایا اور کیخسرو کو مجبور کیا کہ اپنے اقطاع ملتان و سندھ کی حکومت پر فوراً روانہ ہو جائے اور کیقباد کو جو ایک حلیم و سلیم شہزادہ ۱۷-۱۸ سال کا ناتجربہ کار نوجوان تھا اس کے سر پر تاجِ سلطنت رکھا گیا اور سلطان معز الدین اُس کا لقب ہوا۔ چنانچہ خسرو فرماتے ہیں:-

بر سرِ شاہاں شہِ جواں بخت زاد — تاجورِ پاک گہر کیقباد
گرد چو در ششصد و ہشتاد و شش — ق — بر سرِ خود تاجِ جدِ خویش خوش
گنج بر آں گونہ بہ بحر افگند — کز کرم آوازہ بدریا فگند

اور کیقباد کا نسب نامہ اس طرح بیان کیا ہے کہ:-

شمسِ جہانگیر جدِ بافرش — اظہر من شمس جدِ دیگرش
ناصرِ حق شاہِ فرشتہ سرشت — خوے خوشش نسخۂ باغِ بہشت
جدِ سوم شاہِ غیاثِ اُمم — حاکمِ فرماں ز عرب تا عجم

یعنی شمس الدین التمش کیقباد کے باپ کا نانا اور ناصر الدین محمود بن التمش کیقباد

بادشاہ کی غفلت شعاری نے اُس کے دل میں یہ طمعِ خام پیدا کر دی کہ اِس بے بس نوجوان کا کام تمام کر کے تاج و تخت کا مالک خود بن جائے۔

بغرا خاں کی طرف سے مَلک نظام الدین کو کچھ اندیشہ نہ تھا۔ وہ دلّی سے کالے کوسوں دور تھا۔ مگر کیخسرو (جو بلبن کی آخری وصیّت کے لحاظ سے حق دارِ سلطنت بھی تھا) اُس کی نظر میں کھٹکتا تھا۔ چنانچہ اوّل اُس نے اِسی بیچارہ پر ہاتھ صاف کیا۔ بادشاہ کی طرف سے ایک دوستانہ فرمان طلب اُس کے نام بھجوایا۔ کیخسرو نے اس حکم کی تعمیل کی اور ملتان سے چل کر رہتک تک پہونچا تھا کہ مَلک نظام الدین نے قاتل بھیجکر اُس کو قتل کرا دیا۔

بعدازاں بندگانِ بلبنی جو مناصبِ اعلےٰ پر ممتاز تھے اُن میں سے بعض کو قتل اور بعض کو ذلیل و خوار کیا۔ اور مقید کر کے دور دور کے قلعوں میں بھیج دیا نومسلم مغل کہ بندگانِ بلبنی سے قرابت رکھتے تھے اُن کو تہ تیغ کیا۔ یہ تمام مظالم مَلک نظام الدین نے کیقباد کو اغوا کر کے اس غرض سے کرائے کہ بلبنی خاندان کے خیر طلب اور کیقباد کے حامی و مددگار باقی نہ رہیں۔ مگر نادان بادشاہ اِن کھلی بدخواہیوں کو بھی خیر خواہی سمجھتا رہا۔ بات یہ تھی کہ وہ کوتوال شہر اور اس کے گروہ کو اپنا معاون و محسن جانتا تھا۔

ناصر الدین کی فوج کشی

جب سلطان ناصر الدین کو لکھنوتی میں یہ افسوس ناک خبریں پہونچیں تو سخت صدمہ ہوا۔ اوّل اُس نے فرزند ناخلف کو مکتوبات

خوں خوردنِ شاں نہ آشکار است | گرچہ بنہاں خورند بادہ
فرماں نبرند زاں کہ ہستند | از غایتِ نازِ خود مرادہ
جائے کہ برہ کنند گل گشت | در کوچہ فرندگلِ پیادہ
آسیبِ صبا رسید بر دوش | دستارچہ بر زمیں فتادہ
شاں در رہ و عاشقانِ دنبال | خونابہ ز دیدگاں کشادہ
ایشاں ہمہ با دِ حسن در سر | دینہا ہمہ بر بباد دادہ
خورشید پرست شد مسلماں | زیں ہندوگانِ شوخ و سادہ

بر بستۂ شاں بموئے مرغول
خسرو چو سگے ست در قلادہ

امیر خسروؔ نے مقطعِ غزل میں ابنائے روزگار کی حقیقتِ حال کو اپنے نفس کی طرف منسوب کیا ہے اور یہ عینِ بلاغت ہے۔

ملک نظام الدین کا اقتدار

کیقباد کی عیش پسند طبیعت سے بہت بعید تھا کہ وہ مشاغلِ کامرانی کو چھوڑ کر ملک اتنی کی طرف توجہ کرتا۔ یہ دردِ سر اُس نے ملک الامرا کوتوال کے داماد ملک نظام الدین تک کو سپرد کر دیا تھا۔ وہ جو چاہتا تھا کرتا تھا۔

اس میں شک نہیں کہ وہ مدبر و منتظم سردار تھا۔ مگر خود غرض و بد باطن بھی تھا۔

لے وہ پھول جن کی ڈنڈیاں اونچی نہیں ہوتی ہیں۔ اونچے ڈنڈے والے پھول گلِ سوار کہلاتے ہیں ۱۲

ملک بہار میں آیا۔ اور بہار سے چل کر اودھ پر قبضہ کیا[1]۔

یافت خبر خسروِ مشرق پناہ ۔۔۔ ناصرِ حق۔ وارثِ ایں تخت گاہ

کافرِ اورا پسر انباز گشت ۔۔۔ ویں شرف از وے بہ پسر باز گشت

خشم بسر کرد و علم بر کشید ۔۔۔ ساختہ کیں شد و لشکر کشید

تند چو باد آمد ازاں خارخا ۔۔۔ از پے گلگشت بسوے بہار

راند ازاں جا۔ بہ اودھ باد پاے ۔۔۔ باد ہمی ماند ز سیرش بجاے

شہر اودھ را ہمہ زاں دست بُرد ۔۔۔ غارتِ ترکانش بہ یغما سپرد

ویں طرف آگاہ نہ فرزندِ شاہ ۔۔۔ کز پے او راند سپہ در سیاہ

جب ناصر الدین کا لشکر اودھ کی طرف آرہا تھا تو کیقباد دلّی میں بیٹھا حسب عادت رقص و سرود اور ساقی و شراب کے مزے اُڑا رہا تھا۔

شہ بچنیں وقت بر آہنگِ مے ۔۔۔ زخشِ طرب کرد رواں پے بہ پے

بادہ ہمی خورد و نمی خورد غم ۔۔۔ عیش ہمی کرد و نمی کرد کم

ریختہ ساقی مئے رنگیں بجام ۔۔۔ مے ز لبِ شاہ رسیدہ بکام

ناگہ ازاں جا کہ جفاے جہاں ست ۔۔۔ قاعدۂ دولتِ شاہنشہاں ست

گرم شد آوازہ کہ خورشیدِ شرق ۔۔۔ تافتہ شد بر خطِ مغرب چو برق

ناصرِ دین و شہ کشور کشاے ۔۔۔ تیغ بر آورد و بکیں کرد راے

---

[1] خسرو کے قول کی تائید تاریخ مبارک شاہی سے ہوتی ہے ۱۲

شفقت آمیز لکھے۔ اشارات و کنایات میں غفلت سے بیدار کرنا چاہا۔ مگر جہاں عیش و بدمستی کے بادل گرج رہے ہوں وہاں حضرتِ ناصح کی صدائے بے ہنگام کون سنتا ہے؟

ناچار ناصر الدین نے ملاقات کی خواہش کی۔ طرفین سے قاصدوں کی معرفت یہ امر طے ہو گیا کہ دونوں باپ بیٹے اپنے اپنے دار السلطنت سے جریدہ چل کر شہر اودھ میں ملاقات کریں۔ اس ملاقات سے ناصر الدین کا یہ مقصد تھا کہ بیٹے کو بر رو نصیحت کرے۔ ممکن ہے کہ وہ راہ راست پر آجائے۔

لیکن ملک نظام الدین کے مشورے سے کیقباد کی جلو میں ایک بڑے لشکر کے چلنے کا سامان شروع ہوا تو ناصر الدین بھی لاؤ لشکر لے کر آیا۔ یہ قول مورخین کا ہے[1]۔

حضرت خسرو نے مثنوی میں ابتدائی حالات کچھ نہیں لکھے اور نہ اُن کو اِن قصّوں کے لکھنے کی چنداں ضرورت تھی۔ اُن کو تو کیقباد کی فرمایش پوری کرنی تھی۔

وہ مثنوی میں کیقباد کی تخت نشینی اور عیش و نشاط کا ذکر کر کے ناصر الدین کی لشکر کشی کا سبب یہ بیان کرتے ہیں کہ:۔

ناصر الدین دلّی کے تخت و تاج کو اپنا حق سمجھتا تھا۔ اِس لئے لکھنوتی سے

---

[1] تاریخ برنی صفحہ ۱۴۱

کرکے تیاری کی تکمیل تک قصر کیلوکھڑی میں واپس آگیا۔ چنانچہ خسرو کہتے ہیں:۔

کرد اشارت کہ دلیران رزم ساختہ دارند ہمہ سازِ عزم

جمع شدند از اُمرائے دیار از ملک و خان و شہ و شہریار

تیغ زنانِ ہمہ اقلیم ہند نیزہ گذارانِ نواحیِ سند

روزِ دو شنبہ بگہِ چاشت گاہ در سرِ ذی الحجہ بپایانِ ماہ

رایتِ منصور ببالا کشید ماہِ علم[۱] سر بہ ثریا کشید

نصب شد اعلام مبارک وصول گرد سراپردہ بہ سیری[۲] نزول

میمنہ بر تلپتہ[۳] نزدیک سرہ بود میاں اندرپتہ[۴] میسرہ

داورِ جمشید نسب کیقباد تاجِ کیاں بر سرِ والانہاد

رخش طلب کرد شہِ تاجور رفت زیک تخت بہ تختِ دگر

عزم بروں کرد نشکار افگناں بردلِ خورشید غبار افگناں

بود چو خورشیدِ ولایت فروز گشت کناں تابگہِ نیمروز

رفت بکیلوکھڑی و داد عون از مدِ دست چو دریائے جون[۵]

قصر شد از فرشِ ارجمند چوں فلک از منزلت خود بلند

---

۱ ماہ علم نشان ہلال جو پھریرے پر ہوتا ہے ۱۲ ۲ نواح دہلی میں ایک گاؤں تھا ۱۲

۳ دہلی سے پانچ چھ کوس پر ایک مشہور پرگنہ تھا ۱۲

۴ نواح دہلی میں ایک قصبہ تھا جواب داخل ازک شہر دہلی ہے ۱۲

۵ دریائے جمن کو سنسکرت میں جون بولتے ہیں (بفتح واو) یہاں اس کے تلفظ میں تصرف کیا گیا ہے ۱۲

راند ز لکھنوتی و دریاے ہند   تا سپہش گرد بر آورد ز سند

بیں کہ سپہرش چہ تمنا نمود   کآبِ فرو میل ببالا نمود

قوتِ سیلے نبود تا برود   آب ببالا نرود از فرود

سوے سواد اودھ آمد چو باد   گرد حک از خنجرِ تیز آں سواد

چند ہزارش ز سوارانِ کار   تیغ زن و کینہ کش و نامدار

آمدہ اقصاے اودھ در گرفت   واں ہمہ اقلیم سراسر گرفت

نیست جزیں در شب و روزش سخن   کیں منم اسکندرِ دارا شکن

مردمکِ دیدۂ من کیقباد   کافر جہد قرِ بزرگیش داد

گرچہ جہانگیر شد و تاجدار   نیست جہاندیدہ تر از من بکار

تختِ پدر گر نہ پے پاے من ست   ہر ہمہ داند کہ جاے من ست

حاصل ازیں حادثہ کآمد پدید   شاہِ جہاں یافت پیاپے خبر

دلّی میں ترتیب لشکر

ناصرالدین کی آمد کا آوازہ بلند ہوا تو دلّی میں بھی کوچ کی تیاریاں اور ترتیبِ لشکر کا سامان ہونے لگا۔ شاہی جھنڈا کھولا گیا اور قصبہ سیری میں جو دلّی کے قریب تھا ڈیرے خیمے لگا دیے گئے اور لشکر کے دائیں بازو کا کیمپ قصبۂ تلپٹ میں اور بائیں بازو کا قصبہ اندپت میں ڈالا گیا اور شاہی ہاتھیوں کا پڑاؤ موضع بہاپور[1] میں تھا۔

ایک روز سلطان معزالدین بھی برسم شکار باہر نکلا اور لشکر گاہ کو ملاحظہ

---

[1] نواح دہلی میں ایک گاؤں تھا (از شرح قران السعدین)

عارضِ فرزانہ بفرمانِ شاہ — کرد رواں سوے مخالف سپاہ
ناحیہ بر ناحیہ راندند تند — بود صبا پیشِ چنیں سیر کند
از قدمِ شومِ مغل آں بلاد — نام و نشانے ز عمارت نداد
از حدِ سامانہ تا لاھنور (لاہور ۱۲) — ہیچ عمارت نہ۔ مگر در قصور[1]
لشکرِ اسلام کہ آنجا رسید — بود زمیں تشنہ۔ کہ دریا رسید
یافت خبر کافرِ ناخوب کیش — تیز تر از تیر بروں شد ز کیش
تن ز غنیمت بہزیمت سپرد — بردنِ جاں را بغنیمت شمرد
یاربک اندر پےِ شاں کینہ خواہ — تیغ زناں قطع ہمی کرد راہ
لشکرِ اسلام کہ دنبالہ کرد — کوہ ز خونریز تر از لالہ کرد
خانِ جہانگیر کہ آں فتح یافت — فتح و فیروز عناں باز تافت
بست اسیرانِ مغل را قطار — داد بداں چند شتر ول ھار

کیقباد کی بزم آرائیاں

لشکر کی تیاری کا کام سرداران لشکر کے ذمے تھا جس کی تکمیل میں سردی کا موسم گذر گیا۔ مگر رنگیلے کیقباد کو اپنے مشاغل شوق کے لئے کافی فرصت تھی۔ اُس کے قصرِ عشرت میں موسم سرما کا ایک لمحہ بیکار نہیں گیا بدستور ہنگامۂ نشاط کی گرما گرمی رہی۔ یہاں تک کہ نوروز کا موسم آگیا۔ پھر تو قصرِ معزی میں اور بھی دھوم دھام کے

---

[1] نواح لاہور میں ایک پرگنہ ہے۔ مگر یہاں قصور سے یہ مراد ہے کہ ہر ایک عمارت کو نقصان پہونچا تھا۔

ملک پنجاب پر مغلوں کا حملہ

دلی میں لشکر کے کوچ کا ساز و سامان مہیا کیا جارہا تھا کہ اسی اثنا میں ملک پنجاب پر حملۂ مغل کی خبر آئی۔ اس فتنے کے تدارک کی غرض سے تیس ہزار سوار کی جمعیت لے کر باربک[1] سلطانی نہایت سرعت سے لاہور کی طرف روانہ ہوا۔ سامانہ سے لاہور تک تمام بستیاں مغلوں کی غارت گری نے برباد کردی تھیں۔

مغلوں کو افواج شاہی کے آنے کی خبر معلوم ہوئی تو وہ پہاڑوں کی طرف بھاگ گئے۔ باربک نے کچھ دور تک غنیم کا تعاقب کرکے بعض کو قتل کیا اور جو مغل زندہ گرفتار ہوئے اُن کو لے کر دلی کی طرف مراجعت کی۔ اس واقعہ کی کیفیت حضرت خسرو نے اشعار ذیل میں بیان کی ہے:۔

نامہ کشے چند چو تیر از کمیں — آمد و بوسید چو پیکان زمیں

کز جدِ بالا مغلِ تیز عزم — سوے فرو راند بر آہنگِ رزم

لشکر انبوہ چو ذراتِ ریگ — جوش بر آورد چو آبے بدیگ

مردمِ آں خطہ فرو شد بخاک — گرد بر آورد از ایشاں ہلاک

شہ کہ ز گمراہی آں گمرہاں — یافت چنیں آگہی از آگہاں

گفت کہ خواہم ز سوارانِ کار — نامزدِ مغل شود سی ہزار

بر سرِ شاں باربکِ تیغ زن — خان جہاں چابک و لشکر شکن

---

[1] باربک کا نام سلطان شاہ بک تھا اور اس مہم پر نامزد کرتے وقت خان جہاں خطاب عطا کیا تھا ۱۲

ہمراہِ لشکر چلیں یا نہ چلیں مگر مشیر دولت نے یہی صلاح دی کہ بادشاہ کا چلنا ضروری ہے۔

مصلحتِ ملک ز رائے درست ہر چہ صواب ست ہمی باز جست
خود کمرِ کینہ کند استوار یا ز پئے رزم فرستد سوار
کاردشناسے کہ دراں از بود پرّ زِ تدبیر بینداخت زود
گفت ز چندیں سپہ کینہ خواہ آں نرود کز تنِ تنہائے شاہ

غرض وسط ماہ ربیع الاول میں کوچ کیا۔ اور پہلی منزل تلپٹ اور افغان پور کے حدود میں ہوئی۔

در وسطِ ماہِ ربیعِ نخست عزم سفر کرد بمشرق درست
کوسِ عزیمت زد زشہریار لرزہ درآورد بروئیں حصار
کوچ سپہ کرد شہ از شہرِ نو داد جہاں را ز ظفر بہرِ نو
منزلِ اوّل کہ شد از شہر دور بود حدِ تلپت و افغان پور
یافت سراپردہ دراں جا مقام دشت درآمد ز رسنہا بدام

مہم مغل سے باربک کی مراجعت

سلطانی لشکر کا پہلا ہی کوچ تھا کہ خان جہاں باربک جو مغلوں کی مہم سر کر کے آرہا تھا اس مقام پر حضور سلطانی میں حاضر ہوا۔ اس فتح کا بڑا جشن منایا گیا۔

لشکرکا فرکشِ بالا ورد از عقبِ کوچ درآمد چو گرد

جشن ہوئے۔ اور بادہ پیمائی کا زور و شور رہا:۔

موسمِ نوروز و ہوائے شراب | شاہِ جہاں مست و مخالف خراب
باده ہمی خورد و ہمی بود شاد | شاد ہمی کرد جہاں راز داد
ہر کہ چو گل کرد بہ بزمش گذر | برد بسے دامنِ پر سیم و زر
نغمہ زنش زہرۂ پردہ شمار | نغمہ زنی کرد بچندیں سیاس
یافتہ در گوشِ ہمایونش جائے | این غزل از نغمۂ بربط سرائے

غزل

گل امروز آخرِ شب مست برخاست | بجامِ لالہ مجلس را بیاراست
نشستہ سبزہ زیں سو در چپ گل | ستادہ سرو زاں سو جانبِ راست
صبا می رفت و نرگس از غنودن | بہر سوئے ہمی افتاد و می خاست
من اندر باغ بودم خفتہ بایاں | بنام ایزد چو ما بے کم و کاست
چو رفتن خواست از پہلوئے خسرو | برآمد از دلم فریادِ بے خواست

خسرو نے گل و نرگس اور سبزہ و سرو کے تخیل میں کیقباد کی بزم مستانہ کا رنگ ڈھنگ خوب دکھایا ہے۔

کیقباد کے لشکر کا کوچ بجانب اودھ

جاڑا گذرا نوروز ہو چکا۔ اب گرمی کا موسم تھا کہ لشکر کیل کانٹے سے دُرست ہو کر کوچ کے لئے تیار ہوا۔ بادشاہ سلامت اپنا عشرت کدہ چھوڑتے ہوئے کسمسائے کہ خود بدولت

اُس نواح کے ملوک و اُمرا میں سے ملک چھجو خان کڑہ اور خان اودھ یہ دونوں اپنی اپنی جمعیت کے ساتھ باربک کے لشکر سے آملے۔

باربک و تیغ زنانِ سپاہ | طبل زناں پیش گرفتند راہ
کوچ بکوچ از شدنِ بی درنگ | لشکرِ شاں رفت گذار ای گنگ
گرم بآب سرُو در رسید | در سرُو رفت و عناں در کشید
پیش درآمد ز بزرگانِ پیش | چند ملک با سپہ و سازِ خویش
خانِ کڑہ چھجوے کشور کشاے | کز لبِ خاناں کرہ بستے بپاے
خانِ اودھ نیز بفرمانِ شاہ | کرد بیک جاے فراواں سپاہ
باربک و شاں ہمہ یک جا شدند | ساختہ کار رھتیا شدند
لشکرِ شاں پر زصفِ باشکوہ | برلبِ آبِ سرُو شد گروہ

ناصرالدین کا باربک کو پیام دریا کے اُس پار سلطان ناصرالدین کا لشکر پڑا تھا۔ اُس کو خبر ملی کہ فوجوں کا یہ جماؤ لڑائی کے ارادے سے ہوا ہے تو وہ بہت برہم ہوا اور فوراً شمس الدین دبیر کو کہ اُس کا میر منشی تھا باربک کے پاس یہ پیام دے کر بھیجا کہ تو ہمارے خاندان کا نمک خوار قدیم ہے اس وقت ہمارے نمک سے کیوں دست کش ہوتا ہے؟ تو خود جانتا ہے کہ اس ملک کا وارث کون ہے؟ کوئی غیر میری جگہہ لیتا تو اُس کی گردن ہوتی اور میری تلوار۔ مگر میرا فرزند میری غیبت میں تخت نشین ہوا تو "دلِ ما شاد و چشمِ ما روشن"

باربک آمد ز مصافِ مغل | بستہ گلو ہائے مغل را بہ غل
شاہ بداں مژدۂ دولت کہ یافت | بادہ طلب کرد و بہ مجلس شتافت
خورد مے و گنج بہ محتاج داد | بس گہر و زر کہ بتاراج داد

اسیرانِ مغل کا قتل

دوسرے دن اسیران مغل اور مال غنیمت سلطان کے روبرو پیش ہوا۔ قیدیوں میں سے امیران صدہ[1] کو ہاتھیوں سے کچلوا دیا اور سپاہیوں کو شہر میں بھیجکر تشہیر کرایا۔ دن اس مشغلے میں کٹ گیا رات کو پھر وہی دورِ ساغر چلا:-

چوں تنہ چند ز میرِ صدہ | دست اجل داد بدام ددہ
آنچہ دگر ماند شہنشاہِ دہر | کرد رواں از پئے تشہیرِ شہر
چوں فلک از شیشۂ خود گاہِ شام | جام فرو برد ز دَور مدام
نورِ نشاط از افقِ جام تافت | شہ ز مے و زلبش کام یافت

باربک کی روانگی بطور ہراول

دو روز بعد لشکر آگے بڑھا۔ اور دو کوچ کے بعد جمنا کو عبور کرکے جیور[2] میں مقام ہوا اُس مقام سے باربک بحکم شاہی ایک دستہ فوج کا لے کر بطور ہراول لشکر کے آگے آگے روانہ ہوا اور گنگا پار اُتر کر قطع مراحل کرتا دریائے سرجو کے قریب جا پہونچا اور سلطانی لشکر کے انتظار میں وہاں ٹھیر گیا۔

---

[1] امیر صدہ وہ سردار جس کے زیر حکم سو سپاہی ہوتے تھے ۱۲

[2] جیور ایک قصبہ ہے مضافات ضلع بلند شہر میں جمنا کے قریب ۱۲

لیک چو ہم چشمِ من ایں نور برد — چشمِ خود از خود نتواں دور برد
ہر کہ فرستادۂ آں درگہ ست — بندۂ موروثِ در ایں شہ ست
گر سپہم بر تو رساند گزند — جانِ من ست آنکہ بماند نژند
ورز تو در قلبِ من آید غبار — ہم تو شوی در رخِ من شرمسار
باش کہ تا در رسد آں کینہ کوش — مہرِ مرا بیند و ماند خموش

باربک کا جواب سلطان ناصرالدین کو

اس پیام کا جواب باربک نے یہ دیا کہ میں اپنے آقا کے حکم سے یہاں آیا ہوں اور اُس کے دشمنوں سے جنگ کرنے کے لئے مامور ہوں۔ اگر کوئی اور مقابل ہوگا تو تلوار سے جواب دوں گا۔ ہاں اگر حضور کو دیکھوں گا تو ڈر کے مارے نہیں بلکہ تعظیماً ہٹ جاؤں گا۔

یہ جواب سن کر ناصرالدین ٹھنڈا ہو گیا۔

خانِ سپہ باربکِ تیز ہوش — کرد چو زاں گونہ پیامے بگوش
درخورِ آں داد جوابے سرہ — سختہ بمیزانِ ادب یک سرہ
گفت کزیں بندۂ حضرت پناہ — سجدۂ تعظیم رساں پیشِ شاہ
من کہ فرستادۂ شاہِ خودم — بر خطِ اخلاص گواہِ خودم
تا مرا زدم گر دکہ در ہنر یار — دشمن او را ندہم زینہار
گر دگرے پیشِ من آید بہ تیغ — تیغ خورد از من و از خود دریغ

اُس کا نوکر ہمارا نوکر ہے۔ اگر نوکر آقا سے لڑے تو خلقت کیا کہے گی؟ میں تجھ کو الزام نہیں دیتا۔ بلکہ ملزم وہ ہے جس نے تجھ کو بھیجا ہے۔ لیکن یاد رکھ اگر تو نے شکست کھائی تو صدمہ کس کو پہونچے گا؟ میرے بیٹے کو۔ اگر مجھکو شکست ہوئی تو خود تیرا کالا مونہہ ہوگا۔ کیقباد کے آنے تک صبر کر وہ خود دیکھ لے گا کہ مجھکو اس سے کس قدر محبت ہے۔

تیغ زنِ مشرق ازاں سوئے آب — تیغ بروں آختہ چوں آفتاب
از غضب افگندہ بابرو گرہ — وز پئے کیں کرد کماں رازہ
جست رسولے کہ گذارد پیام — ہرچہ بگویند۔ بگوید تمام
دید کہ کس نیست زبرنا و پیر — درخورِ این کار چو شمسِ دبیر
پیش طلب کرد و پیامے کہ خواست — سوے مخالف ز کشی کرد راست

اے کہ بہ پیش آمدی از راہِ دور — کیں نتواں گفت مگر در حضور
چوں تو نمک خوردۂ از خوانِ ما — دست چہ داری ز نمکدانِ ما
ہست نمک در ہمہ مذہب حلال — ور تو حرامش کنی اینک وبال
گر پسر از غیبت من ملک یافت — روے نخواہد ز پدر باز تافت
ہم تو کزیں راز ترا آگہی ست — وارثِ ایں ملک نہ آنی کہ کیست؟
گر دگرے در محلِ من بُدے — تیغِ منش بر سر و گردن بُدے

تافتہ از گرمیِ خود آفتاب — تابشِ او کرد جہاں را بتاب

شب شدہ چوں وزدی اندر گداز — روز چو شبہائے زمستاں دراز

خوں برگِ مرد زبوں آمدہ — خوے شدہ واز پوست بروں آمدہ

شہ بگہ کوچ ہمی شد چو شیر — چتر بسر کردہ و توسن بزیر

لشکر ازیں گونہ جہاں می‌نوشت — ناحیہ بر ناحیہ بر روے دشت

تا علمِ شہ باودھ در رسید — از پئے دہلی عوضے شد پدید

نصب شد اعلامِ شہنشاہِ دہر — بر لبِ گھگر بحوالیِ شہر

گھگر ازیں سو بہر و زاں طرف — از تفِ لشکر بلب آوردہ کف

کیقباد کا لب دریا جانا اور کشتی کا ڈوبنا

روزِ دگر شاہ بر آئینِ گشت — آمد وزاں سوے اودھ برگذشت

کرد صفے بر لبِ آبِ رواں — سودہ بہم پہلوے ہر پہلواں

تیغ زنِ مشرق ازاں سوے آب — ق — گرد چو روشن کہ رسید آفتاب

بر لبِ آب آمد و آراست صف — تافت دو خورشید ز ہر دو طرف

چشمِ پدر بہر جگر گوشہ تر — گوشۂ ہر چشم شدہ پر جگر

دید چو شہ سیلِ مژہ بیکراں — حاجب خود کرد بکشتی رواں

گفت بحاجب کہ ازیں چشمِ تر — مردمکِ چشم مرا دہ خبر

حاجبِ فرزانہ ازانجا شتاب — نشست بکشتی و رواں شد چو آب

ورزتو از دور بہ بینم حضور | گرنہ گریزم۔ شوم از راہ دور
عطف کنم۔ لیک نہ از بیم کس | از پئے تعظیم شکوہ تو بس
رفت فرستادہ زراہِ نہفت | ہر چہ کہ بشنید زشہ باز گفت
شہ چو خلافے ز مخالف ندید | زانچہ ہمی گفت۔ زباں در کشید

سلطان معزالدین کیقباد اودھ میں پہونچا

اب آفتاب جوزا میں آگیا۔ تڑاقے کی گرمی پڑنے لگی۔ دن بڑھ گیا رات چھوٹی ہو گئی۔ نازپروردہ کیقباد گھوڑے پر سوار ہے۔ سر پر چتر شاہی سایہ فگن ہے۔ پھر بھی بدن سے پسینہ ٹپکتا ہے۔ مگر شنگ آمد و سخت آمد۔ کڑی منزلیں طے کرتا اودھ میں آپہونچا حوالی شہر میں ڈیرے خیمے لگائے گئے۔ ایک طرف گھاگرہ ندی ہے دوسری طرف سرجو۔

اگلے دن کیقباد سیر و گشت کے لئے نکلا اور سرجو کے کنارے پہونچا جہاں سے سلطان ناصر الدین کی خیمہ گاہ نظر آتی تھی۔ باپ کو بیٹے کے آنے کی خبر ملی تو وہ بھی لب دریا آکھڑا ہوا۔ بیٹے کو دیکھ کر محبت کی گھٹا اُمڈی۔ آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو ٹپکنے لگے۔ فوراً ایک کشتی میں سوار کر کے اپنا حاجب بھیجا کہ اشتیاق دیدار ظاہر کرے۔ ادھر سے یہ مدارات ہوئی کہ کشتی کو ہدف تیر بنا کر ڈبو دیا۔ حاجب بمشکل جان بچا کر بھاگا۔

خانہ چو خورشید بجوزا گرفت | رفت دراں خانہ دروں جا گرفت

چارہ ندانم کہ دریں کار چیست؟ | بخت کہ داند کہ دریں یار کیست؟
بود بحیرت کہ چو شب بگذرد | روزِ دگر چارہ چہ پیش آورد؟
تا بسحر بود بگفت و شنید | کز شبِ زایندہ چہ آید پدید؟

باپ بیٹوں کے سلام پیام

جب دن نکل آیا تو ایک معتمد کو زبانی پیام دیکر دریا پار بیٹے کے پاس بھیجا۔ اور اسی سلسلہ میں کئی بار پیامبروں کی آمد و شد جاری رہی۔

پیامِ پدر

کز پدر اوّل برسانش سلام | و آخرش آئینِ دعا کن تمام
کاے خلف! از رہِ مخالف بتاب | تیغ بیفگن کہ منم آفتاب
از پدرم کے رسد ایں فن بتو؟ | از پدرِ من بمن۔ از من بتو
ور ز بد آموز شد ایں رہ پدید | گفتِ بد آموز نباید شنید
گرچہ کنی دعوی و آتش ولیک | نیک بدانم کہ ندانی تو نیک
چوں تو شب و روز ادب افزوں کنی | بے ادبی با چو منے چوں کنی
بر سرِ خواں آے کہ ہم توشۂ | یادِ نمک کن کہ جگر گوشۂ

جوابِ پسر

گفت بجاجب کہ بشہ باز گوے | خدمتِ من گوی و پس آنگہ بگوے
با منت از بہرِ تمناے ملک | خام بود پختنِ سوداے ملک

چون بمیانِ سرُو در رسید | پورِ مُعزّی ز کرانش بدید
تیر بر آورده ز کیشِ خدنگ | از سرِ کیں کرد کماں را بچنگ
تیر کہ در کشتیِ شاں رخنہ کرد | از سرِ کشتی بہ تہ اُفتاد مرد
رفت بصد حیلہ فرستادہ باز | پیشِ شہِ شرق فرو گفت راز

ناصرالدین کی پریشانی کشتی کے واقعے سے

کشتی کے واقعہ کا سبب حضرت خسرو نے ظاہر نہیں کیا۔ غالباً یہ کیقباد کے بدخواہ مشیروں کی بد آموزی کا نتیجہ تھا تاکہ ملاقات کی نوبت ہی نہ پہونچے بلکہ باپ بیٹوں میں لڑائی ٹھن جائے اس فعلِ ناروا سے ناصرالدین کے دل پر چوٹ لگی اور غصہ بھی آیا۔ پھر سوچا کہ مبادا! یہ نادان لڑکا مفسدوں کے اغواسے جنگ کر بیٹھا تو اُس کو گزند پہونچے گا یا مجکو۔ بہر نوع میرے لئے سخت مصیبت کا سامنا ہے۔

رات بھر نیند نہ آئی۔ اسی سوچ بچار میں صبح کر دی کہ کیا کرے کیا نہ کرے۔

شاہ کہ از خونِ خود آں زخم دید | نالہ چو تیر از دل بر کشید
خشم ہمی گفت ز کینش سخن | مہر ہمی گفت کہ ہے ہی مکن
آنکہ چنیں ست نو دیدم ازو | بہتر ازیں بود امیدم ازو
گر پسرم را ز جوانی و ناز | ق | عزم بر آں شد کہ شود رزم ساز
حیلہ چہ سازم؟ بچنیں کارِ تنگ | با پسرِ خویش کہ کردہ ست جنگ؟

کاے بزخمِ چشم جفا کردہ باز! — دیدۂ مہر تو بر ویم فراز
باہمہ ایں قوت و جوشِ سپاہ — نیستم اندر پئے آزارِ شاہ
گر گہرِ صلح پذیرد نظام — حلقہ بگوشم برضائے تمام
تیر تو گر خواست بجانم رسید — من نکشم۔ تا بتوانم کشید
گر بگہر تاج ستانِ توام — عیب مکن گوہرِ کانِ توام
تخت جہاں بہرِ تو برپای کرد — لیک بر آں تخت مرا جای کرد
خواست یکی خواستہ لیکن نیافت — آنکہ نمی خواست۔ بر خود شتافت
در یقیں در دلِ تو آں ہواست — بندۂ فرمانم و فرماں تراست
تاج ز من می طلبی چرخ سائے — بر سرم آ۔ تا کنمت زیر پائے

اِس مطیعانہ جواب کو سن کر باپ نے بھی استمالت اختیار کی۔

پیامِ پدر

ائے ز نسب گشتہ سزائے سریر! — در ہنرے ہمچو پدر بے نظیر
بچشمِ منی! ہیچ غبارے میار — دیدہ نشاید کہ بود پُر غبار
تا تو ندانی کہ دریں جستجوئے — از پئے ملک است مرا گفتگوئے
گرچہ توانم ز تو ایں پایہ بُرد — از تو ستانم۔ بکہ خواہم سپرد
باش بنامم کہ بنامم توام — زندہ و نا زندہ بنامِ توام
دیدہ کہ نادیدۂ دیدارِ تست — دیدہ و نادیدہ گرفتارِ تست

پخته آخر! دمِ خاماں مزن — من ز تو زادم، نہ تو زادی ز من
ملک بمیراث نیاید کسے — تا نزند تیغِ دو دستی بسے
نیستم آں طفل کہ دیدی نخست — بالغِ ملکم، ببلاغت درست
حسن دمخوانم کہ ز دورِ زمن — داد خدا دورِ بزرگی بمن
جز تو کسے گر دمِ ایں در زدے — سر زنشِ تیغِ منش سر زدے
لیک توئی چوں بدرے ایں پسر — من نہ ہم، گر تو توانی بگیر

پیامِ پدر

اے سر از آئینِ وفا تافتہ! — وز تو دلم تافتگی یافتہ!
گرچہ بغیبت شدہ آگینہ توز — رنجہ چہ داری بحضورم ہنوز
با چو منے دور کن از سر منی — چوں بصفت من توام و تو منی
تیغ مکش تا نشوی شرمسار — از من اگر نیست ز خود شرم دار
تخت رہا کن کہ سزای تو نیست — تا منم ایں پایہ بپای تو نیست
گر کمرِ کینہ کنی استوار — پیشِ تو پیش از تو در آیم بکار
ور بمدارا کشد ایں گفت و گوی — نیز شناسم ز وفائے تو روے
لیک بشرطے کہ دریں رائے من — جائے پدر گیرم و تو جائے من

جوابِ پسر

داد جوابے ادب آمیختہ — تعبیہ ہائے عجب آمیختہ

کاے شہی

کرد نشاطے و رامش گراں   مجلسے آراست گراں تا گراں

ہر کہ در آں بزم سخن ساز گشت   دامنِ پُر گوہر و زر باز گشت

روی بہ کاؤس کے آورد و گفت   تا شود آں ماہ بخورشید جفت

سوے برادر شود آراستہ   باسپہ و کوکبۂ خواستہ

جُست پئے ہدیہ نصیحت گراں   دیدہ فروز ہمہ قیمت گراں

جامۂ[1] ہندی کہ ندانند نام   از تنکے تن بنماید تمام

ماند[2] پیچیدہ بناخن نہاں   باز کشائیش بپوشد جہاں

عود بخروار۔ قرنفل بمن   خرمنے از نافۂ مشکِ ختن

عنبر و کافورِ معنبر سرشت   صندلِ خالص چو درختِ بہشت

سر بفلک بردہ بسے زندہ پیل   کوہِ گراں را بقیامت دلیل

داد بشہزادہ و گردش رواں   ساختہ با کوکبۂ خسرواں

اور شہزادہ کیکاؤس کو سمجھا دیا کہ ہماری طرف سے بڑے بھائی جان کو دعا کے بعد یوں کہنا:-

اے غمِ تو کردہ بجانم اثر   تو زمن و حالتِ من بے خبر

صبرِ من از دوریِ تو رفت دور   مرحمتے کن کہ بمانم صبور

من کہ صبوری نتوانم ز تو   وائے! کہ محروم بمانم ز تو

---

[1] ایک ہندوستانی کپڑا ہے جس کا نام نہیں معلوم۔ ایسا مہین ہو جس میں بدن نظر آتا ہے ۱۲
[2] لپیٹو تو ذرا سا ہو جائے کھولو تو اتنا بڑا تھان کہ دنیا بھر کو ڈھانک لے۔ غالباً ململ ڈھاکہ ۱۲

نیست بنزدیک من از بیش و کم | بیشتر از دوری تو ہیچ غم
بہرِ خدا صورتِ خویشم نمائے | روے مگردان و بترس از خدائے

جواب پسر

ای شہ مشرق شدہ چوں آفتاب | ذرّ تو جہاں در حدِ مغرب بتاب
گر ہمہ بر ماہ رسد افسرم | ہم بتہ پاے تو باشد سرم
سدِ سکندر زدہ ام از سپاہ | فتنۂ یاجوجِ مغل را پناہ
رو تو چو خورشید ز مشرق برآے | من شدم اسکندرِ مغرب کشاے
تا تو بمشرق بوے و من بغرب | حربہ خورد ہر کہ درآید بحرب
در بملاقات رہی راے تست | افسرِ من خدمتِ پاے تست
نیست مرا آن محل و آں شکوہ | کز سرِ خود سایہ فشانم بکوہ
در فگند راے تو بر بندہ تاب | ذرہ شوم پیشِ چناں آفتاب

غرض ملاقات کا مژدہ سن کر ناصر الدین کی باچھیں کھل گئیں۔ بہت خوش ہوا مجلس طرب آراستہ کی اور متوسلین کو انعام و اکرام دے کر شاد کیا۔

ناصر الدین کی طرف سے کیکاؤس کا جانا

پھر اپنے فرزند اصغر کیکاؤس کو بلایا اور بڑی شان و ترک سے بہت تحائف، اسلحہ اور ہاتھی دیگر کیقباد کی خدمت میں روانہ کیا۔

بادشہِ شرق کہ آں مژدہ یافت | روشن رخ چو خورشید ز مشرق بتافت

کیقباد کی طرف سے کیومرث کا آنا

دوسرے دن کیقباد نے اپنے فرزند کیومرث کو دادا جان کی خدمت میں تحفہ و ہدایا دے کر روانہ کیا چونکہ یہ بچہ تھا عارض کو اُس کے ساتھ بھیجا۔

جب شہزادۂ کیومرث مع جلوس دریا پار پہونچا تو دادا جان کی طرف سے بڑی آؤبھگت ہوئی۔

کارگزاراں ہمہ رفتند پیش ... سجدہ کناں پیشِ خداوندِ خویش
پیشِ عناں بانگِ رواروزدند ... سکۂ نو بر درمِ نو زدند
رفت خراماں مَلِکِ ارجمند ... تا درِ دہلیز بہ پشتِ سمند
روے چو گل سود بہ پشتِ زمیں ... گشت زمیں پُر سمن و یاسمیں
حرمتِ آں خسرو شہ دیں پناہ ... داشت بر آئینِ بزرگاں نگاہ
کرد چو نورش بدل و دیدہ جاے ... گاہ سرش بوسہ زد و گاہ پاے
عارض از آئینِ ادب پروری ... بود کمر بستہ بخدمت گری
تا نظرِ شاہ بر آں سوے تافت ... خدمتِ عارض محلِ عرض یافت

جب تک ناصر الدین پوتے کو پیار کرتا رہا عارض سلطنت دست بستہ چپ کھڑا رہا۔ جب اُس کی طرف دیکھا تو اُس نے عرضِ معروض کا موقع پایا اور وہ شاہانہ تحفے جو نذر کے لئے ہمراہ لایا تھا پیش کئے۔ اور کیقباد نے پیام کے جواب میں جو کچھ عرض کیا تھا سنا دیا۔

آمدنم نز پئے ایں کار بود | کافسرو افتلیم توانم ربود
تشنۂ دیدارِ توام روز و شب | شربت خود باز نگیرم ز لب
شاد کن ایں جانِ غم اندیش را | روے نما منتظرِ خویش را
تحفۂ حالِ دلِ ریشم بخواں | یا بمن آ۔ یا برِ خویشم بخواں

جب کاؤس کی سواری دریا سے پار اتر چکی تو کیقباد کو اطلاع کی گئی کہ چھوٹا شہزادہ قدمبوسی کے لئے آتا ہے۔ اُس نے دربار آراستہ کیا۔ اور بہت سی فوج سرداروں کے ہمراہ بھیجکر بڑی دھوم سے اُس کا استقبال کرایا۔ دہلیز شاہی پر پہونچکر شہزادہ گھوڑے سے اترپڑا اور جو پیشکش لایا تھا پیش کیا اور جو باتیں شاہ بابا نے سمجھا دی تھیں بڑے بھائی سے عرض کردیں۔ کیقباد بھائی سے ملکر بہت مسرور ہوا۔ اور اُس کی خاطر و مدارات میں بزم طرب آراستہ کی:۔

شاہ برویش چو نظر کرد چست | دید دراں آئینہ خود را درست
گرم فرو جست ز تختِ بلند | کرد با گوش تنِ ارجمند
داشت باغوشِ خودش تا بدیر | سیر نشد۔ چوں شود از عمر سیر؟
باخودش از فرش براو رنگ بُرد | تخت کیاں باز کیاں را سپرد
گاہ ز دیدہ بہ نثارش گرفت | گاہ دوبارہ بکنارش گرفت
گاہ نظر بر رُخِ زیباش کرد | گاہ دل از مہر شکیباش کرد
پرسش از اندازہ زغایت گزشت | حدِ نوازش زنہایت گزشت

اب تک سراپردۂ سلطانی شہراودھ سے اوپر کی جانب ایک تنگ میدان میں نصب تھا۔ اُس کا موقع فوراً شہر سے نیچے کی طرف تبدیل کر دیا جہاں میدان بھی وسیع تھا اور دریا کا پاٹ کم ہونے کی وجہ سے کشتی کی آمد و شد آسان تھی۔ اس عمدہ موقع پر کارکنانِ دولت نے ایک شان دار دربار دونوں بادشاہوں کی ملاقات کے لئے لب دریا ترتیب دیا۔

ناصرالدین کا آنا اور ملاقات

چونکہ گرمی کے دن تھے، ناصرالدین دن ڈھلنے کے بعد جب کہ دھوپ کی تیزی کم ہو گئی تھی کشتی میں سوار ہو کر چلا۔ معزالدین کیقباد اپنے شاہانہ دربار میں اورنگ سلطنت پر بیٹھا باپ کی آمد کا منتظر تھا۔

جس وقت باپ کو آتے دیکھا بے اختیار تخت سے اُتر برہنہ پا دوڑا، اور قدمبوسی کے لئے جھکا۔ باپ نے فوراً گلے لگا لیا۔ اور دونوں بغل گیر ہو کر دیر تک زار زار روتے رہے:۔

روز چو آخر شد و گرما گذشت — چشمۂ خور[1] خواست زدریا گذشت
تاجورِ شرق بر آہنگِ آب — کرد طلب کشتیِ گردوں رکاب
کشتی شہ تیز تر از تیر گشت — در زدنِ چشم ز دریا گذشت
راست کہ شد بر لب دریا رسید — گوہرِ خود بر لبِ دریا بدید

[1] چشمۂ خور = آفتاب۔ اور دریا کنایہ ہے آسمان سے ۱۲

جواب پسر (عارض کی زبانی)

آنچہ دلِ شاہ بداں مائل ست | راے مرانیز ہماں در دل ست
آمدم اینک بہزاراں نیاز | تاکنم ایں دیدہ بروے تو باز
بود زمن پرسشِ شاہِ زمن | کآمدن از خود طلبی - یا زمن ؟
من بدرشہ بہ آئیم دواں ق | چوں پسراں بر پدرِ مہرباں
شرط چناں ست کہ در بحر و بر | چشمہ کند برلبِ دریا گذر
لیک سزد - گر شہِ دریا نشاں | برسرِ ایں چشمہ شود دُرفشاں

ناصر الدین کی طرف سے ملاقات کا وعدہ

ناصر الدین نے خوش ہوکر عارض کو خلعت و انعام عطا کیا - اور کیومرث کو بہت سے نادر تحفے اور ایک ہاتھی مع عماری زرّین دیا - اور وعدہ کیا کہ ہم کل صبح ضرور ملاقات کے لئے آئیں گے - اِس کے بعد کیومرث اور عارض اپنے خیمہ گاہ کو واپس گئے۔

وعدہ چناں رفت کہ فردا پگاہ | جنبشِ خورشید شود سوے ماہ
منزلِ سعدین شود برجِ تخت | مجمعِ بحرین شود روے بخت
خرم و خوش عارض و فرزندِ شاہ | باز نوشتند سوے خانہ راہ

کیقباد کے ہاں دربار کی تیاریاں

عارض کی زبانی ناصر الدین کے آنے کی خبر سنتے ہی کیقباد کے دائرہ دولت میں دربار کی تیاریاں شروع ہوگئیں۔

کے روبرو کھڑا ہو گیا۔

خسرو نے اِس کی تاویل یہ کی ہے کہ باپ کا یہ فعل اُمرا کے لئے ہدایت تھی کہ تم کو بادشاہ کی تعظیم و خدمت اِس طرح کرنی چاہئے۔ باپ کے حکم کی تعمیل کر کے فوراً ہی کیقباد تخت سے اُتر آیا اور اُمرائے دربار نے دونوں بادشاہوں پر زر و گوہر نثار کیا اور جو خلقت باہر کھڑی تھی اُن میں لٹا دیا:-

چوں پدر از جانبِ فرزندِ خویش | شرطِ ادب دید ز اندازہ بیش
گفت کہ یک آرزویم در دل ست | منت للہ! کہ کنوں حاصل ست (ق)
آنکہ بدستِ خودت اے نیکبخت! | دست بگیرم بنشانم بہ تخت
زانکہ بغیبت چو شدی بر سریر | من نہ بُدم تا شدمے دستگیر
با پسر ایں نکتہ چو لختے براند | دست گرفت و بسریرش نشاند
خود بنعال آمد و بربست دست | ماند ازاں کار عجب ہر کہ ہست
داشت دریں زیرِ خیالے نہاں | آگہی داد بکار آگہاں
گرچہ پدر بر سرِ تختش کشید | شست و فرود آمد و پیشش دوید
چوں خلفاں شرطِ وفا می نمود | خواہشِ عذرے بسزا می نمود
دولتیاں ہر طرفے بستہ صف | کردہ طبقہائے جواہر بکف
لعل و زبرجد کہ در آویختند | بر دو سر افراز ہمی ریختند

رسم نثار و تصدق کے بعد دربار ختم ہو گیا اور سلطان ناصر الدین جس کشتی

خواست کہ از سوزِ دلِ بے قرار | بر جہد از کشتی دگیرد کنار
صبر ہمی خواست۔ نمی آمدش | گریہ نمی خواست۔ ہمی آمدش
بود برین سوے معزِ جہاں | ساختہ برجائے ادب چوں شہاں
پیش شد از دیدہ نثارش گرفت | شہ بدوید و بکنارش گرفت
تشنہ دو دریا ہم آوردہ میل | تشنہ و از دیدہ ہمی راند سیل
یکدگر آوردہ با آغوش تنگ | ہر دو نمودند زمانے درنگ

رونے کے بعد ہوش آیا تو تخت پر اجلاس کرنے کے لئے ایک دوسرے سے اصرار کرنے لگے :۔

از پسِ دیرے کہ بخویش آمدند | ہم گر از عذر بہ پیش آمدند
گفت پسر باپدر اینک سریر | جاے تو و من بندۂ فرماں پذیر
باز پدر گفت کہ این نخل مبر | کز پسر افسر بربایدپدر
باز پسر گفت کہ بالا خرام | کز تو بر دپایۂ تختِ تو نام
باز پدر گفت کہ اے تاجدار | تخت ترا بہ کہ تو ئی بختیار

ناصر الدین نے بیٹے کو تخت نشین کیا

الغرض بہت سی حیص بیص کے بعد باپ نے کہا کہ میں تیری تخت نشینی کے وقت موجود نہ تھا کہ اپنے ہاتھ سے تخت پر بٹھاتا۔ اب خدا نے وہ دن دکھایا ہے کہ یہ رسم خود ادا کروں۔ اتنا کہہ کر بیٹے کو تخت پر بٹھا ہی دیا۔ اور خود ہاتھ باندھ کر تخت

رفت شتابندہ باورنگ گاہ | کرد رواں جملہ بفرمانِ شاہ
الغرض آں پیل وہماں تاج وتخت | کاں نرسد جز بخداوندِ بخت
دید شہنشہ چو مہیا بہ پیش | روے کرم کرد بہ دلبندِ خویش
گفت کہ ایں افسر وایں پیل وگاہ | بہر تو داشتہ بودم نگاہ
نیست مرا بہتر ازیں پنج چیز | تا دہم از دیدہ بچشمِ عزیز

یہ ہدیہ دیکر ناصر الدین نے بیٹے سے فرمایش کی کہ میری آرزو یہ ہے کہ میرے باپ کی دو یادگار چیزیں جو مجکو پہونچی ہیں ایک تو چتر سپید ایک کلاہ سیاہ یہ پہلے اپنے سر پر رکھ پھر مجکو دے ڈال۔ دوسرے روز کیقباد نے اِس فرمایش کی تعمیل کی جو شخص یہ چیزیں لے کر آیا تھا ناصر الدین نے اُس کو انعام دیا۔

گفت بفرزند کہ درخوردِ شاہ | چتر سپید آر و کلاہِ سیاہ
تا جور آں چتر و کلاہِ سیاہ | کرد مہیا در واں سوے شاہ
ہردو فرستاد بحکم شہی | بر شہِ شرق آں دو نشانِ مہی
شاہ شد از دیدنِ آں بخت شاد | بستد و بوسید و بسر بر نہاد
داد بآرندۂ آں ہر دو چیز | خلعتِ خاص و زرِ بسیار نیز

ناصر الدین کی نصیحتیں فرزند دلبند کو

ایک شب پھر دونوں کی ملاقات ہوئی تو ناصر الدین نے فرزند دلبند کو از راہ دل سوزی بہت سی نصیحتیں کیں جن کی نظم میں خسرو شعرا نے کمال سخن گستری

میں آیا تھا اُسی میں سوار ہو کر خوش وخرّم اپنی فرودگاہ پر واپس آگیا:۔

چوں پدر اقبالِ پسر تازہ کرد زاں شرف آفاق پر آوازہ کرد

گفت کہ امروز بس ست ایں قدر روزِ دگر جلوۂ ملکے دگر

زیں نمط از کام چو پرداز گشت فرقِ پسر بوسہ زد و باز گشت

مراسم اتحاد اور خانگی ملاقاتیں

یہ درباری ملاقات تو آئین شاہانہ کے بموجب اِس بات کا اعلان تھا کہ سلطان ناصر الدین نے معزالدین کیقباد کی تخت نشینی باضابطہ تسلیم کرلی اور دونوں بادشاہ متحد ہوگئے

دوسرے روز تحف وہدایا کا مبادلہ اور خانگی ملاقاتیں شروع ہوئیں کیقباد نے نہایت بیش بہا گھوڑے بطورِ پیشکش بھیجے اور رات کے وقت باپ کی ضیافت بڑی دھوم سے کی۔

اِس ضیافت کا بیان خسرو نے خوب جی لگا کر کیا ہے اور بزمِ مغربی کی ہر ایک چیز کے اوصاف میں فصاحت وبلاغت کے دریا بہائے ہیں۔

جب آب وطعام اور رقص وسرود سے فارغ ہو چکے تو سلطان ناصر الدین نے ایک ملازم خاص کو بھیجکر تاج وتخت اور ایک ہاتھی اپنی خیمہ گاہ سے طلب فرمایا اور تحفۂ فرزند دلبند کو عطا کیا:۔

گفت بخاصان نیکے شاہِ شرق تا رود از آب گذارا چو برق

آورد و پیش کشد از اختصاص تختِ زر و تاجِ زر و پیلِ خاص

باشد اگر سوی مہمیت روے   رخصتِ تدبیر شناساں بجوے
گر شودت خصم بتدبیر رام   تیغ نشاید کہ کشی از نیام
حق چو ترا جاے بزرگاں سپرد   خویشتنت خرد نباید شمرد
جد چو ترا داد کم و بیشِ خویش   بیش و کم از وے نہ کم و نہ بیش
بیش کن آنہا کہ ز یزداں بود   کم کن از آنہا کہ نہ فرماں بود
چشمِ رعایت ز رعیت مگیر   تا بودت ملک عمارت پذیر
عدل بود مایۂ امن و اماں   بیش کن ایں مایہ زماں تا زماں
دادگری کن کہ ز تاثیرِ داد   بس درِ دولت کہ توانی کشاد
تا بزمانے کہ تو باداں بسے   نشنود آوازِ تظلّم کسے
دولتِ دنیا کہ مسلّم تراست   جانبِ دیں کوش کہ آں ہم تراست
دولتِ جاوید نبردہ است کس   نامِ نکو دولتِ جاوید بس
پیشہ نکوئی کن و از بد بترس   از بدِ کس نے - ز بدِ خود بترس
نیتِ خیرت اگر امروز خاست   وعدہ بفردا مفگن - کاں خطاست
یافتی از کشتِ ازل خوشۂ   راست کن از بہرِ ابد توشۂ
ترسِ خداوندِ جہاں کن بدل   تا ز خداوند نمانی خجل
کار چناں کن کہ بہنگامِ کار   از درِ یزداں نشوی شرمسار
چوں بوغا جہد کنی در جہاد   باش گراں جنبش و دیر ایستاد

کی داد دی ہے:-

چوں سخن رفت بسے داوری ۔۔۔ دور در آمد بہ نصیحت گری
داد نخستش بدعاے پناہ ۔۔۔ کایزدت از حادثہ دارد نگاہ!
ریخت پس آں گاہ بمہرِ تمام ۔۔۔ داروے تلخش ز نصیحت بہ کام
کاے پسر! از ملک و جوانی مناز ۔۔۔ ناز بدو کن کہ شد او بے نیاز
خشم بہر جرم میاور بکس ۔۔۔ ز آتشِ سوزندہ نگہدار خس
چوں بگنہ معترف آید کسے ۔۔۔ عفو نکوتر ز سیاست بسے
در حقِ آں کش بر خود داشتی ۔۔۔ دیر خصومت شو و زود آشتی
ہر کہ زند در رہِ اخلاص گام ۔۔۔ کار برو کن بعنایت تمام
واں کہ بر آرد بخلافت سرے ۔۔۔ سر بزنش پیش کہ گیرد برے
خرد مبیں دشمنِ بد زہرہ را ۔۔۔ آب دہ از زہرۂ او دہرہ را
دشمنِ خود خرد نباید شمرد ۔۔۔ در تہِ دنداں چہ کند سنگِ خرد؟
گرچہ جہاں جملہ ہوا خواہِ تست ۔۔۔ ہم بکن آں خار کہ در راہِ تست
دشمن اگر دوست نماید بپوست ۔۔۔ فرق کن از دشمنِ خود تا بدوست
جاے مدہ دشمنِ کیں توز را ۔۔۔ گوش مکن گفتِ بد آموز را
خاص کن آں را کہ خرد ہست بیش ۔۔۔ راہ مدہ بے خبراں را بخویش
گرچہ دلت ہست فراست شناس ۔۔۔ گفتِ کساں نیز ہمی دار پاس

کیا گیا تھا جا بیٹھے۔

تنہائی کا وقت تھا مصالح ملک داری کی نسبت کچھ راز کی باتیں ہوئیں۔ باپ نے بیٹے کو سمجھایا کہ فلاں شخص تیرے چمنِ دولت میں زہریلا کانٹا ہے اُس کو جلد نکال کر پھینک دے اور فلاں شخص کو اپنا مشیر بنا۔ بیٹے نے باپ کی یہ نصیحت دل و جان سے سُنی اور گرہ باندھی پھر دونوں رخصتی معانقہ کے لئے کھڑے ہو گئے اور باپ نے رو رو کر اپنا دردِ دل سنایا (ان خیالات کی ترجمانی طوطیِ ہند نے اپنے اشعار میں نہایت سوز و گداز سے کی ہے) آخر کار معانقہ کیا اور آنسو بہاتا اپنی کشتی پر سوار ہو گیا اُدھر کشتی چلی اِدھر کیقباد چیخیں مار مار کر رونے لگا جب کشتی نظر سے اوجھل ہو گئی تو گھوڑے پر سوار ہو اپنے خیمہ گاہ کو روانہ ہوا خیمہ کے پردے چھڑوا دیے لوگوں کا آنا جانا بند کیا اور باپ کی یاد میں دن بھر پڑا روتا رہا۔

شب چو وداعِ مہ و سیارہ کرد — صبح دم از مہر قبا پارہ کرد
کوکبۂ شرق سوے شرق تافت — لشکرِ مغرب سوے مغرب شتافت
سرورِ شرقی بودلاعِ پسر — گریہ کناں کرد ز دریا گذر
خاص شد از بہرِ وداعِ دو شاہ — چوترہ بایستۂ آرام گاہ
خلوت ازیں گونہ کہ محرم نبود — ہیچ کس از خلوتیاں ہم نبود
آنچہ بُد از مصلحتِ ملک راز — یک بدگر ہردو نمودند باز

باز طلب صحبتِ مردانِ پاک — صحبتِ آلودہ رہا کن بخاک
ہوش براں نہ کہ شوے ہوشیار — تا کہ بغفلت نرود روزگار
غفلتِ شاہ است زیانِ ہمہ — خوابِ شبان ست بلائے رمہ
شاہ بود از پئے پاسِ جہاں — خواب نشاید کہ کند پاسباں
چوں تو خوری بادہ کا فور بو — پس غمِ گیتی کہ خورد ؟ خود بگو
پیشۂ تقویٰ ست پسندیدہ فر — از ہمہ وز شاہ پسندیدہ تر
چوں ہمہ کس خدمتِ سلطاں کنند — ہر چہ ز سلطاں نگرند آں کنند
کوششِ پوشیدہ کن اندر شراب — تا نشود رکنِ شریعت خراب
شاہ بدیں گونہ بفرزندِ خویش — داد بسے زادِ نو۔ از پندِ خویش

ناصر الدین نے رو رو کر یہ نصیحتیں تمام کیں۔ آدھی رات ہو گئی تھی۔ قیام گاہ کو مراجعت فرمائی اور کہا کہ کل کوچ کا ارادہ ہے آخری وقت ملاقات کے لئے صبح پھر آؤں گا۔

وداعی ملاقات جدائی کی گھڑی آپہونچی۔ صبح دم دونوں لشکروں کا کوچ شروع ہو گیا۔ ڈیرے خیمے لدنے لگے ایک نے مشرق کی اور دوسرے نے مغرب کی راہ لی۔

ناصر الدین رخصتی ملاقات کے لئے دریا پار اُترا۔ یہاں کیقباد پہلے ہی سے باپ کے انتظار میں کمر بستہ کھڑا تھا۔ دونوں ایک چبوترہ پر جو اس ملاقات کے لئے مخصوص

آہ! کہ صبر از دل و تن می رود — خونِ من از دیدۂ من می رود

چون شغبِ نالہ زغایت گذشت — گریہ و زاری زنہایت گذشت

یک نفسے زاں نمط از ہوش رفت — کش سرِ فرزند زآغوش رفت

واں خلفِ پاک ہم از دردِ دل — خاکِ رہ از گریہ ہمی کرد گل

بستہ دل و جاں بوفاے پدر — دیدہ ہمی سود بپاے پدر

اشک فشاناں بدلِ دردناک — مردمکِ دیدہ فتادہ بخاک

ہر دو بجاں شیفتۂ یک دگر — دوختہ بودند نظر با نظر

روے بہم کردہ چنیں تا بدیر — ہیچ نگشتند ز دیدار سیر

عاقبت الامر در آں اتفاق — چونکہ ندیدند گزیر از فراق

ہر دو رخِ خوں شدہ عناب رنگ — یک دگر آغوش گرفتند تنگ

رفت پدر پاے بکشتی نہاد — دیدہ رواں از مژہ طوفاں کشاد

گریہ کناں با دل بریانِ خویش — کشتیِ خود راند بطوفانِ خویش

او شدہ زیں سو پسرِ دردمند — آہ برآورد بیانگِ بلند

گریہ ہمی کرد زمانے دراز — سوے پدر داشتہ چشمِ نیاز

راندہ ہمی از مژہ سیلابِ خوں — تا ز نظر کشتیِ شہ شد بروں

دید چو خالی محل از شاہِ خویش — رخش رواں کرد بہ بنگاہِ خویش

رفت بہ لشکر در خرگاہ بست — وآمد و شد را ز میاں راہ بست

کاں چمن از خار تہی کردنی ست — واں گلِ رنگیں بکف آوردنی ست

در حقِ ایں شو بکرم رہنموں — واں دگرے را بزمیں ریز خوں[۱]

آں ہمہ گفتارِ پدر کیقباد — دل نتواں گفت کہ در جاں نہاد

از پس آں ہر دو بپا خاستند — عذرِ بد و نیک ہمی خواستند

خستہ پدر از دلِ پرخون و ریش — دست درآورد بہ دلبندِ خویش

نالہ ہمی کرد کہ اے جانِ من — جاں نہ از آنِ دگرے زانِ من

چوں تو شدی، دل زکہ جوید ترا — دیں بکہ گویم؟ کہ بگوید ترا

بے خبرم ہر تو، شب تا بروز — گر خبرت نیست چنینم مسوز

سوختہ شد جانِ غمم اندوختہ — تا چہ شود؟ حالِ منِ سوختہ

کاش نبودی دو سہ روزی وصال — تا نشدے دیدہ اسیرِ خیال

اے ز تو در دیدۂ تاریک نور! — مردمی کن مشو از دیدہ دور

صبر مفرما کہ صبوریم نیست — دور ز تو طاقتِ دوریم نیست

گرچہ ترا ہم کششے در دل ست — آنچہ کہ من می کشم آں مشکل ست

چند کنی از پئے رفتن شتاب — یک دمے از سوختگاں رو متاب

با تو اگر ہمرہ بسیم مشکل ست — اشکِ منت ہمرہ صد منزل ست

خامۂ من زیں پس و تحریرِ درد — اشکِ رواں پیکِ بیاباں نورد

---

۱ حضرت خسرو کے حسنِ اخلاق نے اُس شخص کا نام ظاہر کرنے کی اجازت نہیں دی۔ مگر مورخین نے بالاتفاق بیان کیا ہے کہ ناصرالدین کی یہ آخری نصیحت ملک نظام الدین داربک کی نسبت تھی جو غصبِ سلطنت کی فکر میں تھا۔

پائے ستوراں بزمیں در شدہ | گاوِ زمیں را سُمِ شاں سر شدہ
بود بہر جا کہ نزولِ سپاہ | تنگی جو بود و فراخی کاہ

سلطان کیقباد دلی پہونچا

سلطانی لشکر منزل بمنزل کوچ کرتا ہوا دلی پہونچا تو کوکبۂ شاہی بڑی شان و شوکت سے شہر کے اندر داخل ہوا۔ ہاتھی گھوڑے سوار پیادے تیغ زن تیر انداز نیزہ بردار علم بردار جلو میں۔ رایتِ دولت کا پرچم اُڑتا ہوا سلطانِ جم جاہ گھوڑے پر سوار۔ سر پر چترِ سیاہ کا سایہ گرداگرد برہنہ تلواریں قطار در قطار۔ اس دہوم سے سواری درِ دولت پر پہونچی۔ رخشِ سلطانی کے قدموں پر بہت سا زر و جواہر نثار کیا گیا۔ نقارے پر چوب پڑی شادیانے بجنے لگے مطربوں نے مبارک باد کا راگ الاپا۔ رقاصوں نے ناچنا شروع کیا۔ حضور والا گھوڑے کی باگ روکے یہ تماشا دیکھتے ہوئے آہستہ آہستہ چل کر دولت خانے میں جا اُترے اُس وقت فرقِ مبارک پر رسمِ نثار ادا ہوئی زمین پر زر و گوہر کا فرش ہو گیا۔ بخیر و عافیت سفر سے واپس آنے کی خوشی میں کئی دن تک شاہانہ جشن کئے انعام واکرام اور خیرات و مبرات میں خزانے لٹائے۔

رخش طلب کردشہِ کام گار | شد بگہِ چاشت بدولت سوار
از روشِ پیل گراں تا گراں | بر سرِ اندامِ زمیں شد گراں
صفِ سیاہ از علمِ سُرخ و زرد | نسخۂ[۱] دیباچۂ نوروز کرد

---

[۱] نسخہ کردن = نقل کرنا۔

جامہ بعضے یادو فغاں می درید | جامہ رہا کن تو کہ جاں می درید

کیقباد کی مراجعت دلّی کو

اودھ سے سلطان معزالدین کیقباد کے لشکر کا کوچ عین برسات کے موسم میں ہوا۔ آسمان پر گھٹا کا شامیانہ جنگل سبزہ زار دھان کے کھیت لہلہے باغوں میں آموں کی کثرت ندی نالے چڑھے ہوئے۔ راہ رستے پانی کا تختہ بنے ہوئے۔ گنگا کی گھاٹ تک یہی کیفیت تھی۔ کیچڑ پانی کی وجہ سے لشکر کے اونٹ گھوڑوں کی جان آفت میں تھی۔ منزل پر پہونچکر گھاس چارہ تو افراط سے ملتا۔ لیکن دانہ مشکل سے نصیب ہوتا تھا

گرد چو رہ در سرطان آفتاب	چشمۂ خورشید فرو شد بآب
ابر سرا پردہ ببالا کشید	سبزہ صف خویش بصحرا کشید
تندیِ سیلاب زبالاے کوہ	از شغب آورد زمیں را ستوہ
برق بہر سوے بتابے دگر	دشت بہر جوے بآبے دگر
شالی سرسبز ندانم زچیست	کآب گذشتش زسر آنگاہ زیست
غوطۂ مرغابیِ رعنا بجوے	از سرِ طوفاں شدہ پایاب جوے[1]
آب رواں گشتہ بہر سایۂ	یافتہ از میوہ زمیں مایۂ
ابر دُر افشاں بسرِ دریا نوال	ابر شِش خود راند بدار الجلال
آب فراخے ہمہ رہ تا بہ گنگ	آمدہ لشکر ہمہ از آب تنگ

---

[1] پایاب جوے۔ مرکب قافیہ ہے لفظ پایاب اور جوے بمعنی جوبندہ ۱۲

کے بعد سلطان ناصرالدین کی وہ نصیحت جو بوقت وداع کی تھی

درحق این تو بجرم رہنموں   واں دگرے را بزمیں ریز خوں

یاد رکھی اور اس پر عمل کیا۔ بعض سرداروں کو قید کر دیا بعض دامن کوہ کی طرف بھاگ کر آوارہ ہو گئے۔

فیروز خاں خلجی کو شایستہ خاں کا خطاب دے کر اقطاع برن (بلند شہر) سپرد کیے گئے۔[1]

ملک نظام الدین اقطاع ملتان کے لئے نامزد ہوا۔ وہ بھی اس تغیر کی رمز سمجھ گیا جانے میں لیت و لعل کرتا رہا بعض مقربوں نے سلطان کے اشارہ سے کوئی چیز پلا کر اُس کا کام تمام کر دیا۔[1]

یہ شخص بڑا مدبر اور کارداں سردار تھا۔ مگر سلطنت کی ہوس اُس کے حق میں آخر کار زہر کا گھونٹ بن گئی۔

خسرو کی ملازمت کا حال بر سبیل اجمال

امیر صاحب دور معزی سے پہلے ملوک و خوانین کے ندیم اور درباری شاعر رہ چکے تھے اور ان کے کمال سخنوری کا شہرہ ایران و توران تک پہونچ لیا تھا۔

وہ اوّل اوّل ملک چھجو کے ندیم دلی میں رہے پھر شہزادہ بغرا خاں کے ندیم سامانہ میں رہے اور اُس کے ہمراہ سفر بنگال کیا۔ جب یہ شہزادہ سلطان لکھنوتی بنایا

---

[1] تاریخ برنی و بدایونی ۱۲

شہ بتہ چترِ سیہ می چمید | اوّلِ شب صبح دوم می دمید
تیغ بہ پیرامنِ چترش قطار | ابر یکے قطرہ آبش ہزار
بود بیک جائے صفِ تیغ و تیر | ہم چو نیستاں بلبِ آب گیر
بانگِ رد و ارد کہ برآمد بلند | غلغلہ در گنبدِ گردوں فگند
کوکبہ چوں فلک آراستہ | گردِ ظفر تا بہ فلک خاستہ
شاہ بدروازۂ دولت شتافت | داد بدروازہ کشادے کہ یافت
توسنِ شہ راز نثار افگناں | گشت تحمّل بجواہر عناں
کوس خبر کرد بگوش از خروش | وز خبرش بیخبری یافت گوش
نغمۂ مطرب ز گلو گاہ و ساز | گوشِ نیوشندہ ہمی کرد باز
ماہوشاں چرخ زناں پای کوب | گشتہ بمو از رہِ شہ خاکروب
شاہ بنظارۂ آں کارگاہ | نرم تریں راند فرس را براہ
نرم ہمی راند و عناں می کشید | تا بشرف خانۂ دولت رسید
بسکہ فشاندند ز ہر سو نثار | فرشِ زمیں شد ز درِ شاہوار
جشنِ فریدون و طرب گاہِ جم | تازہ شد از مجلسِ شاہِ عجم
از دلِ خواہندہ بتاراجِ گنج | خواستہ می داد و ہمی برد رنج

ملک نظام الدین کا انجام

امیر صاحب نے تو کیقباد کو دلّی پہونچا کر مثنوی کا قصّہ ختم کر دیا ہے۔ مگر تواریخ[1] سے ثابت ہے کہ کیقباد نے دلی پہونچ

۱؎ تاریخ برنی و بدایونی ۱۲

بانگِ ندیمانِ قصیدہ سرا | بازرسانیدہ سخن برسما

اس مجلس میں کہ دونوں بادشاہ و ملوک و اُمرا موجود تھے شعرا نے اپنے قصیدے سنائے غالباً طوطی ہند نے بھی اپنا قصیدہ سنایا ہوگا اس قصیدہ کے منتخب اشعار یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔

قصیدہ

زہے ! ملک خوش چوں دو سلطاں یکے شد | زہے عہد خوش چوں دو پیماں یکے شد

دو چیز از دو سو سر برآورد از در | زمیں زاں دو ابرِ دُرافشاں یکے شد

پسر بادشاہ و پدر نیز سلطاں | کنوں ملک بیں چوں دو سلطاں یکے شد

زبہر جہاں داری و بادشاہی | جہاں را دو شاہِ جہانبان یکے شد

یکے ناصرِ عہد محمود سلطان | کہ فرمانش در چار ارکاں یکے شد

دگر شہ معزّ جہاں کیقباد ے | کہ در ضبطش ایران و توراں یکے شد

بدیو و پری گوے اے باد ! کاینک | دو وارث بملکِ سلیماں یکے شد

کنوں روے در چیں نیارند ترکاں | بہندوستاں چوں دو خاقاں یکے شد

بروں شد دوئی از سر ترک و ہندو | کہ ہندوستاں با خراساں یکے شد

بصد میہمانی صلا داد عالم | چو بر خوانِ شاہی دو مہماں یکے شد

خان جہاں کو اقطاع اودھ کی حکومت ملی | امیر صاحب اسی مثنوی میں فرماتے

گیا تو امیر صاحب ترک ملازمت کر کے دلی واپس چلے آئے بعد ازاں قاآنِ ملک سلطان محمد خاں کے پاس دربار ملتان میں رہے جس معرکے میں سلطان محمد خاں شہید ہوا خسرو اسیر مغل ہو گئے اس قید سے کسی طرح رہا ہو کر دلی آئے۔ پھر اپنی والدہ اور عزیزوں کے ساتھ پٹیالی چلے گئے اور وہاں اُس زمانے تک مقیم رہے کہ سلطان معز الدین کیقباد تخت نشین ہوا اور اُس نے امیر صاحب کو دلی بلایا لیکن اس اندیشہ سے کہ ملک نظام الدین ان کا مخالف تھا دربار معزی میں جانا خلاف مصلحت سمجھا اور اس خطرہ سے بچنے کے لئے حاتم خاں خان جہاں کے پاس چلے گئے اور اُس کی ندیمی اختیار کر لی۔

حاتم خاں خان جہاں سلطان بلبن کا مولازادہ اور نامور سردار تھا۔ یہ امر تحقیق نہیں ہوا کہ جس وقت خسرو خانِ جہاں کے دربار میں گئے تو وہ کہاں تھا؟ اور کس عہدہ پر تھا؟ قیاس غالب یہ ہے کہ وہ اودھ ہی میں کسی عہدہ پر تھا اور اودھ کے مجمع میں وہ اور اُس کے ساتھ خسرو بھی موجود تھے قصائد خسرو میں ایک قصیدہ ہے جو دربار اودھ کی تہنیت میں انشا کیا گیا ہے اس قصیدہ سے بھی خانجہاں اور خسرو کا اس موقع پر موجود ہونا قرین قیاس ہے۔

سلطان ناصر الدین اور کیقباد کی دوسری ملاقات کے ذکر میں امیر صاحب فرماتے ہیں۔

صفِ حریفاں ز دو جانب قطار ہر یک از ایشاں ملک نامدار

میں بیقرار تھا مگر خانِ جہاں کے احسانات نے اُن کے لب پر مُہرِ خاموشی لگا رکھی تھی۔

آخر کار خانِ جہاں سے والدہ کی تاکید اور اپنی حالت عرض کی اُس نے بخوشی دلی جانے کی اجازت دیدی اور دو کشتیاں اشرفیوں سے بھری ہوئی بطور زادِ راہ پیش کیں۔

من زپئے شرمِ خداوندِ خویش | رفتہ زجائے خود و پیوندِ خویش
مادرِ من پیرزنِ بے سج | ماندہ بدہلی ز فراقم برنج
روز و شب از دوریِ من بیقرار | سوختہ داغِ منِ خام کار
در غم و زاری زجدا ماندنم | نامہ نویساں زپئے خواندنم
گرچہ دلم ہم زغمش بود ریش | چندگہے راہ ندادم بخویش
چوں کشش سینہ زغایت گذشت ق | یا عشِ دل زنہایت گذشت
حالِ خود و نامۂ امیدوار | باز نمودم بخداوندگار
داد اجازت برضائے تمام | تا نہم اندر رہِ مقصود گام
خرجِ رہم زاں کفِ دریا نثار | گرم رواں کرد دو کشتی زر
تا ز چناں بخششِ مفلس پناہ | شکر کناں پائے نہادم براہ

خسرو کی روانگی اور دلی پہونچنا — اب خسرو کمرِ ہمت باندھ کر اودھ سے چل کھڑے ہوئے۔ غم مادر زادِ سفر ہے اور شوق وطن بدرقۂ راہ چلتے چلتے ایک مہینے

ہیں کہ جب لشکر کیقباد اودھ سے واپس چلا اور کنت پور کی حد میں پہونچا تو خان جہان کو اقطاع اودھ کی حکومت عطا ہوئی خسرو تو پہلے ہی سے اُس کے ملازم تھے اور وہ ان کا بڑا قدردان و محسن تھا اِس لئے اُس کے ساتھ اودھ میں رہنا پڑا۔

باعلمِ فتح دراں راہِ دور　　سایہ فشاں شد بحدِ کنت پور
خانِ جہاں حاتمِ مفلس نواز　　گشت باقطاعِ اودھ سرفراز
از کفِ جود و کرمِ حق شناس　　کرد فراہم سپہِ بے قیاس
من کہ بُدم چاکرِ او پیش ازاں　　کرد کرم آنچہ کہ بد بیش ازاں
تا ز چناں بخششِ خاطر فریب　　بندہ شدم لازمۂ آں رکیب
در او دم بُرد ز لطفے چناں　　کیست کہ از لطف بتابد عناں؟
غربت از احسانش چنانم گذشت　　کم وطنِ اصل فراموش گشت
در اودھ از بخشش او تا دو سال[1]　　ہیچ غمِ غم نگرد و نالہ نبود از منال

خسرو کی رخصت دربار خان جہاں سے

امیر صاحب کو وطن سے جدا ہوئے قریب دو سال کے ہو گئے تھے مادرِ مہربان اُن کے فراق میں بے تاب تھیں پیہم خطوط بھیجتی تھیں کہ جلد آؤ اُن کا دل بھی وطن کی یاد

---

[1] اِس شعر میں قیام اودھ دو سال بیان کیا ہے لیکن یہ عرصہ کیقباد کی روانگی کے بعد سے اگر شمار کیا جائے تو حساب بالکل غلط بیٹھتا ہے۔ البتہ سنہ ۶۸۶ھ سے دو سال شمار ہو سکتے ہیں جبکہ خسرو خان جہاں کی ملازمت میں داخل ہوئے ہیں ۱۲

خسرو دربار معزی میں

خسرو شعرا کو دلی پہونچے دو ہی دن گذرے تھے کہ سلطان معزالدین کیقباد کو اُن کے آنے کی خبر لگی فوراً حاجب سلطانی دوڑا آیا کہ چلیے حضور نے یاد فرمایا ہے۔

یہ اُٹھے اور چلنے کی تیاری میں مصروف ہوئے اسی رواروی میں ایک مدحیہ قصیدہ بھی مرتب کر لیا۔

مجلس خانۂ سلطانی میں پہونچکر آداب بجالائے مگر دل میں دھکڑ پکڑ تھی (شاید اس خیال سے کہ پٹیالی میں جو فرمانِ طلب پہونچا تھا اُس کی تعمیل نہیں کی تھی) آخر قصیدہ جیب سے نکالا اور بلند آواز سے پڑھ کر سنایا۔

قصیدہ

منت ایزد راکہ شہ بر تختِ سلطانی نشست
در دماغِ سلطنت بادِ سلیمانی نشست

شہ معزالدین والدنیا کہ از دیوانِ غیب
نامِ او بر نامۂ دولت بعنوانی نشست

کیقباد آں گوہرِ تاجِ کیاں کز زخمِ تیغ
باج از ایراں بستد و بر تختِ تورانی نشست

بخت را بنمود کایں پیشانیِ دولت کر است
تاجِ زر زیں شکہ بر بالاے پیشانی نشست

قصۂ دریا نگر بر گوہرِ والاے خویش
تا بگستاخی چرا بر تاجِ سلطانی نشست

بر سرش چوں سایباں شد چتر می گفت آسماں
سایہ را دیدی کہ با خورشیدِ نورانی نشست

تیز نتواند بعالم دیدن اکنوں آفتاب
چوں ز چترش عالمے در ظلِ سلطانی نشست

انس و جاں از مہر گردوں در خیال افتادہ اند
مہر او تا در خیالِ انسی و جانی نشست

میں دلّی پہونچے وطن کے در و دیوار کو دیکھ کر اور دوست آشناؤں سے مل کر دل باغ باغ ہوا۔

پیاری اماں کے قدموں پر سر رکھدیا۔ اُس غم زدہ نے رو رو کر پیار کیا کلیجہ میں ٹھنڈک پڑی۔ بیٹے کے بخیر و عافیت پہونچنے کی منت مان رکھی تھی اب مراد پوری ہوئی تو وہ منت بھی پوری کی۔

شوق کشاں کرد گریبانِ من گریہ زدہ دست بدامانِ من
حالِ خوں کرد غمِ مادرم زاد ہمیں بود براہ اندرم
قطع کناں راہ چو پیکانِ تیز بلکہ چو تیر آمدہ اندر گریز
یک مہِ کامل بکشیدم عناں راہ چنیں بود و کشش آنچناں
ہم چو مہِ عید خوش و شاد بہر در مہِ ذیقعدہ رسیدم بشہر
خندہ زناں ہمچو گلِ بوستاں چشم کشادم برخِ دوستاں
مرغِ خزاں دیدہ بہ بستاں رسید تشنہ بسرچشمۂ حیواں رسید
مُردہ دل از حالِ پریشانِ خویش زندہ شد از دیدنِ خویشانِ خویش
دیدہ نہادم بہزاران نیاز بر قدمِ مادرِ آزرم ساز
مہربان ۱۲
مادرِ من خستۂ تیمارِ من ق چوں نظر افگند بدیدارِ من
پردہ ز روئے شفقت برگرفت اشک فشاناں ببرم درگرفت
داد سکونے دلِ آشفتہ را کرد و فا نذرِ پذیرفتہ را

خاستم و برگِ شدن ساختم | مُہرِ تے تازہ بپر داختم
رفتم و رُخسارہ نہادم بخاک | تن ادب آموز و دل اندیشناک
نقشِ طرازیدہ کشادم زبند | کرد نِشِ انشاد بہ بانگِ بلند
شہ چو دُرِ چیدہ مِن دیدہ تر | مُہرہ بچید از نُدمائے دگر
داد باحسان رہی بر درم | جامگی خاص و دو بدرہ درم

کیقباد کی فرمایش

جب بادشاہ اپنے بذل وکرم سے خسرو کو ممنون کر چکا تو ان کے کمال سخنوری کی ستایش کے بعد کہا کہ تمہارے فن سے ہماری بھی ایک غرض متعلق ہے اگر تم فکر سخن کرو تو ہماری خواہش پوری ہوسکتی ہے۔ پھر ہم بھی اس کا اتنا صلہ دیں گے کہ آیندہ طلبِ مال وزر سے بے نیاز ہو جاؤگے۔ خسرو نے عرض کیا کہ حضور والا! میں تو یہی ٹوٹی پھوٹی فارسی جانتا ہوں اگر اس سے وہ غرض پوری ہوسکے تو میں اپنی خوش قسمتی سمجھوں گا سلطان نے کہا "میری خواہش یہ ہے کہ تم تکلیف گوارا کرکے میری اور میرے باپ کی ملاقات کا حال اور جو ماجرا میرے اور اُن کے درمیان گذرا ہے ایسی سحر بیانی سے نظم کرو کہ باپ کی مفارقت جس وقت مجکو پریشان کرے وہ نظم پڑھ کر دل کو تسلّی دے لیا کروں"

اتنا کہہ کر خازنِ دولت کو اشارہ کیا وہ خسرو کو اپنے ساتھ لے گیا اور اشرفیاں اور خلعتِ شاہانہ دیا۔

گفت کہ "اے ختمِ سخن پروراں! | ریزہ خورِ خوانچۂ تو دیگراں

تا غبار بادِ پایش چشمِ جاں را سرمہ داد | خاک را بر منتِ ہر دیدہ تا بانی نشست
از زبانِ تیغ تا از بہرِ سر ہا شانہ ساخت | در سرِ ہر کس کہ بد موے پریشانی نشست
روز ہیجا از خیالِ ناوکِ ترکانِ او | نیستانی در دلِ شیرِ نیستانی نشست
در دلِ بدخواہ پیکانش کہ از خوں لعل گشت | گوئیا در سنگِ خارا لعلِ پیکانی نشست
ابر دستا! داد در دستت خدا تیغے چو آب | تا غبارِ کافر از راہِ مسلمانی نشست
چوں بہ تختِ سلطنت بنشستی از حکمِ ازل | تا ابد بنشیں کہ انجا ہم تو میدانی نشست
زاں کمر ہاے مرصع کز تو بر بستند خلق | ہر بزرگے تا کمر در گوہرِ کانی نشست
ابر صد بار آبروے خویش را بر خاک ریخت | پیشِ ابرِ دستِ تو کاندر زر افشانی نشست
بر درِ قصرِ چو فردوسِ تو رضوانِ بہشت | شاخِ طوبیٰ را عصا کردہ بدربانی نشست
دید قصرِ شاہ را با برجِ جوزا ہم کمر | بندہ خسرو چوں عطارد در ثنا خوانی نشست

چشمِ تو بیدارِ دولت باد تا از عونِ بخت!
جملہ بیداراں بخسپند و تو بتوانی نشست

بادشاہ کو ان کا کلام ایسا پسند آیا کہ تمام شعراے دربار اُس کی نظر میں ہلکے پڑ گئے از راہِ بندہ پروری اِن کا وظیفہ مقرر کیا اور ردو بدرے درم کے نقد عنایت فرمائے اور اپنے ندیمانِ خاص کے زمرے میں منسلک کر لیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں

بعد دو روزے کہ رسیدم ز راہ | زآمدنم زود خبر شد بشاہ
حاجبے آمد بشتابندگی | داد نویدم بصفت بندگی

کنج عزلت اختیار کیا اور سب سے ملنا جلنا چھوڑ دیا۔ یار و مددگار تھے تو یہی قلم دوات اور کاغذ۔ ۳۶ سال کی عمر تھی اور فکر سخن کا دریا جوش و خروش پر۔ تین مہینے تک شب و روز محنت کر کے مثنوی کا خاکہ کھینچ لیا اور تین مہینے اس کی کتابت و آرایش و پیرایش میں صرف کئے۔ غرض کہ چھ مہینے میں اس مثنوی کو سلطان معزالدین کیقباد کے مطالعہ کے قابل بنا دیا۔ رمضان کا مہینہ تھا اور ۶۸۸ھ۔

از درِ شہ با ہمہ شرمندگی — آمدم اندر وطنِ بندگی
خم شدہ از بارِ گہر گردنم — فرض شدہ خدمتِ شہ کردنم
گوشہ گرفتم ورقِ دل بدست — عقل سراسیمہ و اندیشہ مست
روے نہاں کردم از ابنای جنس — نے ز علم بلکہ خود از جن و انس
آبِ معانی ز دلم زاد زود — آتشِ طبعم بقلم داد دود
چوں بتو کل شدم اندیشہ سنج — سینۂ خاکیم بروں داد گنج
ہمت مردانہ بہ بستم بکار — ریختم از خامہ دُرِ شاہوار
باز نیامد قلمم تا سہ ماہ — روز و شب از نقش سپید و سیاہ
تا ز دلِ کم ہنر و طبعِ سست — راست شد این چند خطِ نادرست
ساختہ گشت از روشِ خامہ — از پس شش ماہ چنیں نامہ
در رمضان شد بسعادت تمام — یافت قِران نامہ سعدین نام
انچہ بتاریخ ز ہجرت گذشت — بود سنہ شش صد و ہشتاد و ہشت

از دلِ پاکت کہ ہنر پرور ست   ہمت مارا طلبے در سر ست
گر تو دریں فن کنی اندیشہ چست   از تو شود خواستۂ من درست
خواستہ چنداں کہ رسانم ز گنج   کز پے خواہش نبری ہیچ رنج"
گفتمش "اے تاجورِ جم جناب!   بخت ندیدہ چو تو شاہے بخواب
من کہ بوَم داعی مدحت طراز   تا چو توے را بمن آید نیاز
باغ نہ از گل طلبد رنگ و بوے   ابر نہ از قطرہ بود آب جوے
حاصلم از طبعِ کژ و فکرِ سست   نیست مگر پارسیِ نادرست
گر غرضِ شاہ برآید بداں   دولتِ من روے نماید بداں"
گفت "چناں باید اے سحر سنج!   کز پے من روے نہ پیچی ز رنج
جسمِ سخن را بہنر جاں دہی   شرحِ ملاقاتِ دو سلطاں دہی
نظم کنی جملہ بسحرِ زباں   قصۂ من با پدرِ مہرباں
تا اگرم ہجر درآرد زپاے   آیدم از خواندنِ آں دل بجاے"
ایں سخنم گفت و بگنجورِ جود   از نظرِ لطف اشارت نمود
بُرد مرا خازنِ دولت چو باد   مُہرِ زر و خلعتِ شاہیم داد

تصنیف مثنوی چونکہ یہ الطافِ شاہانہ بغیر سابقہ خدمت تھے اِس لئے خسرو شرمندۂ احسان ہو کر بارگاہ سلطانی سے اپنے گھر آئے اب تو جو خدمت سپرد ہوئی تھی اُس کی بجاآوری فرض ہو گئی۔

تین ہزار نو سو چوالیس بیتیں ہیں۔ ناظرین سے درخواست کی ہے کہ ان میں سے کوئی بیت کم نہ کریں کیونکہ اس شخص کو بڑی تکلیف ہوتی ہے جس کا فرزند گم ہو جاتا ہے :۔

من چو نگردم عددش از نخست | گم شد و سرمایہ نماندش درست
گشت ضرورت کہ کنونش بعقد | بستم و دادم بہ جبینانِ نقد
تا چو دریں بنگری اے ہوشمند! | بیش و کمش باز شناسی کہ چند
در زجل باز کشائی شمار | نہ صد و چار دچہل و سہ ہزار
خواہمش از خامہ زنانِ گزیں | آنکہ نگردد رقمے کم ازیں
زانکہ خراشیدۂ مردم بود | آہ کسے اکش خلفش گم بود

اس بیان سے یہ بھی ایک نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ خاتمہ اختتام مثنوی سے ایک مدت بعد لکھا گیا ہے۔

وصف نگاری وصف اشیا کی نسبت کہتے ہیں کہ "کبھی کبھی میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا تھا کہ صفات اشیا بیان کر کے اُس کا نام مجمعِ اوصاف رکھوں طرزِ سخن میں یہ ایک نئی ایجاد ہو گی چنانچہ اس مثنوی کے ضمن میں وہ خیال پورا کیا ہے آیندہ اس مضمون پر قلم اٹھانے کا ارادہ نہیں ہے "

بود در اندیشۂ من چند گاہ | کز دلِ دانندۂ حکمت پناہ
چند صفت گویم و آبش دہم | مجمعِ اوصاف خطابش دہم

سالِ من امروز اگر بر رسی — راست بگویم ہمہ شش بود وسی[۳۶]

زیں نمط آراستہ بکرے چو ماہ — باد قبولِ دلِ دانائے شاہ

خاتمۂ مثنوی خسرو نے اس مثنوی کا ایک طولانی خاتمہ لکھا ہے جو مختلف مضامین پر مشتمل ہی۔ اُس کے مطالعہ سے اس مثنوی کی نسبت اور حضرت خسرو کی عادات و اخلاق کے بارے میں بعض مفید معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ ان معلومات کا ذکر ہم ذیل میں کرتے ہیں:۔

اپنی محنت اس مثنوی کی تصنیف میں خسرو نے جو محنت اٹھائی ہے اُس کا ذکر اس طرح کیا ہے کہ یہ مضامین میں نے خونِ جگر پی کر اور پیشانی کا پسینہ بہا کر پیدا کئے یہ مجھکو ایسے عزیز ہیں کہ کبھی ان کو جگر میں رکھتا ہوں کبھی پیشانی پر جگہ دیتا ہوں۔

کس چہ شناسد کہ چہ خوں خوردہ ام — کایں گہر از حقہ برآوردہ ام

ساختہ ام ایں ہمہ لعل و گہر — از خوے پیشانی و خونِ جگر

تا نہم از فکرتِ پنہانیش — گہہ بجگر گاہ بہ پیشانیش

تعداد اشعار مثنوی اس مثنوی کے اشعار کی نسبت فرماتے ہیں کہ میں نے اول بار گنتی نہیں کی تھی اُن میں سے کسی قدر کم ہو گئے ہیں اب حساب کرکے امانت دار لوگوں کو ایک مثنوی سپرد کر دی ہے اُس کے مقابلہ سے کمی و بیشی کا اندازہ ہو سکے گا۔

آنکہ ورا در سخن آوازہ بیش | زخم زناں بروے ز اندازہ خویش
ہر گل و خارے کہ رسد زیں خیال | نے خوش ازاں گر دم و نے رنجہ زاں
ہر چہ ستایش کنندم مرد ہوش | گرچہ بود راست نیارم بگوش
زانکہ چو زیں فن بحسب ور اوفتم | ترسم ازیں مرتبہ دور اوفتم
چرب زبانی نبود سود مند | طفل بود کش بفریبی بہ قند
آنکہ شناسندۂ ایں گوہر ست | گر ہمہ نفریں کنندم در خور ست

حسّاد کا ذکر خسرو کی شہرت اور کلام کی خوبی دیکھ کر جو لوگ جلے مرتے تھے اُن کا ذکر بھی نہایت ٹھنڈے دل اور حکیمانہ انداز سے کیا ہے۔

باز کسے راکہ حسد رہ زند | زخمہ دریں رہ نہ بکے دہ زند
گر بمثل صد ہنر آرم ز غیب | ہیچ نگاہے نکند جز بعیب
صد سخنِ راست نگیرد بہیچ | یک رقمِ کژ کند انگشت پیچ
گر بہ ازیں ہست گہر سفتنش | عیب بود عیب کساں گفتنش
در کم ازیں مایہ رسیدش ز غیب | طفلِ رہ ماست ز طفلاں چہ عیب؟

مدح گوئی سے بیزاری اور محتشمانِ زمانہ کی شکایت خسرو شعرائے دَورِ معزّی کے اُمرا پر سختی کے ساتھ لے دے کی ہے۔ مگر کسی خاص شخص پر حملہ نہیں کیا بلکہ عام شکایت ہے۔

تاریخ سے بھی ثابت ہے کہ اِس عہد میں اکابر و معارف اور شریف النفس اُمرا

مگر میں تازہ مضامین زبان پر لانے سے اس لئے ڈرتا ہوں کہ لوگ سنتے ہی چوری کر لیتے ہیں اور لطف یہ کہ خود مجھ سے ہی اُس کی داد چاہتے ہیں میں شرماتا ہوں اور ان کی تعریف کر دیتا ہوں مگر وہ چور ہو کر بھی ذرا نہیں شرماتے "

ہر صفتے را کہ برانگیختم | شعبدۂ تازہ در در ریختم
مور شدم بر شکرِ خویش و بس | در نزدم دست بحلوائے کس
دزد نیم خانہ بُرِ دیگرے | خانہ کشادہ ز درِ دیگرے
ہر چہ کہ از دل دُرِ مکنوں کشم | زہرۂ آں نیست کہ بیروں کشم
زانکہ نگہ می کنم از ہر کراں | ایمنیم نیست ز غارت گراں
دزدِ متاعِ من و با من بجوش | شاں بزباں آوری و من خموش
نقدِ مرا پیشِ من آرند راست | من کنم احسنت کز آں شماست
شرم ندارند و بخوانند گرم | با من و من ہیچ نگویم ز شرم
طرفہ کہ شاں دزد و من از شرم پاک | حاجب کالا من و من شرم ناک

معارضین کا ذکر خسرو نے اپنے معارضین کا ذکر نہایت سنجیدگی و تحمل کے ساتھ کیا ہے :-

آنکہ بنقصانِ خیالِ منند | جملہ گواہانِ کمالِ منند
بر ہنر آید ہمہ را گفت و بس | بے ہنراں را نکند یاد کس
در سخن افتند ہمہ را یچ پیچ | چوں سخنے نیست چگویند؟ ہیچ

پشت بخویم نہ پناہے زکس | چوں بخداوند کنم روے و بس

مثنویاتِ نظامی کی ثنا و صفت

امیر صاحب خواجہ نظامی گنجوی کو صنفِ مثنوی کا اُستادِ کامل مانتے ہیں اُن کی مثنویات کی خوبیوں کے معترف ہیں اور اپنے لئے بہتر طریقہ نظامی کی تقلید خیال کرتے ہیں

در ہوسِ مثنویت در دل ست | حل کنم ایں بر تو کہ بس مشکل ست
در روشے کز تو نیاید مرو | گفتِ بدم مشنو و نیکو شنو
نظمِ نظامی بہ لطافت چو دُر | وز دُرِ او سر بسر آفاق پر
پختہ ازو شد چو معانی تمام | خام بود پختنِ سوداے خام
بگذر ازیں خانہ کہ جاے تو نیست | ویں رہِ باریک بہ پاے تو نیست
گفتۂ او را شنو و گوش باش | گفتِ مرا بشنو و خاموش باش
سحر ورانے کہ در و دیدہ اند | خاموشیِ خویش پسندیدہ اند
مثنوی او راست ثناے بگو | بشنوش از دور و دعاے بگو
در ہوست می نگذارد عناں | می کشدت دل بخیالِ چناں
کوششِ آں کن کہ دریں راہِ تنگ | زاں گلِ تر بوے دہندت نہ رنگ
سوزِ سخن را نہ بہ خامی طلب | پختگیش ہم ز نظامی طلب

وملوک عزلت گزیں ہو گئے تھے۔ سفلے دون ہمت اور جاہ طلب بادشاہ کے مقرب اور کاروبار میں دخیل تھے یہ صاف گوئی خسرو کی دلیری اور اخلاقی جرات کی بیّن دلیل ہے۔

گرمی دل نیست چو حاصل مرا — سرد شد از آبِ سخن دل مرا
تا کے دریں شیوه بہ ننگے شوم — بے غرض آماج خدنگے شوم
نام گدائے کنم اسکندرے — خلعت عیسیٰ فگنم بر خرے
محتشمانند دریں روزگار — مس بزرانند و دُہ ناقص عیار
کوردل از دولت وکوتہ نظر — دولتِ شاں ازدلِ شاں کورتر
گوش گرانے ہمہ ناموس جوے — سفلہ وش و دوں صفت و تنگ خوے
بے کرمے نام فروشی کنند — بے گہرے مرتبہ کوشی کنند
خوردہ بدرویش نیاز ندیش — بیش رسانند بدانجا کہ بیش
گر برسانند دمش، برگدائے — یک درمے دہ طلبند از خدائے

پھر اسی سلسلہ میں فرماتے ہیں:۔

ایں سخن چند کہ بیخواست ست — شاعری نیست ہمہ راست ست
لیک بخواہش چو مرا نیست راہ — جز بخدا یا بدر بادشاہ
ہر چہ بگفتم ز کسے باک نیست — زہر نخوردم غم تریاک نیست
نیت آں دارم ازیں پس بہ راز — کز در شہ نیز شوم بے نیاز

امیر صاحب خود اپنی طرف سے خطاب کرتے ہیں :-

لیک اگر پند من آری بگوش | مصلحت آں ست کہ مانی خموش
چل شد و در پنجہت آمد انگشت | پیش ہمیں بیش کہ افتی بہ پشت
نوبت تو بہ است گرانی مکن | روئے بہ پیری ست جوانی مکن

لیکن اس خاتمہ کا آخر صفحہ (جہاں اس مثنوی کی نسبت چند دعائیں مانگی ہیں اور سلطان کیقباد کے حضور میں اس کی مقبولیت اور شہرت کی توقع ظاہر کی ہے) خاتمہ کی نسبت پھر الجھن پیدا کرتا ہے :-

بار خدایا! من غافل بہ راز ق | ایں ورقِ سادہ کہ بستم طراز
گرچہ کہ امروز جمالِ من ست | عاقبت الامر وبالِ من ست
عفو کن آں را کہ نہ زیبائے تو نیست | توبہ دہ از ہر چہ برائے تو نیست
چوں ز تو شد ایں ہمہ ناچیز چیز | ہم تو کنی در دلِ خلقے عزیز
عیب شناساں بہ کمینِ من اند | بے ہنراں جملہ بہ کینِ من اند
تو بکرم عیبِ من عیب کوش | در نظرِ عیب شناساں بپوش
بو کہ برآرد بہ چنیں نامہ نام | بر درِ شہ خدمتِ من والسلام

یہ اخیر شعر اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ ابھی سلطان کیقباد زندہ ہے۔ تو یہ اُسی زمانے کی تحریر ہے جب کہ مثنوی لکھی گئی ہے۔

ان اختلافات سے ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ خاتمہ کا آخر حصہ مثنوی کے

سوزِ تکلف خس و خاکستر ست　　　چاشنیِ سوختگاں دیگر ست

غزلِ سعدی کی ثنا و صفت

امیر صاحب صنف غزل میں سعدی کے معتقد و مداح اور معتقد ہیں۔

در غزلت یادِ جوانی دھد　ق　وز خوشیِ طبع نشانی دھد

تن زن ازاں ہم کہ کساں گفتہ اند　　　ہر چہ تو گوئی بہ ازاں گفتہ اند

نوبتِ سعدی کہ مبادا کہن !　　　شرم نداری کہ بگوئی سخن

اس خاتمہ کی تصنیف کا زمانہ

اگر مصنف نے کچھ تصریح نہ کی ہو تو عام دستور کی مطابق یہ ہی خیال کیا جائے گا کہ خاتمۂ کتاب اور اصل کتاب کی تسوید کا ایک ہی زمانہ ہے۔ لیکن (تعداد اشعار مثنوی) کے عنوان میں ہم اپنا شبہ ظاہر کر چکے ہیں کہ یہ خاتمہ مثنوی سے ایک عرصہ بعد کا معلوم ہوتا ہے۔

آگے چل کر ذیل کے اشعار صاف صاف ظاہر کرتے ہیں کہ اس وقت خسرو کی عمر چالیس سے گذر کر پچاس تک پہونچ گئی ہے مثنوی کہی تھی چھتیس سال کی عمر میں۔ تو خاتمہ چودہ برس بعد کا ہوا۔

مثنوی کا صلۂ موعود دینے سے باز رکھا۔ اگر دیا ہوتا تو خسرو علیہ الرحمۃ اُس کا ذکر شکریہ کے ساتھ دیباچہ غرۃ الکمال میں ضرور کرتے جہاں سلطان کیقباد کی وفات کا تذکرہ کیا ہے۔

کلام پر ایک نظر

اب تک ہم نے اس مثنوی کے اصل قصے اور اُس کے متعلقات پر نظر کی ہے۔ ابھی اس مثنوی کی نظم و ترتیب اور محاسن کلام کا مطالعہ کرنا باقی ہے یہ کام اب شروع کرتے ہیں وما توفیقی الا باللہ

خصائصِ مثنوی اس مثنوی کی ترتیب میں چند خصوصیات ایسی ہیں جن سے شعرائے عجم کی مثنویات خالی ہیں۔ لیکن یہ خصوصیات لوازم مثنوی میں شمار نہیں ہو سکتیں۔ بلکہ یہ خسروؒ کی جدت آفرینی ہے کہ اس مثنوی کو دلآویز بنانے کی غرض سے اختیار کی ہے۔

(١) نظم عنوان (٢) تضمین غزل (٣) وصف اشیا

نظم عنوان مثنوی میں اکثر قصص، تاریخ، اخلاق، تصوف یا کوئی خاص بیان کیا جاتا ہے اور جب مضمون طویل ہوتا ہے تو اُس کی تقسیم فصول و ابواب یا داستانوں میں کیجاتی ہے اور ہر فصل یا داستان کا عنوان نثر میں ہوتا ہے۔ یہ قدیم دستور ہے۔ مگر خسرو نے اس مثنوی میں ہر داستان کا عنوان بھی نظم کیا ہے۔ اگر کل اشعار عنوان جمع کیجئے تو ایک قصیدہ ۴۲ شعر کا مرتب ہو جائے گا جس کی بحر مثنوی کی بحر سے مختلف ہے اور بحر ایسی اختیار کی ہے جس میں مضمون عنوان کی گنجائش بخوبی ہو سکتی ہے چند

ساتھ ساتھ لکھا گیا اور پہلا حصّہ بعد میں اضافہ کیا ہوگا جب کہ خسرو علیہ الرحمۃ کی عمر ۵۰ سال کی ہو گئی تھی۔

کیقباد کا انجام: کیقباد جب اودھ سے روانہ ہوا تھا تو باپ کی نصیحتیں چند روز یاد رکھیں راگ رنگ کی تعطیل کر دی۔ تسبیح و مصلا سنبھالا۔ مگر ارباب نشاط کی فوج قاہرہ لشکر کے ہمراہ چلی آتی تھی جس نے ہفتہ عشرہ ہی میں سلطان کو مغلوب کر لیا۔ اور اثنائے سفر ہی میں توبہ ٹوٹ گئی[1]؎

آفتِ زہد و توبہ شد ترک شراب خوارِ من   یار گر او ست کے بود توبہ و زہد یارِ من

دلّی میں سامانِ شوق کی کیا کمی تھی۔ جو مشاغل پہلے تھے وہی اب تھے اس رندی و بادہ خواری نے عین جوانی میں اُس کو پیرِ ناتواں بنا دیا۔ عوارضِ جسمانی لاحق ہوئے۔ آخر کار لقوہ اور فالج نے حس و حرکت سے معذور کر دیا۔ کچھ عرصہ تک علاج ہوتا رہا۔

اوائل ۶۸۹ھ میں دمِ واپسیں آپہنچا اور اُس کی عبرت انگیز شمعِ زندگی گل ہو گئی اور سلطنت بھی ہمیشہ کے لئے تُرکوں کے خاندان سے خلجیوں میں منتقل ہو گئی۔

یہ مثنوی کیقباد نے بڑے شوق سے تصنیف کرائی تھی۔ معلوم نہیں اس کی سیر نصیب ہوئی یا نہیں۔ غالباً مرض الموت کی تکلیفات نے اُس کو

---

[1] تاریخ برنی و بدایونی۔

شروع کر دیتے ہیں۔

تضمینِ غزل خواجہ نظامی سکندر نامے کی داستانوں کے آخر میں دو چار شعر خیالی ساقی کی مخاطبت میں لکھتے اور اس سے بادہ و پیمانے کی خواہش کرتے ہیں خسرو نے سلطان کیقباد کے اصلی ساقی و مغنی سے کام لیا ہے اور اسی کے ساتھ ایک عالیہ غزل بھی تضمین کی ہے۔

مثنوی میں غزل کا اضافہ:۔

دو تین غزلوں کے اشعار تو اصل قصے کے ضمن میں ہم لکھ چکے ہیں چند دیگر غزلوں کے چیدہ اشعار مع ساقی نامہ و مغنی نامہ یہاں نقل کرتے ہیں:۔

۱- فصل دے یعنی موسم سرما کی صفت کے بعد ایک غزل اپنے حسب حال کہی ہے جس کے مقطع میں حسنِ طلب بھی ہے:۔

چاکر او گشتہ سکندر بہ رزم	ساقیِ او خضر بہنگام بزم
بندہ زیادش ہمہ حال شاد	وین غزل از حالِ خوش داد یاد

غزل

شد ہوا گرم کنوں آتش و خرگاہ کجاست	بادۂ روشن و رخسارۂ دل خواہ کجاست؟
آتش اینک دلِ و می گریۂ خونین تن من	خرگہ گرم و لے ماہ بخرگاہ کجاست؟

کتنا مضمون اس شعر میں کھپایا ہے! یعنی میرا دلِ سوختہ آگ بن گیا ہے اور خون کے آنسو میرے لئے بجائے شراب ہیں اور میرا جسم گرم خیمہ کی مانند ہے مگر افسوس ہے

اشعار عنوان بطور نمونہ نقل کئے جاتے ہیں ؎

شکر گویم کہ بتوفیقِ خداوند جہاں ۔۔۔ بر سرِ نامہ زچند و نشتم عنواں
نام ایں نامہ والاست قرانُ السعدین ۔۔۔ کز بلندیش بسعدین سپہرست قراں
در تضرع بدرِ حق کہ گنہگاراں را ۔۔۔ داد بارانِ گنہ شوے زغینِ غفراں
نعتِ سلطانِ رسل آنکہ مسیحا بدرش ۔۔۔ پردہ داری ست نشستہ زپس شادرواں
وصفِ معراجِ پیمبر کہ بشب روشن شد ۔۔۔ سیرِ اسرائش[1] ززلفِ سیہ مشک فشاں
مدحتِ شاہ کہ نامش بفلک رفت چنانکہ ۔۔۔ نقشِ آں داغ شدہ خنگِ فلک را بر راں
در خطابِ شہِ عالم کہ بسلکِ خدمش ۔۔۔ آیم و ایں گہر چند فشانم ز زباں
صفتِ حضرتِ دہلی کہ سوادِ اعظم ۔۔۔ ہست منشور وے از حرسہا اللہ نشاں
صفتِ مسجدِ جامع کہ جہاں ست درو ۔۔۔ شجرۂ طیبہ ہر سوے چو طوبیٰ بجناں
صفتِ شکلِ منارہ کہ ز رفعت سنگش ۔۔۔ از پئے خنجرِ خورشید شدہ سنگ فشاں
صفتِ حوض کہ در قالبِ سنگیں گوئی ۔۔۔ ریختہ دستِ فلک آبِ خضر صورتِ جاں

اس دسویں عنوان کے تحت میں اوّل تو صفتِ شہر کی طرف بازگشت ہے جس کا بیان عنوان ہفتم میں بھی ہو چکا ہے۔ علاوہ بریں کئی اور مضمون بلا عنوان ہیں مثلاً صفت مردم شہر۔ کیقباد کی تخت نشینی۔ ناصر الدین کی لشکر کشی وغیرہ۔ اور یہ بات اور جگہ بھی پائی جاتی ہے کہ صفت نگاری کے بعد اصل قصے کو بلا عنوان

---

[1] اشارہ ہے اس آیۂ کریمہ کی طرف سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الخ ۱۷ ۔ لفظ اسریٰ جو اس آیت میں آیا ہے فعل ماضی ہے جس کا مصدر اسرا ہے جس کے معنی ہیں "شب رفتن۔ راتوں رات چلنا"

من اندر خاکِ میدانش لگدکوبِ ستم گشتم — ہنوز آں شہسوارِ من سرِ جولاں گری دارد
مسلماناں! نگہدارید بیچارہ دلِ خود را — کہ تیر اندازِ من مست ست و کیشِ کافری دارد[1]
توئی دیوانہ وش جاناں کہ داری سایۂ گیسو — دلم دیوانہ تر از تو کہ آسیبِ پری دارد
مرا چوں صید خود کردی شفاعت میکند خانم — نمی گوید "بکش" لیکن سخن در لاغری دارد
بہ بدنامی برآمد نامِ محسن دگر نے دیدہ — نہ یکتے دامنی دارد کہ صد دامن تری دارد

تردامنی کے معنی ہیں گناہ۔ اسی لفظ کو اُلٹ کر مقدارِ گناہ ظاہر کی ہے اور یہ کمالِ سخنوری ہے۔

۳۔ موسمِ خزاں کی صفت کے بعد ے

چنگ نوازِں بہ ہوا سر کشید — چنگ نواز ندہ نوا بر کشید
گفت بر آہنگِ نمطہائے تنگ[2] — ایں غزلِ نغز بر آواز چنگ

غزل

برگ ریز آمد و برگِ گل گلزار برفت — سرخ روئی زرخِ لالہ و گلنار برفت

(پت جھڑ کا موسم آگیا۔ گل و گلزار کا سامان رخصت ہوا۔ لالہ اور انار کے پھولوں کی سُرخی جاتی رہی)

خونِ دل گرچہ کہ بسیار برفت اندک ماند — صبر ہر چند کہ بود اندک و بسیار برفت

(اگرچہ دل کا خون بہت نکل چکا۔ پھر بھی تھوڑا باقی ہے۔ لیکن صبر تھوڑا بہت جو کچھ تھا وہ سب جاتا رہا یعنی بالکل نہیں رہا)

---

[1] کیش، مذہب و تیر دان۔ ان دو معنی سے ایہام کیا ہے ۱۲ [2] نمطہائے تنگ راگ کے باریک پردے ۱۲

کہ اس خیمہ کے اندر معشوق ماہرو نہیں ہی۔

دی ہمی رفت ز بس دیدہ کہ غلطید بجاے — گفت یارب کہ کجا پاے نہم؟ راہ کجاست

(وہ کل جاتا تھا اور بہت سی آنکھیں فرش رہ بنکی تھیں بولا خدایا! کہاں پاؤں رکھوں؟ ان آنکھوں کے ہجوم میں تو رستہ ہی نہیں ملتا!)

مصرعۂ آخر میں جو تعجب ظاہر کیا ہی وہ نہایت پرلطف ہی ؎

ماہِ من! کور شد ایں دیدہ ز بیداری شب — آخر از زلف نہ پرسی کہ سحرگاہ کجاست؟

(صبح کے انتظار میں رات بھر جاگتے جاگتے ہماری تو آنکھیں پھوٹ گئیں۔ آخر تو اپنی زلف سے کیوں نہیں پوچھتا کہ وقتِ سحر کہاں ہی؟ (یعنی) تیری زلفِ سیاہ نے یہ اندھیر ڈال رکھا ہی وہ سرکے اور تیرا رُخِ تاباں کھلے تو صبح نمودار ہو)

عزم حج دارد خسرو زپے توبۂ عشق — توشہ اینک غمِ دل بارگہِ شاہ کجاست؟

(خسرو کا ارادہ یہ ہی کہ حج کو جائے اور وہاں جاکر عشق سے توبہ کرے۔ لیکن زادِ راہ تو یہی غمِ دل ہی (اس سے کیا گزارہ ہوگا) کوئی یہ تو بتا دے کہ بارگاہِ سلطانی کہاں ہی؟ (وہیں سے کچھ مانگ لونگا)

۲- جب کیقباد کے لشکر کی تیاری ہو رہی تھی:-

جملۂ عالم بوفا جوئیش — خاطرِ خسرو بہ ثنا گوئیش

ایں غزل از مطربِ زوال صول — یافتہ در گوشِ ہمایوں قبول

غزل

سوار چابکِ من باز عزم لشکری دارد — دلِ من برد و یارِ ہمسالہا جاں داوری دارد

اپنے آگے آگے لانا]

در بنیش کہ مست بود خفتنش مدہ ‌ ‌ ‌ ‌ ہم ہمچنانش مست بزن دمن آر خوش

من مستِ خوش حریفی اویم کہ آں حریف ‌ ‌ ‌ ‌ سرخوش[1] خوش ست و مست خوش و ہوشیار خوش

سروِ پیادہ[2] خوش بود اندر چمن ولیک ‌ ‌ ‌ ‌ آں سروِ من پیادہ خوش ست و سوار خوش

از وے خوش ست برتنگنی[3] ہا براہِ ناز ‌ ‌ ‌ ‌ و ز خسروِ شکستہ فغاں ہاے زار خوش

۵- جس روز اسیران مغل کا قتل ہوا ہو اور بادشاہ نے جشن منایا ہو یہ غزل اُس قصے کے ذیل میں تضمین کی ہو اور اشعار کا مضمون مقتولین کی زبان سے ادا کیا ہے۔

نورِ نشاط از افقِ جام تافت ‌ ‌ ‌ ‌ شد زمے و مے زلبش کام یافت

بادہمہ وقت بشادی و ناز ‌ ‌ ‌ ‌ بادہ کش و خصم کش و بزم ساز

گفت ہمی زہرہ بربطِ زنش ‌ ‌ ‌ ‌ ایں غزلِ تر ز زبانِ منش

غزل

تیغ برگیر تا ز سر برہم ‌ ‌ ‌ ‌ تیر بکشائے کز نظر برہم

آشکارا بکش کہ تا بارے ‌ ‌ ‌ ‌ ہم ز سر ہم ز دردِ سر برہم

وہ کہ شب درمیاں کنم ہر دم ‌ ‌ ‌ ‌ از تو روزے کہ اے پسر برہم

[اے لڑکے! جب روز تیرے ہاتھ سے بچ جاتا ہوں تو یہ کہتا ہوں کہ اب تو شب درمیان ہے

---

[1] سرخوش جس کو تھوڑا نشہ ہو۔ مست جس کو ذرا زیادہ نشہ ہو۔ سیہ مست جس کو بہت زیادہ نشہ ہو ۱۲

[2] سروِ پیادہ۔ چھوٹے قد کا سرو ۱۲ [3] برتنگنی۔ مونھ پھیرنا۔ روٹھ جانا ۱۲

ہرچہ از عقل فزوں شد ہمہ عمرم جو جو | اندریں غارتِ غم۔ جملہ بیک بار برفت

(عقل کا سرمایہ جو کچھ میں نے عمر بھر میں تھوڑا تھوڑا کر کے جوڑا تھا اس غم کی لوٹ میں دفعۃً سب غارت ہو گیا)

۴۔ صفتِ بہار کے تحت میں۔

شاہ دریں فصل بعشرت گری | با گل و بلبل بطرب گستری
مطربِ بلبل نفس از نغمہ مست | ویں غزلش بردہ بسے دل ز دست

غزل

آمد بہار و شد چمن و لالہ زار خوش | وقتے ست خوش بہار کہ وقتِ بہار خوش[1]
در باغ با ترانۂ بلبل دریں ہوا | مستی خوش ست و بادہ خوش ست و خمار خوش
ما ئیم و مطربے و شرابے و محرمے | جائے بزیر سایۂ شاخِ چنار خوش
اے باد! کاہلی مکن و سوئے دوست رو | مارا بکن بآمدنِ آں نگار خوش

ذیل کے قطعہ بند اشعار میں بادِ صبا سے درخواست ہے کہ وہ تو میرے دوست کے پاس جا اور اس کو بُلا کر لا:

چیزے دگر مگوے وہیں گو کہ در چمن | سبزہ خوش ست و آب خوش و جوئبار خوش
گر خوش کند ترا بجد یثے کہ باز گرد | پیشش کن و بیار۔ مشو زینہار خوش

(اگر میرا محبوب تجکو بات بنا کر خوش کر دے اور کہے کہ تو اس جا تو ہرگز خوش نہ ہونا بلکہ اس کو

---

[1] یہ جملۂ دعائیہ ہے یعنی اس کو خوش خاطر ہو فعل (باد) یہاں سے محذوف ہے مثلاً اے وقت تو خوش کہ وقت خوش کر دی ہو

کی نہ جنگ میں شریک ہوا۔ خدا نے گھر بیٹھے اُس بے وقوف بادشاہ کو فتح کی مسرت نصیب کی۔

۷۔ کیکاؤس اور کیقباد کی ملاقات کے بیان میں یہ غزل تضمین کی گئی ہے:

هرچه به مجلس غزلِ تر زدند | جمله بنامِ شهِ کشور زدند
بر درِ او مطربِ فرخنده فال | دور مبادا ز غزل و از غزال[1]
باخوشیِ دل چو شود باده کش | زیں غزلم گوش کند میش خوش

غزل

بباغ سایهٔ بیدست و آبِ رسایه | ازیں سبیں منِ جاناں و خوابِ رسایه
بسایه خفته بدم دے که یار آمد و گفت | چه خفته که رسید آفتاب در سایه
چو پایه بند تو شد جان در آفتاب مگیر | مسوز جانم و باز آشتاب در سایه
بگفتِ خسرو و بکشائے زلف تا شنید | حریف و مطرب و چنگ و رباب در سایه

۸۔ جس دربار میں ناصرالدین اور کیقباد کی ملاقات ہوئی ہے اُس بیان کے آخر میں:۔

چنگیِ او عقل فزائے جہاں | قافلهٔ عیش و نشاطِ شہاں
ایں غزل از تارِ ترنم سرائے | در سرِ او یافته چوں عقل جائے

---

[1] غزال ۔ جوان رعنا۔

(یعنی اس وقت تو رہائی ملی) کل کی بات کل دیکھی جائیگی)

غمِ خسرو بگو میت کہ اگر | از رقیبانِ بے ہنر برہم

۶- جب خانِ جہاں مغلوں کو ہزیمت دے کر لاہور کی طرف سے واپس آیا ہی اور کیقباد کو فتح کا مژدہ سنایا ہی اس موقع پر یہ غزل تضمین کی ہی-

زاوّلِ روزش بطرب تا بشام | دور نشد مے زکف و لب ز جام

گاہ بہر جرعہ گہر می فشاند | گاہ بہر زمزمہ زر می فشاند

(کبھی شراب کے ایک گھونٹ پر کبھی راگ کے ایک ترانے پر لوگوں کو زر و جواہر انعام دیتا تھا)

عمرِ ابد باد بعیش اندرش | ویں غزل اندر لبِ خنیا گرش

غزل

دوش ناگہ بمنِ دل شدہ آں مہ برسید | دل بمقصودِ خود المنۃ للّٰہ برسید
آمد آں روشنیِ چشم و باستقبالش | مردمِ دیدہ دواں تا بسرِ رہ برسید
آمد آں سادہ زنخ - بر منِ بیہوش ز آب | بر سرِ تشنہ نگہ کن کہ چساں چہ برسید
گریہ بر سوزِ منش آمد و بر سوختگاں | ایں چہ بارانِ کرم بود کہ ناگہ برسید
خسروا گر سد ابلہ بہشت ایں چہ عجب | عجب آں ہیں کہ بہشتے تو ابلہ برسید

مقطع کے مصرعہ اولیٰ کا مضمون اس حدیث سے ماخوذ ہی اھل الجنۃ بلہ یعنی اکثر اہلِ بہشت بھولے بھالے آدمی ہونگے۔

مصرع ثانی بادشاہ کی حالت کے مناسب ہی کہ نہ کہیں دشمن پر چڑہائی

آفتِ زہد و توبہ شد ترکِ شرابِ خوارِ من | یار گر او مست کے بود توبہ کو زہد یارِ من؟
چوں تو سوار بگزری دیدہ گہر فشاں کنم | خواہ قبول و خواہ رد نیست جزیں نثارِ من؟

۱۱۔ خاتمہ مثنوی کے آخر میں :۔

در نظرِ شاہ مباد ا! کہن | ایں غزلم ختم بریں شد سخن

غزل

نامہ تمام گشت بجاناں کہ می برد؟ | پیغامِ کالبد بسوے جاں کہ می برد؟
ایں خطِ پر ز مہر۔ بدلبر کہ می دہد؟ | ویں دردِ سر بمہر بدرماں کہ می برد؟
ہائیم و شرطِ بندگیش باہزار شوق | ایں بندگی بحضرتِ ایشاں کہ می برد؟
گفتم بباد۔ گفت کہ "دیوانہ گشتہ" | اندوہِ مور پیشِ سلیماں کہ می برد؟
گفتی "نگاہدار بفرمانِ خویش دل" | "دارم دے بگوے کہ فرماں کہ می برد؟
درد اکہ دل زخسروِ بیچارہ می رود | وا آگاہ نے ز بردنِ دل آں کہ می برد

مثنوی میں قصیدہ اور غزل کا پیوند

غالباً مثنوی میں قصیدہ اور غزل کا پیوند لگانا حضرت خسرو نے بھاشا کی شاعری سے اخذ کیا ہی۔ حضرت کو بھاشا کی شاعری میں بھی ایسی ہی دستگاہ تھی جیسی کہ فارسی شاعری میں۔

بھاشا کا شاعر آغاز داستان میں ایک دوہا یا چوپائی یا چھند لاتا ہی اور ختم داستان پر کبھی کبھی سورٹھا موزوں کرتا ہی اور اس رنگا رنگی سے اُس کا مقصد

غزل

خرم آں لحظہ کہ مشتاق بیارے برسد — آرزو مندِ نگارے بہ نگارے برسد

لذتِ وصل ندانند مگر آں سوختۂ — کہ پس از دوریِ بسیار بیارے برسد

قیمتِ گل نشناسد مگر آں مرغِ اسیر — کہ خزاں دیدہ بود پس بہ بہارے برسد

خسروا! یارِ تو گر می نہ رسد خود میگو — بہرِ تسکینِ دلِ خویش کہ "آرے برسد"

۹۔ ناصرالدین اور کیقباد کی دوسری ملاقات کے ذکر میں:۔

بادلِ آئینۂ اسکندرش — ق — بادۂ خوں رنگ صفا پرورش

داد مرا ایں غزلِ پرخیال — بر دلِ چوں آئینۂ او جمال

غزل

ز سرِ کرشمہ یک رہ گزرے بسوئے من کن — بہ بہانۂ کہ داری نظرے بروئے من کن

منِ زار آرزومند و دلت بدیت بامن — بہ تکلف ار توانی شبے آرزوئے من کن

منم و دوئے زغمت چو ناتوانان — بزکوۃِ تندرستی گزرے بسوئے من کن

۱۰۔ کیقباد نے ایک روز مجلسِ نشاط دھوم دھام سے آراستہ کی ہے:۔

شاہِ گراں سر ز مئے خوش اثر — بادہ مبادش گرانی بسر

دست بیک زخمۂ مطرب برود — عود گراں سر بنوائے سرود

مجلس از ایں غزلم گشت مست — مست گراں سر شدہ ہر کس کہ ہست

غزل

۷۔ صفت شہر نو و قصر نو
۸۔ ؍؍ فصل خزاں
۹۔ ؍؍ فصل بہاران
۱۰۔ ؍؍ موسم نوروز
۱۱ ؍؍ چتر سیہ
۱۲ ؍؍ ؍؍ لعل
۱۳ ؍؍ ؍؍ سپید
۱۴ ؍؍ ؍؍ سبز
۱۵ ؍؍ ؍؍ گل
۱۶ ؍؍ دورباش
۱۷ ؍؍ تیغ
۱۸ ؍؍ کمان
۱۹ ؍؍ تیر
۲۰ ؍؍ رایت لعل
۲۱ ؍؍ موسم گرما
۲۲ ؍؍ خربزہ
۲۳ ؍؍ کشتی

۲۴ صفتِ اسپاں
۲۵ ؍؍ شب
۲۶ ؍؍ شمع
۲۷ ؍؍ چراغ
۲۸ ؍؍ سیر بروج
۲۹ ؍؍ اختر و طالع
۳۰ ؍؍ بادہ
۳۱ ؍؍ قرابہ
۳۲ ؍؍ صراحی
۳۳ ؍؍ پیالہ
۳۴ ؍؍ ساقی
۳۵ ؍؍ چنگ
۳۶ ؍؍ رباب
۳۷ ؍؍ نائے
۳۸ ؍؍ دف
۳۹ ؍؍ { پردہ
پردہ شناسان

تفننِ طبع ہو کہ ایک ہی مضمون پڑھتے پڑھتے جی اکتا نہ جائے۔

حضرت امیر خسرو نے آغازِ داستان کے لئے قصیدہ کا شعر اور خاتمے پر غزل کا التزام کیا ہو ہمارے نزدیک یہ جدت طرازی نہایت پر لطف و بامزہ ہو مگر اس کی تقلید یک فنے شاعر کا کام نہیں۔ جو شاعر مثنوی، قصیدہ اور غزل ان ہر سہ اصناف میں ید طولیٰ رکھتا ہو وہی خسرو کی تقلید کر سکتا ہو علاوہ بریں حضرت خسرو کو اس مثنوی کا ممدوح بھی خوش قسمتی سے ایسا ہاتھ لگا ہو کہ ساقی و مغنی و شاہد و بادہ و ساغر کا ذکر محتاجِ تکلف نہیں۔ بلکہ اُس کی بزم عیش کا ایک معمولی ہنگامہ ہو۔ انوری کی طرح خسرو کو یہ شکایت ہرگز نہ تھی کہ

نیست معشوقے سزاوارِ غزل

وصفِ اشیا اس مثنوی کی تیسری خصوصیت یہ ہو کہ اصل قصہ کے ضمن میں اشیا کی وصف نگاری موقع بموقع اتنی کی گئی ہو کہ اُن اوصاف کا حجم اصل قصہ سے بھی زیادہ ہو گیا ہو۔ اس کا اندازہ ذیل کی فہرست سے بخوبی ہو سکتا ہو۔

فہرست

۱ صفت حضرت دہلی	۴۔ صفتِ حوض
۲۔ " جامع	۵۔ " مردم دہلی
۳۔ " منارہ	۶۔ " آتش

ایک دلآویز مضمون ہے۔ اس کارنامے پر حضرت خسرو نے جو فخر کیا ہے بجا ہے:-

آنچہ ز سرجوشِ دلِ نقشبند | معنیِ نو بود و خیالِ بلند
موے بموئیش بہ ہنر بیختم | پختہ و سنجیدہ در و ریختم
وصف نہ زاں گونہ شد از دل بروں | کاں دگرے را بدل آید کہ چوں

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:-

ہر صفتے را کہ بر انگیختم | شعبدۂ تازہ درو ریختم
مور شدم بر شکرِ خویش و بس | ورنہ زدم دست بدامانِ کس
نیست ز کس لولوے لالائے من | ژرف ببیں در تہ دریائے من
نکتۂ من گوہرِ کانِ من ست | زانِ کسے نیست از آنِ من ست

وصف نگاری کا نقص

البتہ وصف نگاری کی وجہ سے یہ نقص پیدا ہوا کہ اصل قصہ کا سلسلہ ٹوٹ جاتا ہے۔ امیر صاحب نے اس نقص کو محسوس کیا اور خاتمہ میں اس کی معذرت اس طرح فرمائی ہے کہ اصل قصہ میں کچھ جان نہ تھی اس لئے وصف نگاری کی گئی مگر اس کی وجہ سے قصہ کی غرض فوت ہو گئی۔ یہ تکلف اس لئے کیا گیا کہ مثنوی میں ایک ندرت اور خوبی پیدا ہو۔ سو یہ عیب ایسا نہیں جس کو میں نے چھپایا ہو۔ بلکہ جو سب کہیں گے وہی میں خود کہتا ہوں:-

چوں سخن از لطف لبالب نداشت | کالبدش صورتِ جانے نداشت

۴۰ صفت مائدہ خاص

۴۱ " بیرۂ تنبول

۴۲ " نغمہ گری / زنانِ مطربہ

۴۳ " تاجِ مکلّل

۴۴ " تخت

۴۵ " پیل

۴۶ صفت صبح / کلاہِ سیاہ / چترِ سپید

۴۷ " چشمۂ خورشید

۴۸ " موسمِ باراں

۴۹ " قلم

۵۰ " مجبرہ (یعنی دوات)

۵۱ " کاغذ

امیر صاحب کو یہ خیال تو پہلے سے مرکوزِ خاطر تھا کہ اشیا کی وصف نگاری کریں اور اس کا نام بھی مجمعِ اوصاف تجویز کر لیا تھا۔ اب کیقباد کی فرمائش ہوئی تو یہ قصہ نہایت مختصر۔ اس میں اتنا پھیلاؤ ممکن نہ تھا کہ ایک معقول مثنوی مرتب ہو سکے۔ کوئی عام دلچسپی کا سامان بھی اس قصہ میں نہ تھا۔ لہٰذا خسرو نے اس مثنوی کو وصف نگاری کے ذریعہ سے نگارستان بنا دیا کہ شاہ و گدا سب کے لئے موجب انبساطِ خاطر ہو۔

دلّی اور دلّی کی عمارت کا۔ ہندوستان کے موسموں، پھولوں، پھلوں جانوروں اور اُس زمانے کی شاہی محفلوں کے تکلفات کا ذکر ہمیشہ کے لئے

صفت مسجد جامع

مسجدِ جامع کہ زفیضِ آلہ
زمزمۂ خطبۂ او تا بماہ

آمدہ در وے ز سپہرِ کبود
فیض زبانگ خواندنِ قرآں فرود

غلغلِ تسبیح بگنبد دروں
رفتہ ز نہ گنبدِ بالا بروں

ہر کہ سعادت بودش رہنمائے
بر درِ او سر نہد آنگاہ پائے

صفت منارہ

شکلِ منارہ چو ستونے ز سنگ
از پئے سقفِ فلکِ شیشہ رنگ

دیدنِ او را کلہ افگند ماہ
بلکہ فتادش گہِ دیدن کلاہ

از پئے بر رفتنِ ہفت آسماں
کردہ زمیں تا بفلک نے دباں

مسجدِ جامع ز دروں چوں بہشت
حوض ز بیروں شدہ کوہر سرشت

صفت حوض

در کمرِ سنگ میانِ دو کوہ
آب گہر صفوۃ و دریا شکوہ

ساختہ سلطانِ سکندر صفات
در سدِ کوہ۔ آئینۂ آبِ حیات

یعنی سلطان شمس الدین التمش نے یہ حوض مستحکم پہاڑ میں ایسا بنایا تھا گویا آبِ حیات کا آئینہ ہو۔ یہ حوض حوضِ شمسی کہلاتا تھا:-

شہر گر از وے بنود آب کش
کس نخورد در ہمہ شہر آبِ خوش

ور نخورد آبِ وے اندر زمیں
کے بزمیں در نخورد آبِ چنیں

وصف بران گونہ فرو ماندہ ام | کز غرضِ قصہ فرو ماندہ ام
خالِ تکلف زدمش بر جمال | نغز نماید مگر اندر خیال
عیب چناں نیست کہ بنہفتہ ام | کانچہ بگویند ہمہ گفتہ ام
ہست امیدم کہ سخن پروراں | چوں نگرند از رہِ بینش دراں
عیب یکے نیست کہ جویند باز | چوں ہمہ عیب ست چہ گویند باز

اب وصف اشیا میں سے ہم "مشتے نمونہ از خروارے" پیش کرتے ہیں:-

صفتِ حضرتِ دہلی

حضرتِ دہلی کنفِ[1] دین و داد | جنتِ عدن[2] ست کہ آباد باد!
ہست چو ذاتِ ارم[3] اندر صفات | حرسہا اللّٰہ عن الحادثات
از سہ حصارش دو جہاں یک مقام | وز دو جہاں یک نفسش دہ سلام
حصنِ برونیش ز عالم بروں | عالم بیرونش بحصن اندروں
حصنِ درونیش تو گوئی مگر | چرخ بزیرست حصارش زبر
قبۂ[4] اسلام شدہ در جہاں | بستۂ او قبۂ ہفت آسماں
ساکنِ او جملہ بزرگانِ ملک | گوشہ بگوشہ ہمہ ارکانِ ملک
تختگہِ تاجورانِ بلند | گشتہ ز اقبالِ شہاں سر بلند

---

[1] کنف: پناہ ۱۲ [2] نام ایک بہشت کا ۱۲ [3] ایک شہر تھا قوم عاد کا۔ اس شہر کا ذکر قرآن شریف میں آیا ہے اِرَمَ ذَاتِ العِمَادِ الَّتِیْ لَمْ یُخْلَقْ مِثْلُھَا فِی البِلَادِ یعنی ارم ستونوں والا ہے جس کی مانند شہروں میں کوئی پیدا نہیں کیا گیا ۱۲ [4] گنبد خیمہ ۱۲

قطره که شد ز ابر چکاں بر ہوا — مهرهٔ بلور شده در ہوا
ہر که شبے کرد گلیمے فراز — کرده باندازهٔ آں پا دراز
وانکه ز اندازه بروں برد پاے — سردیِ ایام نموده سزاے
گرم شده از مددِ جامه مرد — مردمِ بے جامه بجاں گشته سرد
وکدکِ دندانِ برہنه تناں — چوں شغبِ چوبکِ چوبک[1] زناں

صفتِ آتش

آتش از انجا که بدل جاے کرد — دود بر آمد ز نفس ہاے سرد

یعنی چونکہ آگ نے دل میں جگہ کرلی ہو اس لئے ٹھنڈی سانس سے دھواں نکلتا ہو یہ حسنِ تعلیل ہو کہ سردی کے سبب سے جو مُنہ سے بھاپ نکلتی ہو اس کا سبب یہ قرار دیا ہو کہ دل میں آگ نے جگہ کرلی۔ اور دل میں جگہ کرنا کنایہ محبت والفت سے ہو۔

گرچه زبردستِ عناصر نشست[2] — گشت بسر ما همه را زیردست
پخته ازو گشت همه دیگِ مرد — دیگ بے پخت و بے خود نخورد
گاه بهر خانه وطن ساخته — گاه بے خانه بر انداخته
خلق به پیش آتش و پنبه ز پس — خود نمیاں مانده چنیں دید کس؟

---

[1] چوبک ایک ڈنڈا اور ایک تختہ ہوتا تھا جس کو رات کے وقت چوکیداروں کا افسر اس غرض سے بجایا کرتا تھا کہ چوکیدار ہوشیار رہیں۔ سو نہ جائیں ۱۲

[2] یہ قدیم خیال ہو کہ کرۂ نار سب سے بالا ہو۔ اس کے نیچے باد۔ اس کے نیچے خاک۔ پھر آب ۱۲

اس کا پانی زمیں میں جذب نہیں ہوتا. ایسا پانی زمین میں جذب ہونے کے قابل کب ہی؟ اور یہ امر واقعہ ہی کہ پہاڑ کی وجہ سے اس حوض کا پانی زمین میں جذب نہیں ہوتا بلکہ بہکر جمنا میں جاگرتا ہی ۔

نیم فلک ہست بزیرِ زمیں | چوں تہش نیست زمیں آں ببیں
حوض نہ گویم کہ حبابے ز نور | نور گزو دیدۂ بد باد دور!

اس کے بعد بغیر عنوان قائم کیے شہر کی صفت پھر شروع کردی ہی- اور اسی کے ضمن میں مردم شہر کی صفت ہی-

صفتِ مردم شہر

مردمِ او جملہ فرشتہ سرشت | خوش دل و خوش خوے چو اہلِ بہشت
ہر چہ زِ صنعت بہمہ عالم ست | ہست دراینشاں و زیادت ہم ہست
بیشتر از علم و ادب بہرہ مند | اہل سخن خود کہ شمارد کہ چند
ہر طرفے سحر بیانے لوست | ریزہ چنیں کمترِ شاں خسرو ست
ترنج ہزار از ملکِ نامدار | لشکرِ شاں بیشتر از صد ہزار

صفت فصل دے

زالِ جہاں چرخ زدن کرد ساز | داد لشب رشتہ بغایت دراز
روز چناں تنگ مجال آمدہ | کش بگہہِ چاشت زوال آمدہ
بستنِ یخ بود بہر بوستان | گرچہ نہ بُد برف بہندوستاں

صفت فصل خزاں

فصل خزاں چوں بچمن خانہ ساخت
باد رواں کردہ بہ گلزار تاخت

جامۂ خود کردہ بنفشہ کبود
گشت چو صوفی بر کوع و سجود

سوختہ از آتشِ خود لالہ زار
گشتہ درونش ز خزاں پُر غبار

ہر شجرِ باغ ز سر تا بُنہ
ماندہ ز بے برگی خود برہنہ

نرگسِ بے دیدہ رواں کج روش
خارِ عصا بادِ خزاں کور کش

ریختنی کرد درختاں ز سر
گشتہ زمیں پُر ز درمہائے زر

بر زمیں افتادہ بسے نازنیں
لرزہ کناں بر سرِ شاں یاسمیں

گرچہ زکہہ لالہ نہاں کرد پے
لالۂ نو ساختہ شہ از جامِ مے

گرچہ چمن بود پر از برگِ زرد
شاہ زمیں پُرتہ دینار کرد

گرچہ کہ بربست ہوا سیمِ آب
شاہ کشاد از کفِ خود سیمِ ناب

از کرمِ شہ کہ عدو سوز بود
فصلِ خزاں موسمِ نوروز بود

صفتِ فصل بہاراں

فصل بہاراں کہ علم بر کشید
ابر سراپردہ بر اختر کشید

سکۂ گل چوں درمِ شہ زدند
سکہ بصد وجہ مو جہہ زدند

جامۂ گل پارہ شدہ بر تنش
غنچہ گرہ بر زدہ بر دامنش

گل زکرم زر دہد آں را کہ جست
وز پئے خود جامہ نساز درست

قصرِ نو و شہرِ نو

یہ وہ قصر اور شہر ہی جو کیقباد نے کیلو کھڑی میں جمنا کے کنارے تعمیر کرایا تھا:-

قصرِ نہ گویم کہ بہشتے فراخ ۔۔۔ رو فتہ طوبٰے درِ او ر ا شاخ
بامِ سفیدش بہ فلک سود سر ۔۔۔ کرد بخورشید سفیدی اثر
آئینہ گشتہ ز گچ صاف خشت ۔۔۔ دیدہ در و صورتِ خود را بہشت
ہر چہ کہ در آئینہ بیند جوان ۔۔۔ پیر دراں خشت بہ بیند ہماں

(یعنی اینٹوں پر ایسا چونہ گچ کیا گیا تھا کہ بہشت اس میں اپنی صورت دیکھتا تھا اور جو کچھ جوان آئینہ میں دیکھتا ہی بوڑھا آدمی اُن اینٹوں میں دیکھ لیتا ہی)

یہ ایک عام مثل ہی جس کو اس قصر کی اینٹوں سے مخصوص کر دیا ہی مثل یہ ہی "آنچہ پیر در خشتِ خام بیند جوان در آئینہ نہ بیند" اس مثل کا مطلب یہ ہے کہ اہل تجربہ تو جھٹ پٹ بات کی تہ کو پہنچ جاتا ہی اور ناتجربہ کار غور کرنے سے بھی نہیں سمجھتا۔

ہر چہ کہ نقاش بیک سو کشید ۔۔۔ عکس بدیوارِ دگر شد پدید
طرفہ عروسے شدہ آراستہ ۔۔۔ آئینہ از آبِ رواں خواستہ

(یہ قصر و شہر نو تو ہی سنوری ہوئی دُلہن ہی اور جمنا کا پانی اس کا آئینہ ہی یعنی جمنا میں اس کا عکس نمودار ہی)

کافرِ تاتار برون از ہزار / کرد دگر گونہ بر اشتر سوار
روے چو آتش کلہ از پشمِ میش / آتشِ سوزاں شدہ با پشمِ خویش
سر بتراشیدہ ز بہرِ قلم[1] / زاں قلم انگیختہ خذلاں[2] رقم
رخنہ شدہ طشتِ مس از چشمِ تنگ / دیدہ در انداختہ در رخنۂ سنگ
زشت تر از رنگِ شبہ بوے شاں / پست تر از پشت شدہ روے شاں
چہرۂ شاں دبۂ[3] نم یافتہ / جاے بجا کنجلک[4] و خم یافتہ
بینیِ پُر رخنہ چو گورے خراب / یا چو تنورے کہ ز طوفانِ آب
موے ز بینی شدہ بر لب فراز / سبلتِ[5] شاں گشتہ بغایت دراز
کردہ زنخ شاں ز محاسن[6] کنار / اہلِ زنخ را بہ محاسن چہ کار
از شپشِ[7] شاں سینہ سپید و سیاہ / کاشتہ کنجد[8] بزمینِ تباہ
بر تنِ شاں از شپشِ بے شمار / پشت چو کیمخت شدہ دانہ دار
خوردہ سگ و خوک بدندانِ بد / ہر ہمہ دندانِ[9] خرد بے خرد
شہ عجب ز اں ہمہ روہاے زشت / کایزد شاں ز آتشِ دوزخ سرشت
دیو سپید آمدہ ہر یک بروے / خلق بہ لاحول ز ہر چار سوے

---

[1] کاٹنے جانے کے لئے ۱۲ [2] بے بہرگی۔ بے نصیبی ۱۲ [3] کپہ ۱۲ [4] سلوٹ ۱۲ [5] مونچھ ۱۲ [6] بال ۱۲ [7] جوں ۱۲ [8] تل ۱۲ [9] کنایہ ہے حماقت سے ۱۲

آب کہ آہن شدہ بود از سپہر — آہنِ او آب شد از تابِ مہر
ہر گلِ بالا کہ دہد بوستاں — بیشتر ے ہست ز ہندوستاں
ویں گلِ ہندی کہ چمن گرد راست — نے بخراسان کہ بعالم نہ خاست
کیورہ ہر برگ چو سیم سپید — عود از و سوختہ چوں مشک بید
ماندہ چو در جامہ شمیمش مقیم — جامہ نماند کہ بماند شمیم
یک گلِ بیل و دو دیگر دروں — گل ز گل و گل ز گل آمد بروں
مولسری خرد و بزرگ از ہنر — خرد و بزرگ از ہنرش بہرہ ور
بوے وے آں را کہ بمغز آرمید — بوے دگر گل کہ تواند کشید؟
چند نہ در شہر کہ در روم و روس — جمع شود بر سرِ شاہ و عروس
طرفہ گلِ چنپہ بعالم کہ دید؟ — کانِ زمرد کہ زر آمد پدید
کشت ز سر شغف گلِ زرد رم داد — گل بزمیں گو نہ زر دام داد

ہجو مغل

جب کہ بادشاہ کے سامنے اسیران مغل پیش کیے گئے ہیں تو اُس موقع پر حضرت خسرو نے مغلوں کی ہجو دل کھول کر کی ہے۔ اس کا سبب ظاہر ہے کہ مغلوں نے اسلامی سلطنتوں کو برباد کیا تھا اور مدت ہاے دراز تک اُن کے متواتر حملے ہندوستان پر بھی ہوتے رہے اس لئے مسلمانوں کو اُس قوم سے سخت نفرت تھی۔

ماہِ نوے کاصلِ وے از سالِ حاست — یک سے نوگشت بدہ سال راست
ہم چو کماں پُر خم و تیر از میاں — تیر ستادہ ست و کمانش رواں
پیشتر از مرغ پرد در کشاد — بیشتر از باد رود روز باد
گرچہ بدریا گزرد بیش و کم — آب نباشد مگرش تا شکم
بگزرد از آب و سوارش بخواب — غرق نگردد چو سوارانِ آب
باسبکی بار تواند کشید — از سبکاں بار کشیدن کہ دید؟

صفتِ اسپاں

تیز تگانے ہمہ تازی نژاد — چوں دمہ آتش و انبانِ باد
تیز تگ گوش چو پیکاں پدید — بر سر یک تیر دو پیکاں کہ دید؟
از ہنر آراستہ پا تا بفرق — گاہ روش ابر جستن چو برق
کوہ گراں لیک گراں سنگ نے — یک تگِ شاں خز بد و فرسنگ نے
از تگِ شاں بکاں رہ صرصر زدہ — باد بدیوار بسے سر زدہ
آب رواں از پے صحرا بگشت — باد صبا از پے گلگشتِ دشت
پیکرِ آں راہ نوردانِ پاک — بادِ مجسم شدہ بر روئے خاک
تیزی خنگانِ محیط آزموں — آب بر از فلکِ نیل گوں

لہ لوہاروں کی تانبے کی دھونکنی ۱۲ ؎ لوہاروں کی چمڑے کی دھونکنی ۱۲ ؎ سپید گھوڑا ۱۲
؎ کادہ لگانے والا ۱۲

صفتِ موسمِ گرما

هر دم صبحے که دما دم گرفت — آتشِ خورشید بعالم گرفت
شب شده چون روزه اندر گداز — روز چو شبهائے زمستان دراز
خلق کشاں در پنهِ سایه رخت — سایه گریزاں به پناهِ درخت
جانبِ سایه شده مردم دواں — سایه بدنبالهٔ مردم رواں
خون برگِ مرد زبوں آمده — خوے شده از پوست بروں آمده
پاے مسافر برهِ گرم و دور — زآبله بر قبه چو نانِ تنور
زآتشِ گرما که شد از سر جواں — آهوے صحرا شده آهوے خواں
باد زنه باد بدستِ همه — وز دمِ او باد بدستِ همه
بر سرِ هر میوه ز تابِ تموز — مرغ شده پخته خورد خام سوز

صفتِ خربزه

خربزه گوئی که بصحرا اُو گشت — گوے بود از ثمراتِ بهشت
از مزه گرد آمده در وے نبات — خام خضر پخته چو آبِ حیات

صفتِ کشتی

ساخته از حکمتِ کار آگہاں — خانهٔ گردنده بگردِ جہاں
نادرهٔ حکمِ خداے حکیم — خانهٔ رواں خانگیانش مقیم

له وه موسم جس میں آفتاب بہت تیز ہوتا ہے ۱۲

رُخ سے چو در حملہ نہد گاہ کیں | زآدمیاں حاملہ گردد زمیں
چوں جرسش در روش آوازداد | گنبدِ گردندہ صدا باز داد
بانگِ بلندش زدہ بارعد کوس | ابرِ بلندش بقدم داد بوس

ق

ہست سہ چیز آنکہ چو آرند پیش | بیش کشند دل چو ببینند بیش
بوزنہ و طفلِ سخنگوے و پیل | دیدہ ام ایں را بتجارب دلیل

(یعنی تین چیزیں ایسی ہیں کہ ان کو جتنا زیادہ دیکھو اتنی ہی دلچسپی زیادہ ہوتی ہو۔ بندر، باتیں کرتا ہوا بچہ اور ہاتھی۔ مجکو یہ بات تجربہ سے ٹھیک ثابت ہوئی ہو)

مقاماتِ مثنوی شعرا کا دستور ہو کہ مثنوی کے بعض مقامات پر زورِ طبع صرف کرتے اور اپنے فن کا کمال دکھاتے ہیں مثلاً

حمد، نعت، معراج، مناجات، ثنائے ممدوح، رزم، بزم، سراپا، وصال، فراق، چنانچہ خود مصنف نے بعض مقامات کی نسبت فخریہ کہا ہو۔

ساختہ ام ایں ہمہ لعل و گہر | از خوئے پیشانی و خونِ جگر
ہر خطِ توحید بریں لوحِ راز | ہمچو بلالے ست ببانگِ نماز
ہر رقمِ نعت رموزش عجیب | چوں شبِ معراج پر انوارِ غیب
ہر غزلے دستۂ عشاق کش | پیش کہ بکشند ز دروں پردہ پیش
اوجِ معانی نہ بمقدارِ طبع | بلکہ گزشتہ ز سماواتِ سبع

صفت بیرۂ تنبول

نادرہ برگے چو گلِ بوستان | خوب ترین نعمت ہندوستان
طرفہ نباتے کہ چو شد در دہن | خوش چو حیواں بدر آید ز تن
خوردنِ آن بوے دہن کم کند | سستی دنداں ہمہ محکم کند
سیر خورد - گرسنہ در دم شود | گرسنہ را گرسنگی کم شود

(شکم سیر شخص پان کھاے تو بھوک لگاتا ہی اور بھوکا کھاے تو بھوک کو کم کرتا ہی)

سُرخیِ رویش ز سہ خدمت گرش | چونہ و فوفل شدہ رنگ آورش
گرچہ کہ آبش بنوی ہست بیش | کہنہ شود بیش کند آبِ خویش

(اگرچہ نئے پان کی آبداری زیادہ ہوتی ہو مگر پُرانے کی آب اور بھی زیادہ ہوتی ہی)

برگ کہ باشد بدرختاں فراخ | زود شود خشک چو افتد ز شاخ
برگِ عجب بیں کہ گسستہ زبر | از پسِ شش ماہ بود تازہ تر

صفت پیل

پیل چو کوہے کہ بود بے ستون | چار ستون - زیرِ گہہِ بے ستون[1]
پیچش خرطوم بسانِ کمند | اژدرے اُفتادہ ز کوہِ بلند
در زمیں آنجا کہ سر افراختہ | مار ز سر - خار ز پا ساختہ
کشتی حاجت تو گوئی رواں | گشتہ دو گوشش زدو سو بادباں

[1] نام ہی ایک خاص پہاڑ کا۔

ہستی ما نزدِ خرد اندکے ست — واں ہمہ با نیستی ما یکے ست

(ہماری ہستی عقل کے نزدیک بہت ہی تھوڑی ہی اور وہ بھی ہماری نیستی کے برابر ہی)

یعنی ہماری ہستی عارضی ہی حقیقی نہیں اور وہ بھی چند روزہ۔ اس لئے نیستی کی برابر ہی۔

من کہ ہمہ ہستیِ من نیستی ست — ہستیِ بے نیست ندانم کہ چیست؟

(میری ہستی سراسر نیستی ہی۔ ایسی ہستی کہ عدم سے پاک ہو میں نہیں جانتا کہ کیسی ہوتی ہی؟)

یعنی ہر مخلوق ایک عدمی تعین ہی، جو صفات و اسمائے الٰہیہ کا مظہر ہی۔ اس لئے بظاہر موجود نظر آتا ہی۔ لیکن وجودِ حقیقی جو لوثِ عدم سے منزّہ ہی وہ ایک عارضی موجود کے ادراک و فہم میں نہیں سما سکتا۔

نیست شناسندۂ ہستی مگر — آنکہ در انیست ز ہستی گزر

(ہستی مطلق کو کوئی نہیں پہچان سکتا۔ اگر پہچان سکتا ہی تو صرف وہی جس کی ہستی اصلی و حقیقی ہو)

مطلب یہ ہی کہ حق تعالےٰ اپنا شناسا آپ ہی۔

ثابتِ مطلق بصفاتِ احد — زندہ باقی بہ بقائے ابد

(ذاتِ خدا ثابت ہی بغیر کسی قید کے احدیت کی صفت کے ساتھ۔ یعنی باوجود کثرت یگانہ ہی اس کی حیات و بقا ابدی ہی)

بود در اوّل کس از و پیش نے — ماند در آخر کس از و بیش نے

(وہی اوّل تھا۔ اس سے پہلے کوئی نہ تھا۔ وہی آخر میں رہا۔ اس کے سوا کوئی نہیں۔)

اس مثنوی میں حمد، نعت، معراج کے مضامین نہ محض شاعرانہ بلکہ عارفانہ و محققانہ ہیں جس کی توقع ایسے ہی شاعر سے ہو سکتی ہے جو اصحاب حقیقت و ارباب معرفت سے ہو۔

اب ہم بعض مقامات کے اشعار جستہ جستہ پیش کرتے ہیں۔

حمد

واجبِ اوّل بوجودِ قِدَم　　نے بوجودیکہ بود از عدم

(خدائے تعالیٰ کی ذات واجب ازل ہے جس کی ہستی قدیمی ہے نہ ایسی ہستی کہ عدم کے بعد پیدا ہوئی ہو جیسی مخلوقات کی)

نور فزائے بصرِ دور بیں　　دیدہ گشائے دلِ عبرت گزیں

(جو نگاہ دور بین ہے اس کو خدا نے ہی روشنی دی ہے اور جو دل کہ آثارِ قدرت کو دیکھ کر نصیحت حاصل کرتا ہے اُس کی آنکھ خدا نے ہی کھول دی ہے)

رخشِ علل در رہش افگندہ سم　　علت و معلول در و ہر دو گم

(معرفت الٰہی کی راہ میں علتوں کا گھوڑا لنگڑا ہے کیونکہ اس راہ میں علت و معلول دونوں گم ہیں یعنی حکما جو علت و معلول کے طریقہ سے استدلال کرتے اور ذات حق کو علت العلل قرار دیتے ہیں اُن کا یہ طریقۂ عرفان ذات حق کے لئے محض ناکافی اور ہیچ در ہیچ ہے)

کس نبرد راہ بہ تحقیقِ او　　در بَرَد الّا کہ بتوفیقِ او

(حقیقت ذات الٰہی کی طرف کوئی راہ نہیں پاتا اور اگر کوئی پاتا ہے تو محض اُسی کی مدد سے)

(وہ آب و خاک کی آلودگی سے پاک ہے یعنی وہ جسمانی نہیں ہے بلکہ جس طرح کا پاک اس کو کہتے ہیں وہ اس سے بھی پاک تر ہے)

دیدنِ او ہست ز مردم دروغ تا ہم ازو دیدہ نیابد فروغ

(لوگوں کی طرف سے اس کے دیدار کا دعویٰ جھوٹ ہے جب تک اسی کی طرف سے آنکھ کو روشنی نہ حاصل ہو)

یعنی ان آنکھوں سے اس کو کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ بلکہ اسی کے نور سے اس کو دیکھ سکتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے رأیت ربی بربی۔

دورِ زمیں را بزماں بار بست دام و دد از وے بأماں بازرست

(گردش زمین کو زمانہ سے وابستہ کر دیا ہے یعنی کبھی دن ہے کبھی رات کبھی فصل بہار ہے کبھی موسم خزاں اور ان تغیرات کی وجہ سے جملہ حیوانات کو امن و آسایش حاصل ہے)

اس شعر کے مضمون سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت خسرو کے حکمائے معاصر اور ان سے بھی متقدم حکما گردش زمین کے مسئلہ سے واقف تھے گو یہ مسئلہ عام طور پر مسلم نہ تھا۔

ملا نور الحق ابن شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس شعر کی شرح میں لکھتے ہیں:-

"بعضے حکما گویند حرکت یومیہ از حرکت زمین ست یعنی فلک کواکب بر جائے خود ایستادہ اند و زمین حرکت دوریہ از مغرب بمشرق می کند و آنچہ بر دست آنرا بخود ہمراہ میگرداند و از وے کواکب گاہ غارب گاہ طالع نمایند۔ آں چناں کہ سوار کشتی را کہ

گرد خرد وحدتِ اورا سجود   ثانی او ممتنع اندر وجود

(عقل نے اس کی یگانگی کو سجدے کئے۔ کیونکہ اُس جیسے دوسرے کی ہستی ناممکن ہے)

حکمائے صوفیہ نے حضرات وجود تین قرار دیے ہیں:-

(۱) واجب الوجود

(۲) ممکن الوجود

(۳) ممتنع الوجود

(۱) واجب الوجود جس کی ہستی ضروری ہے۔ وہ وجود حق ہے۔

(۲) ممکن الوجود جس کی نہ تو ہستی ضروری ہے نہ نیستی۔ یعنی ہونا نہونا یکساں ہے اور وہ مخلوقات ہے۔

(۳) ممتنع الوجود جس کی ہستی محال ہے یعنی جس کا نہونا ضروری ہے۔ وہ ثانی ذات حق ہے۔

شرک نہ در مملکتش دست سائے   خود نتواں بود بشرکت خدائے

(اُس کی حکومت میں شریک نے ہاتھ نہیں لگایا۔ کیونکہ شرکت کے ساتھ خدا تو ہو ہی نہیں سکتا)

آنکہ نہ گنجد بہ خیال و صور   چون؟ و چرا؟ کے کند آنجا گذر؟

(جو خیال و تصور ہی میں نہ سما سکے وہاں چون و چرا کا گذر ہی نہیں۔ یعنی اُس کی نسبت یہ سوال ہی نہیں ہو سکتا کہ وہ کیوں ہے؟ کیسا ہے؟ کس لئے ہے؟)

پاک ز آلودگیِ آب و خاک   پاک تر از ہر چہ بگوئید پاک

نورِ بخشش چو علَم برکشید　　شامِ عدم را سحر آمد پدید

(یعنی سب سے اوّل نورِ محمدی ظاہر ہوا اور اُس نور سے معدومات پر فیضانِ وجود ہوا)

ہستی او تا بعدم خانہ بود　　نقشِ وجود از ہمہ بیگانہ بود

از کرمش غرقۂ آبِ فنا　　یافتہ در بحرِ بقا آشنا

بے خط و قرطاس ز علمِ ازل　　مشکلِ لوح و قلمش گشتہ حل

(یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا علم حروف و کاغذ کے ذریعے سے نہیں بلکہ ازلی تھا۔ اسی سبب سے آپ کو لوح و قلم کی مشکلات سب حل ہو گئیں)

چوں قلم اندازۂ علمش نداشت　　علم بدل کرد و قلم را گذاشت

نعت کے ضمن میں قرآن مبین کے حق ہونے کی ایک مورخانہ دلیل بیان کی ہے کہ رسول کریم صلعم کے زمانہ مبارک سے اس وقت تک سات صدیاں ہونے آئیں مگر فرمان خداوندی ہمارے پاس اُس سے زیادہ تازہ ہے جیسا کہ بوقت نزول تھا۔ اگر یہ دین متین (نعوذ باللہ) لغو ہوتا تو جیسے رسول اکرم صلعم اس جہان سے رحلت فرما گئے ایسے ہی کلام مجید کی عظمت بھی برقرار نہ رہتی کیونکہ جو آیات الٰہی نہیں ہوتیں اُن کا رواج ہمیشہ نہیں رہ سکتا۔

چنانچہ فرماتے ہیں :-

مدتِ ہفصد شد از و تا بما　　تازہ تر ست ایں خطِ والا بما

گرز گذافے بُدے ایں رہ بکے　　او شد و ایں نیز نماندے بجائے

کہ چوں کشتی حرکت کند چناں در تخیلاتش در آید کہ ساحل متحرک ست و در نفس الامر حرکت از کشتی ست۔ بریں مذہب زماں وابستہ بدور زمیں شد۔"

مناجات یہ مضمون بھی پر اثر اور عارفانہ ہے:-

سوئے خودم کش کہ الٰہی شوم — خازنِ گنجینۂ شاہی شوم
آں عمل آور ز منِ اندر وجود — کاں بتو اَم راہ تواند نمود
آنچہ دلم را ز تو دوری دہ است — دور ترک دار کہ دوری بس است
بر منِ رسوا شدہ عیب کوش — عیب تو پوشی کہ توئی عیب پوش
من کہ بحکمِ تو دریں کارگاہ — از عدم ایں سو زدہ ام بارگاہ
جز تو شناسندۂ ایں راز کیست؟ — کامدن و رفتنِ من بہرِ چیست؟
بہ کہ چو آوردی و بازم بری — ہم بسوئے خویش فرازم بری
سترِ مرا چوں ہمہ دانندۂ — باز رہا نم کہ رہانندۂ
گرچہ تنِ من نیِ سوزِ راست — رحمتِ تو از پئے ایں درد راست
از عملِ خود چو شبنم خجل — ذیلِ کرم پوش بریں تنگدل

نعت

پیش روِ کوکبۂ[1] انبیا — کوکبش از منزلتِ کبریا
از حدِ ناسوت[2] بروں تاختہ — بر خطِ لاہوت[3] وطن ساختہ

۱؎ انبوہ لشکر ۱۲ ۲؎ عالم اجسام۔ ملکوت، عالم ارواح۔ جبروت، عالم صفات الٰہیہ ۱۲
۳؎ مقام ذات ۱۲

منزلے یافت منازل نورد | کیف و کم از رہ بروں برد گرد
پردۂ خویشتی زمیاں خاستہ | مرتبۂ بے خودی آراستہ
چوں زمیاں رفتہ حجابِ خیال | بے حجبش جلوہ نمود آں جمال
جامِ عنایت زصفا نوش کرد | وز خودی خویش فراموش کرد

مدحت شاہ | اگرچہ ممدوح کا رویہ نا ممدوح تھا مگر شاعر کو شیوۂ شاعری کے لحاظ سے یہ رسم بھی ادا کرنی تھی:-

سلکِ سخن را کہ دُر افشاں کنم | پیش کشِ حضرتِ سلطاں کنم
اے سخن! از رشتہ بروں آر دُر | وز دُرِ خود کن ہمہ آفاق پُر
زانکہ چو بوسم درِ دولت پناہ | تحفہ ازیں بہ نبود پیشِ شاہ
شاہ سکندر روش و دارا نشاں | آئینہ روے سکندر وشاں

اس مدح میں ایک شعر خسرو کے قلم سے بے لاگ اور مورخانہ نکلا ہی جو کیقباد کی سہ سالہ سلطنت کا خلاصہ ظاہر کرتا ہی:-

تا تو گرفتی ہمہ عالم بنام | تیغ فرو خفت میانِ نیام

یہ بات بالکل سچ ہی کہ اس کی داد و دہش اور عیش و عیاشی کا شہرہ تو دُور دُور ہوا۔ مگر نہ کوئی جنگ ہوئی نہ کوئی ملک فتح ہوا۔

بزم مغربی | سلطان ناصر الدین کی شبینہ ضیافت جس کا ذکر ہم خانگی ملاقاتوں کے تحت میں کر چکے ہیں، جس کے بیان میں خسرو شعرا نے ہر ایک ادنے

ہر چہ نہ آثارِ خدائی دہد — کے بہمہ وقت روائی دہد

نیست تنے کو زجہاں بست بار — دولت او تا بہ ابد پائے دار

معراج | رفتہ و باز آمدہ دریک زماں — رفتن و باز آمدنش تواماں

دوسرا مصرعہ پہلے کی تفسیر ہے اور لفظ تواماں اس مصرع کی روح ہے جو سامع کے دماغ میں مضمون کا پورا پورا نقش بٹھاتا ہے۔

معراج سے مراجعت کا مضمون خواجہ نظامی نے بھی مثنوی مخزن الاسرار میں بیان کیا ہے:-

"واں سفرِ عشق نیاز آمدہ — در نفسے رفتہ و باز آمدہ"

مگر خسرو کے شعر میں لفظ تواماں نے بیحد لطافت پیدا کر دی ہے۔

چشمِ یقینش چو برحمت فتاد — اُمتِ بیچارہ زفقش زیاد

آب کہ خود خورد ازاں زمزمہ — قطرہ چکانید بکامِ ہمہ

قطرۂ او چشمۂ والا شدہ — چشمہ چہ گویند کہ دریا شدہ

نیم شب آں پیکِ الٰہی زدُور — آمد و آورد براقے ز نور

داد نویدش کہ ازیں قعرِ جاہ — خیز و بدریائے ابد جوے راہ

برق صفت جست بہ پشت براق — کرد بمیثاق شتاب از وثاق

جست بروں جوہر تن از کن مکاں — یافت مکانے بحدِ لامکاں

از زبر و زیر بروں بر ذات — زیر و زبر ہیچ نماند از جہات

پیش رو راه ز نورِ بصر ‌ ‌ ‌ گم شده را در دلِ شب راهبر

صفت باده

مے که عرق از تنِ مرداں کشید ‌ ‌ ‌ گوهرِ هر مرد ازو شد پدید

پیشِ چناں گوهرِ یاقوت رنگ ‌ ‌ ‌ گوه زده بر سرِ یاقوت سنگ

نام حرام ارچه برو شد وبال ‌ ‌ ‌ هر چه نمک خورد بداں جز حلال

طرفه حرامے که بهر دست گاه ‌ ‌ ‌ حقِ نمک دارد ازیں ساں نگاه

لاجرم او داشت نمک را عزیز ‌ ‌ ‌ حرمتِ او داشت همه خلق نیز

صفتِ قرابه

سینهٔ قرابه بر آورده شور ‌ ‌ ‌ وز حسِ خود چشمِ بداں کرده کور

خونِ دلش گرچه بساغر خوری ‌ ‌ ‌ هم نه کشد سر ز تواضع گری

صفتِ پیاله

گشت بلب ز مے جاں سرشت ‌ ‌ ‌ کرده حدیث از لبِ جوے بهشت

باده تو گوئی که درو از صفا ‌ ‌ ‌ هست معلق بمیانِ هوا

صفت ساقی

ساقی صوفی کُش و مردم فریب ‌ ‌ ‌ برده بیک غمزه ز عالم شکیب

نرگسِ نازندهٔ او نیم باز ‌ ‌ ‌ نیمے ازو خواب و دگر نیمه باز

از کفِ او دور دمادم خوش است ‌ ‌ ‌ ور همه جور بود هم خوش است

علی شے کی صفت نگاری کی ہی، اُس میں سے کچھ اشعار ضیافتِ طبع ناظرین کے لئے یہاں نقل کئے جاتے ہیں:-

صفتِ شب

شب چو بیاراست سرِ سپہر — گشت مکلّل تتقِ ماہ و مہر
یافت فلک پردۂ گوہر نگار — رشتۂ شب از پئے آں پود و تار
طاقِ سما کرد چراغ آشکار — طاق یکے بود و چراغش ہزار
جوہریِ شام بسوداگری — کردہ گہر پیشکشِ مشتری
چرخ یکے حلقۂ انگشترین — بر سرِ یک حلقہ ہزاراں نگین
خوشۂ چرخ از علفِ خانہ خیز — بہرِ خروسانِ سحر دانہ ریز
کرمکِ شب تاب زبہرِ جہاں — ہمچو شرار از سرِ آتش جہاں

صفت شمع

شمع بہر بزمگہے سر فراز — خاصہ ببزمِ شہ عالم نواز
شمع نہ بل اخترِ عالم فروز — در دلِ شب شعشعہ پیوندِ روز
ساختہ از دود ردائے زسر — دادہ بپروانہ سوادے زسر

صفت چراغ

گشتہ رواں خانہ بخانہ چراغ — آتشِ او در دلِ شب کردہ داغ
پنبہ دہانے بزبانے دراز — با ہمہ کس گرم سرِ سوز و ساز

نانِ تنوری زطرب تو بہ بست — زاں کہ بخوانِ شہِ عالم نشست

صفتِ زنانِ مطربہ

شد زنِ مطرب بنوا پروری — ابجمنے پُر زمہ و مشتری
پردہ بر انداختہ از آفتاب — کردہ بیک غمزہ جہانے خراب
روے چو خورشید برافروختہ — جانِ کساں زآتشِ خود سوختہ
یافتہ از نغمہ گلو شاں خراش — صوتِ خراشیدہ شاں جاں خراش
زابروے خم ہیئت کماں ساختہ — تیرِ مژہ نیم کش انداختہ

زنانِ مطربہ کی ابرو مثل کمان تھی اور مژہ مثل تیر۔ یہ تشبیہات مبتذل ہیں مگر تیرِ مژہ کا جو وصف بیان کیا ہے کہ "نیم کش انداختہ" اس میں ایک داے خاص کی تصویر کشی کی ہے جس سے مضمون شعر نہایت بلند ہوگیا۔

جشن نوروز معزی دلی میں کیقباد نے جشن نوروزی کیا ہے۔ خسرو نے اس کا تمام سامان اس بیان میں سجایا ہے۔ گھوڑوں اور ہاتھیوں کی قطاریں ساز و یراق سے آراستہ کھڑی ہیں۔ دربار کی آرائش تین قسم کے گل و بوٹوں سے کی گئی ہے:-

(۱) زریں (۲) مومیں (۳) اصلی یعنی گلدستوں کا

دیواریں اطلس سے سجائی گئی ہیں۔ زربفت کا فرش ہے۔ بادشاہ تخت پر جلوہ زما ہے۔ فوجی سردار صف بہ صف حاضر ہیں۔ نذریں پیش ہو رہی ہیں۔ مجاب

چوں بدہد بادہ و گوید کہ "نوش" مست برو زِ دگر آید بہوش

صفتِ چنگ

چنگِ سر افگندہ سر افراختہ موے بموئیش زِ ہنر ساختہ

صفت رباب

کاسِ رُباب از شغبِ دلنواز بردہ دلِ مردم و جاں دادہ باز

صفت نے

نامے دہاں بستہ و بسیار گوے نامے ملگوش بفسوں مار گوے
باز کند لب چو زباں آورے لیک زباں فش بلبِ دیگرے

صفتِ دف

زہرہ زِ دورش بسرود آمدہ چنبرش از چرخ فرود آمدہ
بستہ جلاجل بکمر جا بجاے چوں کمرِ چرخ جلاجل نماے
ہر سخنِ نغز کہ با دوست کرد آں ہمہ در پردہ و در پوست کرد

صفتِ مائدۂ خاص

گرم تریں کارگزارانِ خواں مائدہ کردند زِ مطبخ رواں
خوانچہ آراستہ بیش از ہزار بر ہمہ الوانِ نعم کردہ بار
صد قدح از شیرۂ آبِ نبات در مزہ ہمشیرۂ آبِ حیات
نانِ تنک صاف بداں گونہ بود کز تنکی رو بدگر سو نمود

از دُر و یاقوت درختاں فراخ | مرغ ز زر ساختہ بالاے شاخ
شاخ تو گوئی کہ بخواہد چکید | مرغ تو گوئی کہ بخواہد پرید

(یعنی وہ مصنوعی شاخ ایسی بنائی گئی تھی کہ گویا اُس میں سے پھل ابھی ٹپک پڑے گا اور
چڑیا ایسی ہے کہ گویا اُڑا چاہتی ہے)

ساختہ از موم بسے نخلِ چست | کاں بجز از موم نیاید درست
باغِ سوم چوں گزری نیز در باغ | یافتہ از لالہ و ریحاں فراغ
بستہ بسے دستۂ گل دلفریب | کوششِ صد دستہ نمودہ بزیب

(بہتیرے دل فریب گلدستے تیار کیے تھے جن کی زیبائش میں سو ہاتھوں کی کوشش
صرف ہوئی تھی)

یافتہ سبزہ زچمن ہا درود | بہرِ درودِ آمدہ آں جا فرود
قصرِ ہمایوں ز زمیں تا سماک | زیورِ زر بستہ چو فردوسِ پاک
اطلسِ نُہ رفعت بدیوارِ سنگ | دادہ بہر سنگ نے یاقوت رنگ
کردہ مسلسل زگہر بوریا | کانِ زرش خواندہ فلک بے ریا
خاک ازاں مفرشِ زر بافتہ | خلعتِ نو روز زشہ یافتہ
جشن چو آراستہ شد یک سرہ | از طرفِ میمنہ و میسرہ

لہ کانٹا گھاس وغیرہ کا۔ دوسرے مصرعے میں یعنی دعا۔ آفریں تحسین ۱۲ ۲ نام ہے
ایک ستارہ کا ۱۲ ۳ بے شک وشبہ ۱۲ ۴ فرش ۱۲

اُن کا حساب لکھ رہا ہے۔ حاجب پکار پکار کر تفصیل بیان کرتا ہے۔ رات کو بزم مے نوشی کی دھوم دھام ہے۔ اور بادشاہ کی طرف سے خلعت و انعام۔

از دو طرف رایت لعل و سیاہ سایہ رسانید زماہی بہ ماہ

یک دو ہزار اسپ مرصع ستام[۱] از دم خود بستہ صبا را مدام

(ایک دو ہزار گھوڑے جن کا زیور جڑاؤ تھا۔ ایسے تیز کہ بادِ صبا کو اپنی دم سے باندھ رکھا تھا)

میمنہ[۲] جلہا سیہ انداختہ آتشئے از دودِ سلب[۳] ساختہ

(داہنی طرف گھوڑوں پر سیاہ جھولیں پڑی ہیں۔ گویا گھوڑے آگ ہیں اور اُن کا سیاہ لباس دھوئیں کا)

میسرہ[۴] از پوششِ جلہائے لعل جلوہ کناں بادِ زِگل ہائے لعل

(بائیں طرف کے گھوڑوں کی جھولیں سرخ تھیں گویا گھوڑے ہوا تھے اور جھولیں لال لال پھول)

وز پسِ اسپان صفِ پیلانِ مست ابر و ہوا گردہ بصحرا نشست

قلعۂ آہن تہِ برگستواں قلعہ بجا ماندہ ستونش رواں

(ہاتھی ایسا معلوم ہوتا تھا گویا لوہے کے قلعے پر پاکھر پڑی ہے۔ قلعہ قائم ہے اور ستون یعنی ہاتھی کے پاؤں چلتے ہیں)

باغِ زر آراستہ شد جائے بار گردہ بر و ابر جواہر نثار[۵]

---

[۱] ستام۔ گھوڑے کا زیور ۱۲ [۲] میمنہ۔ داہنی طرف ۱۲ [۳] سلب۔ لباس ۱۲
[۴] میسرہ۔ بائیں طرف ۱۲ [۵] مراد گھوڑوں سے ۱۲

(اس سرے سے اُس سرے تک جملہ ملازمان شاہی نے نذریں پیش کیں)

گشت پُر از نافۂ چینی زمین | باد شد از نافِ زمین نافہ چین
هر دو صف از صف شکنان گشت راست | تیغ وران دستِ چپ و دست (۱) راست
حاجبِ فضال چو قمری و سار | نغز نوا گشتہ بفصلِ بہار
شب چو برآئینِ بہاران زمین | کرد ہوا پُر ز گل و یاسمین
شاہ بخلوتگہِ دولت شتافت | خلوت ازو دولتِ جاوید یافت
گرد روان بر کفِ چون لالہ زار | بادۂ گل رنگ بجامے بہار
شاہ بہر جرعہ کہ بر خاک ریخت | در جگرِ خاک دُرِ پاک ریخت

متفرق مقامات

اب ہم چند مختلف مقامات کے اشعار بھی (جن میں خاص خاص خوبیاں پائی جاتی ہیں) پیش کرتے ہیں۔

جوش و اثر

مناجات میں فرماتے ہیں ؎

اے گنہ آمرز و شفاعت پذیر | پیر گنہاں را بکرم دستگیر!
گرچہ تنِ من ز پے سوز (۲) رست | رحمتِ تو از پے این روز (۳) رست
من کہ نہ نیکی ہمہ بد کردہ ام | نیک و بدِ خود بتو آوردہ ام

---

(۱) تفصیل بیان کرنے والا چوبدار ۱۲ (۲) جینا ۱۲ (۳) "پے" کے بعد "را" بمعنی برائے زائد اور یہ متقدمین کا محاورہ ہے ۱۲

شاہِ جہاں نشست بزریں سریر — چشمِ جہاں دوختہ از قد چو تیر

آب دُر از تاج و قبا و کمر — تا بکمر تا بہ گلو تا بہ سر

چونکہ بادشاہ کے تاج، قبا اور پٹکے میں موتی ٹکے ہوئے تھے تو پٹکے کی چمک کمر تک اور قبا کی گلے تک اور تاج کی سر تک تھی - اس شعر میں ایک تو لف ونشر ہی بترتیب معکوس اور دوسرے ایہام کیا ہی لفظ آب کے حقیقی معنی سے - اگرچہ اس شعر کی بنیاد ایہام پر ہی مگر بندش الفاظ اور حسن معنی کے لحاظ سے پُرلطف شعر ہی -

تن چو دراں خلعتِ وشن گہر — خونِ یواقیت بگردن گرفت

(بادشاہ نے جب یہ خلعت زیب تن کیا تو یاقوتوں کا خون اُس کی گردن پر تھا یعنی یاقوت اس رشک سے خون ہو گئے کہ خلعتِ شاہی میں ہم کو جگہ نہ ملی یا یہ کہ یاقوت جو گریبان میں ٹکے ہوئے تھے وہ بادشاہ کی گردن کی سُرخی دیکھکر شرمندہ ہو گئے)

جنبشِ سہم الحشم از ہر کراں — سہم زناں بر حشمِ اختراں

(فوجی سردار جو ادھر اُدھر چل پھر رہے تھے ایسے چست چالاک تھے کہ گویا ستاروں کی فوج پر بھی تیر مارتے تھے)

شحنہ[1] تبار آمد و صف راست کرد — ترکِ فلک ہیبت از و خوست گرد

پیش کشیدند کراں تا کراں — خدمتی[2] ہر ہمہ خدمت گراں

---

[1] منتظم دربار ۱۲ [2] نذر ۱۲

تا جکِ گردن کش و لشکر شکن — بیشترے نیزہ ور و تیغ زن
راوتِ ترک و ہیں زنِ خارا شگاف — پشت بہ پشت از پئے روئے مصاف
خشت زنانے کہ گہِ آزموں — خشت نشانند بہ سنگ اندروں
پایک بازی گرِ موزوں خرام — دادہ بہ بازی سرِ خود بہرِ نام
پیکِ گراں سنگ سبک ایستاد — تند چو ابرے کہ رود روزِ باد
بحرِ رواں لشکرِ دریا نورد — موج زناں آب زمردانِ مرد

کیقباد کے لشکر کا بیان ہے جو دلی سے روانہ ہوتا ہے

نورِ علمہا کہ بہ کیواں گرفت — آتشے گوئی بہ نیستاں گرفت
پرچمِ بیرق کہ بگردوں رسید — در رخِ مہ گرد محاسن پدید
دمدمۂ کاسہ باآوازِ خوش — کوس زدہ با فلکِ کاسہ کش
نیزہ کہ بر چرخ سر افراختہ — پیرِ فلک خانہ زِ نے ساختہ
ہیکلِ پیلاں بزمیں خم فگند — زلزلہ در عرصۂ عالم فگند
زاں ہمہ دنداں کہ بلا سنج بود — روئے زمیں عرصۂ شطرنج بود
جنبشِ اسپ از سمِ خارا شگاف — لرزہ در افگند زمیں را بناف
ہر یکے زاں کوہ تنانِ چو پیل — رقص ہمی کرد بہ بانگِ صہیل

---

۱ اولادِ عرب جو عجم میں پیدا ہوئی ۱۲ ۲ سردار۔ راجپوت ۱۲ ۳ نیزہ کو چک ۱۲ ۴ ہندوستان کی ایک قوم ۱۲ ۵ آوازِ نقارہ ۱۲ ۶ مراد از اسپاں ۱۲ ۷ بالفتح آوازِ اسپ ۱۲

عذر ز عاصی بود اندر گناہ — طرفہ کہ من عاصی و او عذر خواہ

نعت میں فرماتے ہیں ؎

تا بسر یثرب آں جم نشست — رعبِ عرب در ہمہ عالم نشست

خطبۂ لولاک برپرداختہ — منبرِ نہ پایہ ازاں ساختہ

ہستیِ او تا بہ عدم خانہ جود — نقشِ وجود از ہمہ بیگانہ بود

چوں ز وجودش عدم آواز یافت — تختۂ ہستی رقمِ تازہ یافت

بیان معراج میں فرماتے ہیں ؎

جامِ عنایت بصفا نوش کرد — در خودیِ خویش فراموش کرد

بسکہ بروں برد وصالش ز پوست — فرق نداشت ز خود تا بدوست

راہ کہ پر گم شد ازاں جبرئیل — وہم ملائک نشد آنجا دلیل

عزم ازاں قبلہ کہ دل کشید — بیشتر از خویش بمنزل کشید

رفتہ و باز آمدہ در یک زماں — رفتن و باز آمدنش تواماں

یہ اُس لشکر کا بیان ہی جو سلطان ناصر الدین کے ساتھ بنگالے سے آیا تھا ؎

لشکرِ مشرق ز لب دہ تا بہ بنگ — چیرہ دل و خیرہ کش و تیز جنگ

ترکِ خدنگ افگن و سنداں گزار — ہر ہمہ شیر افگن و اژدر شکار

لہ جو شخص اپنا تیر سنداں سے پار کردے۔ سنداں لوہاروں کا وہ اوزار جس پر لوہا کوٹتے ہیں ۱۲

عبرہ ازاں معبر دریا تو جوے | من دہم از تیغ بہ بحریں شوے
از تو ز ہند و شدن پل وبال | ورقبلِ من بنبل قیل و قال
تاج زمن۔ سر ز تو افراختن | حاج ز تو۔ تخت زمن ساختن
تا تو بمشرق بوی و من بغرب | حربہ خورد ہر کہ در آید بہ حرب

سلطان ناصرالدین کشتی میں سوار ہو کر دریائے سرجو کے پار اُترتا ہے

آب شد از بحر رواں تختہ پوش | کردہ زہر تختہ معلّم خروش

(یعنی کشتیوں کی کثرت سے دریا ڈھک گیا اور ہر تختہ کشتی پر ایک معلم یعنی کپتان ملاحوں کو چلا چلا کر کشتی رانی کا حکم دینے لگا)

نعرۂ ملاح کہ می شد باوج | بر تنِ خود لرزہ ہمی کرد موج
آب ازاں غلغلہ ز اندازہ بیش | گرد ہمی گشت بگردابِ خویش

جس وقت کشتی منجدھار سے گزرتی ہے تو ملاح سب مل کر یکبارگی زور لگاتے اور نعرے مارتے ہیں اُس وقت کی کیفیت بیان کرتے ہیں کہ۔

"ملاحوں کے شور و غل کو سُن کر موج بھی کانپ رہی تھی اور دریا بھنور کے گرد گھومنے سے رُک گیا تھا"

کشتیِ پوئندہ کہ چوں تیر بود | بود بجائے کہ زمیں گیر بود

(تیز رو کشتی تیر کی طرح چلی اور فوراً کنارے پر جا لگی)

گرد سواران کہ بخورشید جست — قطرۂ بر چشمۂ خورشید بست
بلکہ ازاں گرد سرافراختہ — چشمۂ خورشید شد انباشتہ
موے تنگافاں بکماں بستہ زہ — زہ زدہ ابروے بکماں برا گرہ
تیغِ برہنہ کہ بپوشید دشت — برہنہ راہیں کہ چہ پوشیدہ گشت
تیغ نہ بل کاتشِ فولاد خیز — بر دلِ سنگینِ عدو گشتہ تیز

کیقباد کا لشکر کوچ کرتا ہے

صبح چو برزد علمِ آفتاب — لشکرِ سیارہ فرو شد بآب
کوسِ عزیمت زدہ شہریار — لرزہ در آورد بروئیں حصار
دمدمہ را کرد دمامہ بلند — دم بدم نائے دمادم فگند

کیقباد کی زبان سے فخریہ پیام ناصر الدین کے نام

من کہ زدم دروازۂ اقلیمِ ہند — لشکرے آراستہ ام تا بہ سند
سدِ سکندر زدہ ام از سپاہ — فتنۂ یاجوجِ مغل را پناہ
رو تو چو خورشید ز مشرق برآے — من بسم اسکندرِ مغرب کشاے
شو تو سوے کامرو بنگیر رخش — من کنم اقصاے عراقین بخش
خیز تو از قلعۂ چیں جوے گنج — من زدہ روم شوم سیم سنج

۱ بالفتح پل ۱۲ ۲ نقارہ ۱۲

فتنہ و فساد کو دور کر دیا)

خنجر کو قطرہ کے ساتھ تشبیہ دینا ایک معمولی تشبیہ ہے۔ مگر دوسرے مصرع میں جو صفت قطرہ کی اضافہ کی ہے اُس نے اس تشبیہ میں ایک نازک لطف پیدا کر دیا ہے۔

بود بیک جائے صفِ تیغ و تیر ہمچو نیستاں بلبِ آبگیر

(تلواروں اور تیروں کی صف پاس پاس تھی۔ گویا تالاب کے کنارے نیستاں کھڑا تھا)

یہاں صفِ تیغ کو آبگیر سے تشبیہ ہے بوجہ آب و تاب کے اور صفِ تیر کو نیستاں سے۔

شد زمیں از نعل نقش و نگار چوں شکمِ ماہی و اندام مار

(گھوڑوں کے نعل سے زمین پر ایسے نقش و نگار ہو گئے تھے کہ وہ شکم ماہی اور اندام مار کی مانند معلوم ہوتی تھی یعنی زمین پر نعلوں کے نشان کثرت سے تھے۔ جیسے کہ شکم ماہی اور اندام مار پر ہوتے ہیں)

تیز تگ و گوش چو پیکاں پدید بر سرِ یک تیر دو پیکاں کہ دید؟

(گھوڑا تیز دوڑنے والا ہے اور اُس کی کنوتیاں ایسی معلوم ہوتی ہیں گویا ایک تیر کے سرے پر دو پیکان ہیں)

یہاں گھوڑے کو تیر سے اور اس کے کانوں کو پیکان سے تشبیہ دی ہے اور دوسرے مصرع میں تعجب مفید مدح ہے۔

دائرہ خیمہ سبزی قطار ابر فرود آمدہ در مرغزار

(ہر بادل میں خیموں کا کیمپ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سبزہ زار میں بادل اُتر پڑے ہیں)

یہاں خیموں کو بادلوں سے تشبیہ دی ہے

سوز و گداز

زسر کرشمہ یکرہ گزرے بسوے من کن | بغنایتے کہ داری نظرے بروے من کن
منم و دوے و دردے زغمت چو ناتوانا | بزکوۃ تندرستی گزرے بسوے من کن

ایجاز

گرچہ پدر بر سرِ تختش کشید | شست و فرود آمد و پیش دوید

سلطان ناصر الدین نے زبردستی پکڑ کر کیقباد کو تخت پر بٹھا دیا تھا۔ دوسرے مصرع میں کس اختصار کے ساتھ تمام کیفیت کی تصویر کھینچ دی ہو کہ۔

کیقباد تعمیل حکم تخت پر جا بیٹھا۔ مگر فوراً اترا اور دوڑ کر باپ کے پاس چلا آیا۔

تشبیہ و تمثیل اس مثنوی کے اشعار میں تشبیہ و تمثیل اکثر نادر و خیر مکرر ہی اور بعض جگہ معمولی تشبیہ کو کسی نکتہ کے اضافہ سے لطیف و دل پسند بنا دیا ہو۔ لہذا چند اشعار متضمن تشبیہ و تمثیل نذر ناظرین کے جاتے ہیں۔

لشکرِ اسلام کہ آنجا رسید | بود زمیں تشنہ کہ دریا رسید

(اسلام کا لشکر وہاں پہنچا گویا پیاسی زمین کے پاس دریا پہنچا۔ یعنی وہاں امن و خوشحالی پیدا ہو گئی)

اس شعر میں لشکر اسلام کے پہنچنے کو ایسے دریا سے تمثیل دی ہو کہ پیاسی زمین پر جا پہنچے۔ اور اس کو سیراب و شاداب کر دے۔

خنجرِ شہ قطرہ آبے شمار | قطرہ کہ بنشاند زمیں را غبار

(بادشاہ کے خنجر کو قطرۂ آب سمجھو۔ مگر ایسا قطرہ جس نے روے زمین سے گرد و غبار کو دبا دیا یعنی

کو لامٹی سے اور باد خزاں کو آندھی کی رہ نماسے تشبیہ دی ہے۔ وجہ شبہ ہر ایک کی ظاہر ہے۔

نم بکفِ دست چنار از روش ۔۔۔ زیبق لرزاں بکفِ مرتعش

(چنار کے پتوں پر تری اس طرح حرکت کرتی ہے جیسے رعشہ والے کی ہتیلی پر پارہ کانپتا ہے)

یہاں چنار کے پتوں پر نمی کے ہلنے کو ایسے زیبق سے تشبیہ دی ہے جو کفِ مرتعش پر لرزاں ہو۔

جامۂ گل پارہ شدہ بر تنش ۔۔۔ غنچہ گرہ بر زدہ بر دامنش

(پھول چونکہ کھل چکا ہے تو اُس کے تن پر جو کپڑا تھا پھٹ گیا۔ مگر کلی ایسی معلوم ہوتی ہے گویا پھول کے پھٹے دامن میں گرہ لگی ہوئی ہے) یہاں پھول کی پتیوں کو جامۂ پارہ شدہ سے تشبیہ دی ہے اور غنچے کو ایسی گرہ سے جو پھٹے ہوئے دامن پر لگی ہوئی ہے۔ پہلی تشبیہ تو مبتذل ہے مگر دوسری میں تازگی و ندرت ہے۔

قطرہ کہ شد زابر چکاں بر ہوا ۔۔۔ مہرۂ بلور شدہ در ہوا

(شدت سرما کا بیان ہے کہ جو قطرہ بادل سے ٹپکتا ہے وہ سردی سے جمکر مہرۂ بلور بن جاتا ہے)

یہاں قطرۂ آب کو بلوری مہرہ سے تشبیہ دی ہے۔

بادہ چو خورشید گہ تا بہ شام ۔۔۔ کردہ طلوع و غروبے بجام

(شراب صبح سے شام تک پیالے میں آفتاب کی طرح طلوع و غروب کرتی ہے۔ یہاں شراب کو آفتاب سے اور شراب کے پیالے میں بھر جانے اور نکالے جانے کو طلوع و غروب سے تشبیہ دی ہے)

پیکِ گراں سنگ سبک التیاؔ تندچو ابرے کہ رود روزِ باد

(ہاتھی ہے تو بڑا وزنی مگر جھٹ پٹ کھڑا ہو جاتا ہے۔ تیز رو ایسا جیسے آندھی کے دن ابر)

یہاں ہاتھی کو ایسے بادل سے تشبیہ دی ہے جو آندھی کے دن ہوا پر دوڑتا ہے۔ وجہ شبہ تیز روی ہے۔

طرفہ عروسی شدہ آراستہ آئینہ از آبِ رواں خواستہ

قصر کیلوکھڑی کی صفت میں بیان کرتے ہیں کہ:- (یہ قصر حسن و زیبایش میں ایک عروس ہے جس نے جمنا کے آب رواں کو اپنا آئینہ بنایا ہے تاکہ اس میں اپنا جمال دیکھے)

اس شعر میں قصر کو عروس سے اور آبِ رواں کو آئینہ سے تشبیہ دی ہے۔

ہمچو دو آئینہ مقابل زتاب آبِ رواں عکس نما۔ رو در آب

(یہ قصر اور آب جمن دو مصفا آئینے ہیں ایک دوسرے کے مقابل۔ پانی کا عکس تو قصر کی دیواروں میں نظر آتا ہے اور قصر پانی کے اندر) اس شعر میں قصر اور آب جمن دونوں کو آئینہ سے تشبیہ دی ہے مگر ایسے آئینے سے کہ ایک کا عکس دوسرے کے اندر نمودار ہے۔

نرگس بے دیدہ رواں کو روش خار عصا۔ بادِ خزاں کور کش

(یہ موسم خزاں کا بیان ہے کہ نرگس کے دیدے پٹ ہو گئے۔ اندھوں کی طرح چلتی ہے۔ کانٹا اس اندھی کی لاٹھی ہے اور باد خزاں اسکو کھینچکر لئے جارہی ہے) اس شعر میں نرگس کو اندھی سے کانٹے

عہ استاد ذوق نے ایک قصیدے میں اسی تمثیل کو الٹ دیا ہے ؎

ہوا پہ دوڑتا ہے اس طرح سے ابر سیاہ کہ جیسے جائے کوئی پیل مست بے زنجیر

تودۂ لعلے کہ بہر گوشہ بود   روئے زمیں پُر ز جگر گوشہ بود

[لعل جو نثار کیے گئے تھے ہر طرف پڑے تھے گویا سطح زمین رنگا رنگ لعلوں سے پُر تھی یا وہ لعل زمین کے جگر کے ٹکڑے تھے کیونکہ لعل زمین کے اندر سے نکلتا ہی]

آمد آں سادہ زنخ بر منِ بیہوش زدا۲   بر سرِ تشنہ نگہ کن کہ چساں چہ برسید

یہاں زنخ کو چاہ سے تشبیہ دی ہے اور یہ نہایت مبتذل تشبیہ ہے مگر دوسرے مصرعہ کے مضمون نے کہ "چاہ بر سرِ تشنہ رسید" اس تشبیہ میں ایک دلآویزی پیدا کر دی ہے۔

موے میاں در کمرِ زر شدہ   رشتہ بیاقوت و گہر در شدہ

بسایہ بودم خفتہ کہ یار آمد و گفت   چہ خفتہ؟ کہ رسید آفتاب در سایہ

نیچہ کشادہ گل لعل از پلہ   غرق بخوں ناخن سیر پلیہ (آزاد)۱۲

زابروے خم پشت کماں ساختہ   تیرِ مژہ نیم کش انداختہ

اودہ میں ایک شب سلطان ناصرالدین کیقباد کی خیمہ گاہ میں آیا ہی۔ اور دونوں بادشاہ ایک ہی تخت پر جلوہ فرما ہوئے ہیں۔ اس موقع کے بیان میں

لے پلہ یا پلاس۔ درخت ڈھاک ۱۲   عہ بزم معزی کے آخر میں اس شعر پر نوٹ دیا گیا ہی ۱۲

شہ بتہ چتر سیہ می چمید　　　اول شب صبح دوم می دمید

(بادشاہ چتر کے سایہ میں خراماں چلتا تھا۔ گویا رات کے شروع ہوتے ہی صبح صادق نمودار ہو گئی تھی)

اس شعر میں چتر سیاہ کو اول شب اور بادشاہ کو صبح صادق سے تشبیہ دی ہے۔ وجہ شبہ تشبیہ اول تاریکی اور دوم میں نور ہے۔

دکدکِ[1] دندانِ برہنہ تناں　　　چوں شغبِ چوبکِ[2] عسس زناں

(جو لوگ برہنہ تن تھے جاڑے کے مارے اُن کے دانت بج رہے تھے۔ دانتوں کے بجنے کی آواز ایسی تھی گویا چوکیدار چوبک بجا رہے ہیں)

سبزۂ نورستہ تو گوئی مگر　　　بچۂ طوطی ست کہ شد سبز پر

(سبزہ جو تازہ اُگا ہوا تھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ طوطے کے بچے نے ابھی کلیاں نکالی ہیں)

رودزن[3] از سینہ بروں بردہ صبر　　　آبِ چکاں[4] دست چو بارانِ ابر

(مطرب نے ایسا بجایا کہ لوگوں کے دل بیقرار کر دیئے۔ اُس کا ہاتھ نہایت لطیف ہے گویا بادل سے مینہ برس رہا ہے)

ور کماں دست برد چوں ہنر بر　　　قوسِ قزح داں کہ برآمد ز ابر

کمان کو قوس قزح سے تشبیہ دی ہے۔

پشتِ نے از بارِ گہر خم زدہ　　　چوں بسحر گلشنِ شبنم زدہ

(بادشاہ کے چتر کی صنت زر[illegible] موتیوں کے بوجھ سے ایسا جھک گیا تھا جیسے صبح کے وقت گلشن شبنم کے بوجھ سے)

---

[1] شدت سرما سے دانتوں کے بجنے کی آواز ۱۲ [2] چوبک۔ ڈنڈا۔ زمانہ قدیم میں افسر چوکیداران ایک ڈنڈا اور ایک تختہ رکھتا تھا۔ ڈنڈے سے اس تختے کو بجایا کرتا تھا کہ چوکیدار اپنے اپنے کام پر ہوشیار رہیں ۱۲ [3] رودزن۔ مطرب ۱۲ [4] آب چکاں۔ نہایت ہلکا اور لطیف ۱۲

گشتِ زمیں آبِ دو باراں چشید   مغزِ جہاں بوے دو بستاں کشید
چرخ یکے شد بہ دو ماہِ تمام   بزم یکے شد بہ دو دورِ مدام

صوفیانہ خیالات صفتِ ساقی کے عنوان میں امیر صاحب نے ظاہرا بزمِ شاہی کے ساقی کی صفت نگاری کی ہے۔ مگر موقع ایسا دلچسپ تھا کہ یہاں مجاز کے پردے میں حقیقت کی جھلک دکھائی ہے اور بعض اشعار ایسے پر لطف ہیں کہ ادنے تامل سے اصلی ساقی (مرشد) کی یاد دلاتے ہیں۔

ساقیِ صوفی کُش و مردم فریب   بُرد بیک غمزہ ز عالم شکیب

ساقی یعنی مرشد کامل صوفی کا قاتل ہے عوام الناس کو دھوکے میں ڈال رکھا ہے کہ اس کے کمال سے ناواقف ہیں اُس کی ایک ادا نے ایک عالم کے دلوں کو بے صبر و بیتاب کر رکھا ہے

گرچہ کہ چشمش شدہ با خواب جفت   لیک گہے فتنۂ چشمش نہ خفت

بظاہر اُس کی آنکھہ سوتی معلوم ہوتی ہے مگر اُس کی نگاہ باطن کی تاثیر کبھی معطل نہیں ہوتی ہمیشہ طالبانِ حق کے دلوں کا شکار کرتی رہتی ہے

عکسِ چناں نرگسِ مست و خراب   ہر ہمہ را سُرمہ دہد در شراب

اُنکی بیخودانہ نظر کی تاثیر جذبہ محبت کو اور بھی تیز کر دیتی ہے (یا اہلِ محبت کو خاموش بنا دیتی ہے)

ہر کہ بیک جرعۂ او سر نہد   بے ہشیش بیند و بر تر دہد

جو شخص ادنی فیضانِ مرشد کو تسلیم و رضا سے قبول کرتا ہے تو مرشد اُس کی بیخودی کا اندازہ کرکے اُس کے حال پر اور زیادہ توجہ کرتا ہے

خسرو شعرا نے بہت سی تمثیلیں نکالی ہیں جس سے طبیعت کی جولانی اور تخیل کی وسعت ظاہر ہوتی ہے ؂

هر دو بیک تن چو دو پیکر شدند ... بر فلکِ تخت چو مه بر شدند
گشت به بر جے دو قمر جاے گیر ... گشت قرین بدو سلطاں سریر
ملک بیک تخت دو دارا نمود ... دہر بیک آب دو دریا نمود
روے زمیں فرِ دو جمشید یافت ... چشمِ جہاں نورِ دو خورشید یافت
خاتمِ جم را دو نگیں دست داد ... افسرِ کسرے به دو فرق اوفتاد
دبدبهٔ کوسِ دو لشکر زدند ... نوبتِ اقبالِ دو سنجر زدند
گلشنِ دولت بدو گل تازه گشت ... صوتِ دو بلبل بیک آوازه گشت
مصقلهٔ چرخ دو خنجر زدود ... آئینهٔ ملک دو صورت نمود
سایهٔ یکے کردِ دو فرِ ہماے ... پایه یکے ساخت دو لشکر کشاے
شاخ بہم سود دو سروِ جواں ... موج بہم داد دو آبِ رواں
گشت یکے باغِ دو فارادوجوے ... گشت یکے منبع صفارا دو روے
کشتِ زمیں آبِ دو باراں چشید ... مغزِ جہاں بوے دو بستاں کشید

چرخ یکے شد به دو ماه تمام
بزم یکے شد به دو دورِ مدام

طاری ہوتی ہے کہ قیامت ہی کے دن ہوش میں آئیگا

حکمت و اخلاق

انگکرہ راگشت ہمیں دستگاہ — از ہنر خویش زبردست شاہ

نکرہ کو اپنے ہنر کی وجہ سے بادشاہ کے ہاتھ پر ایک بہتر جگہ ملی

چوں ہنرِ مرغ فراواں شود — مرغ زبردستِ سلیماں شود

وائے برآں آدمی بے خبر — کوکم ازاں مرغ بود در ہنر

دیگر

گشت چو قاصد بتنِ مرد خوں — بہ کہ بہ نشتر کند از تن بروں

دیگر

دجلہ چو آمیختہ گردد بہ نیل — ہست جدا کردنِ آں مستحیل

دیگر

تا بچمن سرو بود سایہ دار — کس نخزد زیرِ گیا سایہ دار

دیگر

چشمۂ چاہ ارچہ کہ بالا شود — چشمہ محال ست کہ دریا شود

دیگر

ملک بمیراث نیابد کسے — تا نزند تیغِ دو دستی بسے

دیگر

مے دہد وخوں خورد از دل تمام　　جرعۂ باقی نگذارد بجام

مرشد فیضان پہونچاتا اور مرید کے دل کو خواہشوں کے لوث سے پاک وصاف کرتا ہے یہاں تک کہ اپنا فیضان پورا کر دیتا ہے

ورنہ شود مست حریف از شراب　　رو بنماید کہ بعینۂ خراب

اگر طالب پر فیضان مرشد سے بیخودی طاری نہوئی تو مرشد اس کو اپنے انوار کا مشاہدہ کراتا ہے اس مشاہدے سے وہ بیخود ہو جاتا ہے

مست درو بیند و او سوے مے　　او شدہ مست از مے و مستان زوے

پھر یہ حالت ہوتی ہے کہ طالب بیخود جو کچھ دیکھتا ہے مرشد کی ذات میں دیکھتا ہے اور مرشد فیضان غیب کا منتظر رہتا ہے غرض مرشد فیضان غیب سے مست و بیخود رہتا ہے اور طالب انوار مرشد کے مشاہدے سے۔

بسکہ ہمہ جور بود دورِ او　　ہر کہ بود خون خورد از جورِ او

ایسے مرشد کا دور سراسر جور ہے یعنی کثرت فیضان۔ لیکن ایسے فیضان کا تحمل کس سے ہو سکتا ہے ناچار طالب بظاہر خراب حال ہو جاتا ہے

از کف او دور دمادم خوش ست　　ور مثل جورلہ بود ہم خوش ست

ایسے مرشد کا فیضان بتدریج ہو تو زہے نصیب اور اگر یکایک ہو تو بھی اچھا

چوں بدہد بادہ و گوید کہ نوش　　مست بروز دگر آید بہوش

جب مرشد کامل فیضان پہونچاتا اور طالب کو نوید عطا سناتا ہے تو طالب پر ایسی بیخودی

لہ جور= ستم۔ جام لبالب پلا کر پینے والے کو لٹا دینا یعنی مست و بیخود کر دینا۔

گرسنہ نانی کہ دریں تنگنائے | ناں ز نمک می طلبی ز خدائے
غرّہ بہ نزدیکی سلطاں مشو | بلبلِ باغی۔ مگسِ خواں مشو
ہست شہے از خرمنِ ہستی خسے | تا تو چہ باشی کہ کمی زو بسے

بادشاہ عالم موجودات میں ایسا ہے جیسے خرمن میں ایک تنکا۔ پھر تو جو اس سے بھی کم تر ہے کیا چیز ہے !!!

چند کشی پیش ملک دستِ پیش | تات زکوٰتے دہد از ملکِ خویش
تشنہ بمیر آب ز دوناں مخواہ | خوں خور و از خواجہ نشاں ناں مخواہ
چوں تبر بُری طمع از ناکساں | صرف مکن گوہرِ خود باخساں
گل بچراگاہِ ستوراں مبر | آئینہ در مجلسِ کوراں مبر

تخیّل تخیل شاعری کی روح ہے اس مثنوی میں جا بجا ایسے موقع پائے جاتے ہیں جہاں حضرت خسرو نے تخیّل کا طلسم باندھا ہے۔ مثلاً

جوہری شام بسوداگری | کردہ گہر پیشِ کشِ مشتری

شاعر کا خیال ہے کہ وقت شام ایک جوہری ہے جس نے سوداگری کی غرض سے خریدار کے سامنے جواہرات پیش کئے ہیں یعنی شام کو ستارے نکلے ہیں۔

چرخ یکے حلقۂ انگشتریں | بر سرِ یک حلقہ ہزاراں نگیں

دیگر

بسکہ صراحی جلبی گشتہ صاف | بادہ درو دیدہ شد اندر طواف

تیغ کہ سہراب برستم کشید | ہیچ شنیدی کہ زگیتی چہ دید؟

دیگر

خواست یکی خواستہ لیکن نیافت | آنکہ نمی خواست برو خود شتافت
رفت یکی در طلبِ لعل سنگ | ریزۂ سنگیش نیامد بچنگ
واں دگرے را کہ غمِ آں نبود | لعل چناں یافت کہ در کاں نبود
کوششِ بیہودہ ز غایت بروں | کوبشِ آب ست بہاون درون

دیگر

ایں ہمہ بیداری ما خفتن ست | کامدنِ ما ز پئے رفتن ست
گر بودت خوش خور و بدخو مباش | ور نبود رنجہ مشو گو مباش
تنگ مباش از پئے عیشِ فراخ | کاں بری از باغ کہ خیزد ز شاخ
ہر چہ رسد بیش خور و کم مخور | ور نرسد ہم برسد غم مخور
ہر چہ بجوئی و نیابی مرنج | زانکہ نخواہش نتواں یافت گنج

دیگر

آنکہ شکیبش بقناعت درست | قرصِ خور از قرصِ زرش بہتر ست
کاں بغذا لذتِ کامش دہد | ویں بطمع خفتِ نامش دہد

خطاب بہ نفس

ترک طمع گیر ز خود شرم دار | تا نشوی چوں خجلاں شرمسار

دیگر

آہوے پوئندہ ببالا و زیر   خانۂ خود ساختہ در کامِ شیر

آفتاب ۱۲ ؎

دیگر

گرم شود بر ہمہ بے ہیچ کیں   پس زحیا در رود اندر زمیں

آفتاب ۱۲ ؎

دیگر

کشتیِ عاج ست تو گوئی رواں   گشتہ دو گوشش بدو سو بادباں
گوش کہ با چشم ہمی کرد لاغ   مردہ بود بہ پیشش چراغ
طرفہ کہ آں مردہ ز آسیبِ باد   ہیچ گزندے بچراغش نداد

دیگر

خاک یکے بیضۂ طوطی شمار   بیضہ یکے بچۂ او صد ہزار

یعنی کرہ زمین طوطی کا انڈا ہے اس ایک انڈے سے لاکھوں بچے نکلے۔

سبزۂ نو رستہ تو گوئی مگر   بچۂ طوطی ست کہ شد سبز پر

نیا اُگا ہوا سبزہ گویا اُس طوطی کا بچہ ہے جس نے نئی کلیاں نکالی ہیں۔

اسالیب بیان کی تازگی — فصلوں اور موسموں کا تغیر صبح و شام اور رات دن کا ہونا ہر جگہ ایک نئے پیرایے میں بیان کیا ہے۔

آفتاب قوس میں

بیان کرنا یہ ہے کہ آفتاب برج قوس میں آگیا برسات ہو چکی سردی

گوئی کز او صافِ صفاش از برون   بادہ بروں ست وصراحی درون

جلبی صراحی ایسی صاف ہی کہ اُس میں شراب گردش کرتی نظر آتی ہے اُس کی شفافی سے معلوم ہوتا ہے کہ شراب باہر ہے اور صراحی اُس کے اندر

دیگر

در شکمِ او کفِ صافی گہر   از ہوس بادہ شدہ شیشہ گر

صراحی کے پیٹ میں پاک وصاف جھاگ اُٹھتے ہیں تو اُن جھاگوں کو شراب کی ایسی ہوس ہے کہ وہ شراب بھرنے کے لئے اور نئے نئے شیشے بنا رہے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ:۔ صراحی میں شراب ہے۔ شراب میں جھاگ ہیں۔ اور جھاگوں پر بلبلے اُٹھ رہے ہیں۔

دیگر

عکسِ رسن ہا کہ فرو شد بآب   بستہ بہ پہلوے نہنگاں طناب

جب کشتی کی رسیوں کا سایہ پانی میں پہونچا تو اُس سایہ نے ناکوں کو طناب میں جکڑ لیا تاکہ ہل نہ سکیں۔

طفلِ کہن سال ولعابش رواں   دایۂ او چرخ ولے مہرباں

آفتاب ایک کہن بچہ ہے جس کے منہ سے رال ٹپک رہی ہے جو اپنی دایہ یعنی آسمان کی گود میں ہے گر آسمان گو ستمگار ہے لیکن اس بچہ کے لئے دایۂ مہربان ہے۔

دیگر

باہمہ چوں سایہ شدہ ہم نشست   یک تن و ہر جا کہ بجوئی ہست
آفتاب ماہم

گلِ ریحاں جو پھولوں کا بادشاہ کہلاتا ہے اُس کو نکال دیا۔ اب چمن کے اندر اُس کی حکومت باقی نہیں رہی۔

فصلِ خزاں چون بچمن خانہ ساخت   بادِ وزاں گردہ بگلزار تاخت
شاہ سپرغم زولایت براند   کش بچمن ہیچ ولایت نماند
(سپرغم: "گلِ ریحاں") (ولایت: "حکومت")

فصل بہار

مقصود یہ ہے کہ موسم برسات آپہونچا اور ابر نمودار ہونے لگا پھول کھلنے لگے۔ اس مضمون کو یوں ادا کیا ہے کہ

جب بہار کا جھنڈا بلند ہوا تو ابر نے اپنا خیمہ ستاروں پر جا لگایا پھولوں کا سکہ تیار ہونے لگا جیسے ہمارے بادشاہ کے دام بنتے ہیں اور اس سکہ کی تیاری معقول طور سے کی گئی۔

فصلِ بہاراں چو علم در کشید   ابر سراپردہ بر اختر کشید
سکۂ گل چوں درمِ شاہ زند   سکہ بصد وجہ موجہ زند

آفتاب برج ثور میں

مطلب یہ ہے کہ جب آفتاب برج ثور میں آیا تو کھیتوں میں غلہ پک گیا اس مضمون کو یوں بیان کیا ہے۔

کا موسم ہے اس مطلب کو یوں ادا کیا ہے۔

آسمان کے بادشاہ نے جس وقت کمان ہاتھ میں لی تو ماہ تیر نے دوڑ کر ملک کی حکومت موسم سرما کے سپرد کر دی۔

شاہِ فلک چوں بکماں دست برد　　تیر مہ اقلیم بسرما سپرد

شاہ فلک = کنایہ ہے آفتاب سے۔ تیر = برسات کے ایک مہینے کا نام ہے۔ کمان = برج قوس لفظ تیر کمان سے مناسبت رکھتا ہے۔

یہ مضمون کہ اس موسم میں دن چھوٹا اور رات بڑی ہونے لگی یوں ادا کیا ہے کہ

جہان ایک بڑھیا ہے جس نے چرخہ کاتنا شروع کیا ہے اور رات کو نہایت لمبا دھاگا کات کر دیا ہے۔

زالِ جہاں چرخ زدن کرد ساز　　داد بشب رشتہ بغایت دراز

زال جہاں = کنایہ ہے دنیا جہان سے جسے بڑھیا مانا ہے۔

چرخ زدن = چرخہ کاتنا۔ رشتہ = ڈورا، دھاگا۔

فصل خزاں

مطلب یہ ہے کہ خزاں کا موسم آ گیا۔ ہوا تیز چلنے لگی۔ پھولوں کی بہار ختم ہو گئی۔ اس مطلب کو اِس طرح ادا کیا ہے۔

جب فصل خزاں نے چمن میں گھر بنا لیا تو بادِ رواں گلزار میں اپنا گھوڑا کدانے لگی

صبح

رات کو سورج چھپ تو گیا تھا مگر پورا چاند تھا صبح ہوئی تو سورج نکلا

یہ مضمون اس طرح سے باندھا ہے کہ

چوں دلِ شب حاملہ مہر گشت — بر شبِ حاملِ مہِ کامل گذشت

حاملِ یکماہہ نہ بل یکشبہ — تا چو رے زاد دراں کوکبہ

آفتاب

دیگر

صبح ہوئی اور تارے چھپ گئے۔ اس مضمون کو یوں بیان فرماتے ہیں۔

صبح چو برزد علمِ آفتاب — لشکرِ ستارہ فرو شد بآب

دیگر

رات گذری صبح ہونے آئی

کرد چو شب نوبتِ خود را تمام — صبح دُولِ یرد ببالاے بام

آفتاب

دیگر

صبح برآوردہ چو چترِ سپید — بست سیاہی بہ سپیدی امید

دیگر

کوسِ سحرگہ فلک آوازہ گشت — دید بہ روز زسر تازہ گشت

طبل آوازہ

دیگر

چوں زحل رفت بہ ثورِ آفتاب — پخت ہمہ دانہ پرویں[1] ز تاب

آفتاب برج جوزا میں

جب آفتاب برج جوزا میں آیا تو لو چلنے لگی اور گرمی کی شدت ہو گئی۔ اس مضمون کو اِس طرح بیان کرتے ہیں

خانہ چو خورشید بجوزا گرفت — رفت در آں خانہ درون جا گرفت

باد ز جوزا[2] شد و آتش ز مہر — سوخت جہانے ز زمین تا سپہر

آفتاب برج سرطاں میں

جب آفتاب برج سرطاں میں آیا تو برسات شروع ہو گئی۔ اس مطلب کو یوں ادا کیا ہے

گرد چو رہ در سرطاں آفتاب — چشمۂ خورشید فرو شد بآب

ابر سراپردہ ببالا کشید — سبزہ صف خویش بصحرا کشید

بیان کرنا یہ ہے کہ جنگل میں نیا سبزہ اُگا ہے جا بجا پانی بھرا ہوا ہے اس مضمون کو اس طرح ادا کیا ہے کہ

سبزہ بصحرا شدہ چوں نوخطاں — ملکِ جہاں گشتہ بکامِ بطاں

---

[1] پرویں ایک خوشہ ہے ستاروں کا برج ثور میں جس کو ثریا بھی کہتے ہیں ۱۲

[2] جوزا برج بادی ہے ۱۲

صنایع بدایع صنایع بدایع عروسِ کلام کا زیور ہیں۔ اس مثنوی کے اکثر اشعار اس زیور سے آراستہ نظر آتے ہیں۔

چند اشعار متضمن صنایع یہاں نقل کیے جاتے ہیں:-

صنعت طباق یا تضاد

یہ صنعت اس طرح ہوتی ہو کہ ایسے دو لفظ یک جا ذکر کریں جن کے معانی فی الجملہ ایک دوسرے سے مخالف یا ضد ہوں:-

خونِ دل گرچہ کہ بسیار برفت اندک ماند
صبر ہرچند کہ بود اندک بسیار برفت

اندک و بسیار متضاد ہیں۔

دیگر

پایکباز زندہ برون از قیاس
پُر دل و خالی دلِ شاں از ہراس

دیگر

مستیِ او مایۂ ہشیاریش
خفتہ ہمہ خلق ز بیداریش

دیگر

کردن بزرگی تجی کہ متر ال
واد سبک جامۂ بقیمت گراں

دیگر

ایں ہمہ بیداریِ ما خفتن ست
کامدنِ ما زپئے رفتن ست

بیداری و خفتن میں اور آمدن و رفتن میں تضاد ہو۔

تیغ کشید اخترِ عالم فروز　　لشکرِ شب کرد ہزیمت ز روز

دیگر

زنگیِ شب کرد سپیدہ بروے　　خندہ زناں شد فلک از چار سوے

دیگر

مشعلۂ صبح کہ شد نور دار　　ساخت یکے شعلہ ز چندیں شرار
ستارے ۱۲

دیگر

از تفِ آں شعلہ کہ در تاب شد　　سیمِ کواکب ہمہ سیماب شد

آفتاب کی روشنی و گرمی کے اثر سے تارے سیماب بن کر اُڑ گئے یعنی چھپ گئے۔

دیگر

صبح زبس دم کہ دما دم گرفت　　آتشِ خورشید بعالم گرفت

دیگر

روزِ دگر کرد چو نافِ جہاں　　مشکِ شب از آہوی مشرق نہاں

دیگر

گشت چو دریاے سپہر آبگوں　　داد رواں چشمۂ خور را برون

دیگر

شد گرہ چرخ چو گنبد نماے　　نعل مہ افگند بہ گنبد زپاے

دیگر

روزِ دگر صبح چو ضحاک شد　　مارِ سیہ در شکمِ خاک شد
خندہ زن ۱۲

ارصاد

یہ صنعت اس طرح ہوتی ہے کہ شعر میں ایسا لفظ لائیں جس سے یہ معلوم ہو کہ مصرعِ ثانی کے آخر میں فلاں لفظ ہوگا۔ اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ شعر کے قافیہ کا حرفِ روی[1] معلوم ہو:

شقۂ دیبا برِ زیبا شدہ	سیمبراں صورتِ دیبا شدہ

پہلے مصرعہ میں لفظ "دیبا" اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ دوسرے مصرعہ کا قافیہ یہی لفظ ہوگا۔ کیونکہ پہلا قافیہ "زیبا" معلوم ہے۔

سروِ پیادہ خوش بود اندر چمن و لیک	آں سروِ من پیادہ خوش ست و سوار خوش

اس غزل کے قافیے ہم کو معلوم ہیں کہ "زار" "بہار" وغیرہ ہیں پس لفظ "پیادہ" اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس شعر کا قافیہ "سوار" ہوگا۔

موے بموے گیسوے او مشکِ ختن	فرق نہ بود سرِ موے ز مشک

دیگر

آئینۂ صورتش از سینہ رفت	صورتِ او داک ز آئینہ رفت

دیگر

باغ خراب از قدمِ بوم شوم	جغد قدم شوم شدہ بار بوم

---

[1] حرفِ روی وہ ہے جس پر قافیہ کی بنیاد ہوتی ہے ۱۲

از پئے نامے کہ مبادش اُمید | نامہ سیہ کردی و دیدہ سپید

دیدہ سپید کردن سے مراد یہاں نابینائی ہے۔ مگر حقیقی معنے کے لحاظ سے سیاہ وسپید میں تضاد ہے۔

دیگر

گرمیِ دل نیست چو حاصل مرا | سرد شد از آبِ سخن دل مرا

نو کنم انداز رسمِ کہن | پس روی پیش روانِ سخن

نو۔ کہن ۔پس رو۔پیش رو۔میں تضاد ہے۔

ملکِ جہاں پختہ بمن شد تمام | کے دہم از دست بسودای خام؟

پختہ ضد خام۔

دیگر

بستہ تست این دلم باد گرانش مبند | کاش! کہ باد یگراں دل بکشاید مرا

یہاں بست وکشاد میں تضاد ہے۔

دیگر

تیز چو شد خنجر آں گرم خو | پشت نہ دیدہ کس از ہیچ رو

یہاں رو کے معنے وجہ وطور کے ہیں۔ مگر اصلی معنے کے لحاظ سے پشت ورو میں تضاد ہے۔

دیگر

نشستہ سبزہ زیں سو درچپِ گل | ستادہ سروزاں سو جانبِ راست

دیگر

گرم شدہ از مددِ جامہ مرد | مردمِ بے جامہ بجاں گشتہ سرد

دیگر

گوش کن این گفت وکن گفت کس | بشنو و مشنو۔سخن این ست وبس

آب فرو ماند چو کوہ از شہاب　　کوہ در آمد بتزلزل چو آب

دیگر

چشم پدر بہرِ جگر گوشہ تر　　گوشہ ہر چشم شدہ پُر جگر

حسنِ تعلیل

اِس صنعت کا طریق یہ ہی کہ کسی وصف کے لیے کسی شے کو علت قرار دیں مگر وہ شے حقیقت میں اُس وصف کی علت نہو۔ گویا یہ صنعت ایک تخیل ہی جس سے طبیعت محظوظ ہوتی ہی۔

چنانچہ گھوڑوں کی تیزروی کی صفت کرتے ہیں:

از تگِ شاں کاں بُوَد صرصر زدہ　　باد بدیوار ہمی سر زدہ

گھوڑوں کی دوڑ سے جس نے آندھی کو بھی مات کردیا ہی ہوا نے اکثر دیوار سے سر پٹکا ہی۔ یہ امر تو ثابت ہی کہ ہوا دیوار سے ٹکراتی ہی مگر شاعر خیال کرتا ہی کہ ہوا کا دیوار سے سر پھوڑنا اس رشک و حسد سے ہی کہ وہ ان گھوڑوں کی تیزروی کا مقابلہ نکرسکی

شدتِ سرما اور آتش کی صفت میں فرماتے ہیں۔

آتش ازانجا کہ بدل جائے کرد　　دُود برآمد ز نفس ہائے سرد

یہ بات تو ظاہر ہی کہ موسمِ سرما میں سانس کے ساتھ بھاپ نکلتی ہی جو دھوئیں سے مشابہ ہی۔ مگر شاعر خیال کرتا ہی کہ یہ دھواں اس سبب سے نکلتا ہی کہ آج کل دلوں میں آگ نے جگہ کرلی ہی۔

عکس و تبدیل

اُسے کہتے ہیں کہ کلام میں کسی چیز کو دوسری پر مقدم کریں۔ پھر مُقدم کو مُوخر بنائیں اور مُوخر کو مقدم۔

خوابِ من از دیدهٔ من آب برد　　　آبِ من این دیدهٔ بی خواب بُرد

مصرعهٔ اولیٰ میں خواب مقدم ہے آب پر۔ مصرعهٔ ثانی میں اُس کا عکس ہے۔

چرخ نداند در و دیوار کس　　　تکیه بدیوار و درش کرده بس

دیگر

مردمِ یک خانه و صد خرمی　　　خانهٔ یک مردم و صد مردمی

دیگر

چترِ شه آن ست که شد چرخِ ماه　　　چرخِ مه این ست که شد چترِ شاه

چترِ شاہ اور چرخِ ماہ کی ترتیب دوسرے مصرعہ میں بدل دی ہے۔ علاوہ اس کے یہاں صنعت ردّ العجز علی الصدر بھی ہے۔ یعنی جو لفظ مصرعہ اوّل کے شروع میں تھا وہی مصرعهٔ ثانی کے آخر میں آیا ہے۔

در قلم از سحر زبان برکشم　　　سحر زبان را بقلم درکشم

دیگر

آمد بہار و شد چمن و لاله زار خوش　　　وقتے ست خوش بہا کہ وقتِ بہار خوش

دیگر

لہذا اُس کو ایسا استغنا حاصل ہو گیا ہو کہ آسمانوں کی طرف پشت کر رکھی ہو۔

یہ امر ثابت ہو کہ چتر کی پشت آسمان کی طرف ہوتی ہو اور پشت کسی کی طرف ہونا بے پروائی کی علامت ہو۔ مگر شاعر خیال کرتا ہو کہ یہ بے پروائی اس وجہ سے ہو کہ اُس نے بادشاہ سے فیض حاصل کر لیا ہو۔

پیشِ در از شرم سپہر کبود   نیمہ کاسل بزمیں شد فرود

دیگر

پشتِ بنفشہ بہ سمن زارہا   گوژ شد از چیدنِ دینارہا

ادماج

یہ صنعت اس طرح ہوتی ہو کہ ایک کلام سے دو معنی حاصل ہوتے ہوں اور دوسرے کی کچھ تصریح نہ کی ہو۔

لالہ چو از کوہ برفت آں شکوہ   کبک بُبرید دل از تیغ کوہ

موسمِ خزاں میں لالہ کی بہار پہاڑ پر ختم ہو چکی ہو اس لیے کبک نے بھی پہاڑ کی چوٹی سے دل اُچاٹ کر لیا ہو۔

دوسرے مصرعہ کا یہ مفہوم بھی ہو سکتا ہو کہ لالہ کے فراق میں کبک نے تیغ کوہ سے خود کشی کر لی ہو۔

نشستنِ او با ہمہ دانندگاں   رفتنِ او جانبِ خوانندگاں

دوات کی تعریف کرتے ہیں کہ وہ داناؤں کے پاس بیٹھتی ہو اور لکھے پڑھے لوگوں

گرمی کی شدّت کے بیان میں کہتے ہیں کہ:-

جانب سایہ شدہ مردم رواں   سایہ بدنبالۂ مردم دواں

آدمی سایہ کی طرف کو جاتے ہیں اور سایہ آدمیوں کے پیچھے دوڑتا ہی۔

یہ تو ثابت ہی کہ آدمی کا سایہ اُس کے ساتھ ساتھ دوڑا کرتا ہی مگر شاعر کا خیال ہی کہ سایہ کا دوڑنا اِس وجہ سے ہی کہ وہ بھی آدمیوں کی طرح دھوپ سے بچنا چاہتا ہی۔

ابر و باراں کے بیان میں فرماتے ہیں:-

پردہ نشیں گشت فلک سو بسوے   باہمہ زالی شدہ پوشیدہ روے

یہ امر ثابت ہی کہ ابر میں آسمان چھپ جاتا ہی۔ مگر شاعر کا خیال ہی کہ آسمان نے شرم کے سبب سے منھ چھپا لیا ہی۔ مگر تعجب یہ ہی کہ باوجود پیر زال ہونے کے اتنا پردہ کرتا ہی۔

گل ز کرم زر دہد آں را کہ جست   وز پے خود جامہ نسازد درست

گل کے زیرہ کو زرِ گل کہتے ہیں۔ شاعر خیال کرتا ہی کہ یہ زر بخشی گل کی طرف کہ از راہ کرم ہی۔ مگر خود پھٹے کپڑے پہنتا ہی۔ اور پھٹے کپڑے پہننا کنایہ ہی اُس کے کھلنے سے۔

از رُخِ شہ رنگ چو دریوزہ کرد   پشت بہ تہ تبہ فیروزہ کرد

مدح چترِ شاہ میں کہتے ہیں کہ اُس نے رنگ بادشاہ کے رُخ سے بھیک مانگ کر لیا ہے

اس موقع پر تامل سے سمجھ میں آتے ہیں۔ اس لیے یہ معنی بعید ہیں۔ مگر مرادِ قائل یہی معنی بعید ہیں۔ تو اس کو ایہام کہینگے۔ ایہام کے معنے ہیں "وہم میں ڈالنا"

ایہام کی تعریف اس طرح بھی کی گئی ہو کہ "کلام میں ایسا لفظ لائیں جس کے دو معنے ہوں اور اُس محل پر دونوں معنوں کا اطلاق صحیح ہو"

یہ دوسری صورت ایہام کی پہلی صورت سے زیادہ پُرلطف اور پسندیدہ ہو

اب ہم اس مثنوی کے چند اشعار متضمن ایہام یہاں نقل کرتے ہیں:-

روم بگیرد بگہِ کارزار — تیغِ وے۔ از زنگ نگیرد زعار

لفظ زنگ کے دو معنے ہیں۔ نامِ ملک اور لوہے کا میل۔ اس موقع پر دونوں معنے درست ہیں۔ یعنی ممدوح کی تلوار جنگ کے وقت ملکِ رُوم کو تو فتح کرتی ہو اور عار کے سبب سے ملکِ زنگ کو کہ ایک حقیر ملک ہو نہیں لیتی۔

دوسرے معنے بھی صحیح ہیں۔ یعنی عار کے سبب سے وہ تلوار زنگ کو قبول نہیں کرتی۔ بلکہ ہمیشہ صاف شفاف رہتی ہو۔

در کشش تیر چو شد سخت کوش — زہ۔ ز کمانِ خودش آید بگوش

لفظ زہ کے دو معنے ہیں (۱) چلّۂ کمان (۲) کلمۂ تحسین و آفریں یہاں دونوں معنے درست ہیں۔ یعنی

(۱) جب اُس نے تیر کو زور سے کھینچا تو کمان کی زہ کان کے پاس آگئی۔

کے پاس جاتی ہی - یا یہ کہ جو اُس کو جانتے ہیں اُن کے پاس پہنچتی ہی اور جو بُلاتی ہیں
اُن کی طرف چلی جاتی ہی - علےٰ ہذا

شاخ بہر بار گے گرد راہ   جائے گہہ باز شدہ بارگاہ

رُجوع

صنعتِ رجوع یہ ہی کہ کلام اول کو باطل کر کے دوسرے کلام کی طرف کسی فائدہ کی غرض سے مصروف ہوں -

سلطان کیقباد کی مدح میں فرماتے ہیں -

افسرِ خورشید بشاہی تو ئی   نے غلطم ظلِ الٰہی توئی

یہاں رجوع کا مقصد مدح میں ترقی ہی -

ایہام

صنعت ایہام کا طریق یہ ہی کہ کلام میں ایسا لفظ ذکر کریں جس کے دو معنے ہوں ایک قریب اور ایک بعید -

معنی قریب وہ ہی جو اُس مقام کے مناسب ہو اور معنی بعید وہ ہی جو اُس مقام سے مناسبت نہ رکھتا ہو مگر کہنے والے کا مقصود معنی بعید ہو - مثلاً

ع - آئینہ و شانہ برابر شدہ

یہاں لفظ شانہ کے معنی ہیں (۱) کنگھا اور یہی معنی قریب ہیں اور آئینہ کی مناسبت سے اول اسی معنی کا وہم ہوتا ہی (۲) دوسرے معنی استخوانِ بازو ہیں جو

یہ دوسرا ایہام ہی۔

پیل طلب کرد شہ پیل زور کاوردآں بے نمکاں را بہ شور

لفظ شور کے معنے ہیں (۱) کھاری جو نمک سے مناسبت رکھتا ہی (۲) غل

یہاں دوسرے معنے مُراد ہیں۔ بے نمکاں بدصورت آدمی۔

مطلب یہ ہی کہ بادشاہ نے ہاتھی منگایا تاکہ اُن بدصورت لوگوں پر حملہ آور

ہو اور وہ ڈر کر شور وغل مچائیں۔

ہمچو کماں پرخم و تیر از میاں تیر ستادہ ست و کمانش رواں

یہاں تیر کے معنے ہیں کشتی کا مستول۔ اور تیر آلۂ معروف بھی ہی جو کمان

سے مناسبت رکھتا ہی۔ یعنی کشتی مثل کمان تھی۔ اور مستول بیچ میں گویا تیر کھڑا تھا

اور کمان چل رہی تھی۔

مسلمانان بحمداللہ بیچارہ دلِ خود را کہ تیر انداز من مست ست و کیشِ کافری دارد

لفظ کیش کے دو معنے ہیں (۱) تیردان۔ ترکش (۲) مذہب۔ یہاں معنے

دوم مُراد ہیں جو بعید ہیں۔

طفلِ شگوفہ برہ اُفتاد و مُرد شاخ بدید و بعنادِل سپرد

لفظ عنادل کے دو معنے ہو سکتے ہیں۔ ایک تو جمع عندلیب۔ دوم عنا

بمعنے رنج اور دل بمعنے معروف۔ اور یہاں دونوں معنے صحیح ہیں۔ یعنی شاخ

نے جب شگوفہ کو مُردہ دیکھا تو عندلیبوں کے سپرد کر دیا۔

دوسرے یہ کہ:

(۲) جب اُس نے تیر کو زور سے کھینچا تو اُس کو اپنی کمان سے واہ! واہ! کی آواز سنائی دی۔

ناوک و پیکانش بیغمائے جنگ   این زخطا دور شد وآن ز زنگ

یغما ایک شہر ہی ترکستان میں۔ اور خطا و زنگ ملک ہیں۔ یہ معنے قریب ہیں۔ مگر مراد قائل دوسرے معنے ہیں۔ یعنی

یغما لوٹ۔ خطا۔ قصور۔ زنگ۔ لوہے کا میل۔

ایہام کے علاوہ اس شعر میں صنعت لف و نشر مرتب ہی۔ یعنی ناوک بے خطا ہی اور پیکان بے زنگ۔

گرد رہش کان بصر شد دلیل   سرمۂ ہر چشم شدہ چند میل

مصرعۂ دوم میں سُرمہ اور چشم کی مناسبت سے لفظ میل کے معنے قریب (سلائی) ہیں۔ مگر یہاں مراد دوسرے معنے ہیں یعنی مقدار مسافت)

صورتِ آن تخت گہہ بے بہا   عین چو ابرو شدہ بر چشمہا

لفظ عین کے کئی معنے ہیں (۱) آنکھ (جو ابرو کے مناسب ہی) (۲) اصل و ذات (۳) چشمہ۔ یہاں دوسرے معنے مُراد ہیں۔

بادشاہ کی کشتی جو تخت گاہِ بے بہا تھی بعینہ ایسی معلوم ہوتی تھی جیسے آنکھوں پر ابرو۔ چشمہا جمع چشمہ۔ یعنی کشتی چشموں کے اوپر مثل ابرو معلوم ہوتی تھی۔

لف و نشر

وہ صنعت ہے کہ اوّل چند چیزوں کو مفصلاً یا مجملاً ذکر کریں۔ پھر اُس کے منسوبات یا متعلقات کو بلا تعیین بیان کریں اس اعتماد پر کہ سامع ہر منسوب کا تعلق منسوب الیہ کے ساتھ سمجھتا ہے۔

حصۂ اوّل کو لف اور دوم کو نشر کہتے ہیں:-

آبِ دُر از تاج و قبا و کمر　　　تا بکمر تا بہ گلو۔ تا بسر

اس شعر میں نشر کی ترتیب لف کی ترتیب سے معکوس ہے۔ یعنی آبِ دُر پٹکہ کی وجہ سے کمر تک اور قبا کی وجہ سے گلے تک اور تاج کی وجہ سے سر تک تھا۔

جمع، تفریق، تقسیم

چند چیزوں کو ایک حکم میں شامل کرنا صنعت جمع کہلاتا ہے۔

دو چیزوں میں فرق ظاہر کرنا۔ اس کا نام تفریق ہے۔

جب چند چیزیں یا ایک ہی چیز جس کے چند اجزا ہوں ذکر کریں۔ پھر ہر ایک چیز کی طرف کوئی بات منسوب کریں بطور تعیین تو اس صنعت کو تقسیم کہتے ہیں۔

تیغ خوش و تیغ زبان ناخوش ست　　　تیغ چو آب ست و زبان آتش ست

اوّل تیغ ہونے میں تیغ اور زبان دونوں کو جمع کیا ہے پھر دونوں کا فرق ظاہر کیا ہے کہ ایک اچھی ہے اور ایک بُری۔ بعد ازاں ہر ایک کی طرف ایک وصف منسوب کیا ہے بطور تعیین یعنی تیغ مثلِ آب ہے اور زبان مثلِ آتش۔

دوسرے معنی یہ کہ شاخ کا دل مبتلائے رنج و عنا ہو گیا۔ اس شعر میں تصنع اور تکلف ظاہر ہے۔

از رُخ خود پیش تو خاقانِ چین   صورتِ چین کرد بروئے زمیں

دیگر

سایۂ او بر سر ہندو فتاد   ہند شد از روئے ہمہ اعظم سواد

اس میں شک نہیں کہ اس صنعت کا التزام مذاقِ سلیم کو ناگوار ہوتا ہے حضرت خسرو کو جو اس صنعت کی طرف زیادہ میلان ہے شاید اس کا سبب ہندی شاعری کی تقلید ہو۔

استخدام

یہ صنعت اس طور پر ہے کہ ایک لفظ کے دو معنوں میں سے ایک معنی مراد ہوں اور ضمیر لاکر جو اسی لفظ کی طرف راجع ہو دوسرے معنی کا ارادہ کریں۔

سوئے سوادِ اودھ آمد چو باد   کرد حک از خنجرِ تیز آں سواد

لفظ سواد کے دو معنے ہیں گرد و نواحِ شہر اور سیاہی و تحریر۔

پہلے مصرعہ میں پہلے معنی مُراد ہیں۔ اور دوسرے مصرعہ میں اُسی لفظ سواد کی طرف اشارہ کرکے سیاہی کے معنے لیے ہیں۔ اور اس پر لفظ حک دلالت کرتا ہے۔

۲- اغراق یعنی باعتبار عقل ممکن ہو اور باعتبار عادت محال ہو۔

۳- غلو یعنی باعتبار عقل و عادت محال ہو۔

از سمِ اسپش کہ زمیں کرد چاک　　خاک پُر از مہ شد و مہ پُر ز خاک

یعنی خاک پُر از ماہ ہو گئی بسبب نقش نعل کے اور ماہ پُر از خاک ہو گیا کثرتِ گرد و غبار سے۔

دیدنِ او را کلہ افگند ماہ　　بلکہ فتادش گہِ دیدن کلاہ

منارہ کی بلندی میں مبالغہ کیا ہی کہ اُس کے دیکھنے کے لیئے چاند نے اپنی ٹوپی اُتار لی۔ پھر کہتے ہیں کہ بات یہ نہیں ہی بلکہ دیکھتے وقت خود اس کی ٹوپی گر پڑی

خواست کہ پیشش ز سپہرِ بریں　　ماہ فرود آید و بوسد زمیں

دیگر

سوئے فلک رفت زمیدانش گرد　　ہم بفلک ماہ زمیں بوس کرد

دیگر

اوجِ معانی نہ بمعتدِ ابرطبع　　بلکہ گزشتہ ز سموات سبع

دیگر

عمق در و کار بجائے کشید　　کز تہِ او گشت زمیں ناپدید

دیگر

رفت زمیں را چو حجاب از میاں　　گشت پدید از تہِ آب آسماں

نافہ و خلقت کہ زد از مشک دم | ہر دو بہم زادہ شد از یک شکم
لیک جز این فرق نہ باید گزید | کز طرفِ مشک شد آہو پدید

یہاں نافہ اور خلقِ ممدوح کو مثالِ مشک ہونے میں جمع کیا ہی۔ پھر دونوں میں فرق بیان کیا ہو کہ نافے کے مشک کو آہو سے نسبت ہی اور آہو بمعنی عیب ہی۔

بگفت خسرو بکشائے زلف تا شنید | حریف و مطرب و چنگ و رباب در ستند

یہاں حریف و مطرب و چنگ و رباب کو ایک حکم میں جمع کر دیا ہی۔

تجرید

کسی ذی صفت چیز سے کوئی چیز اُسی صفت کی حاصل کرنا۔ یا اپنے آپ کو شخصِ غیر سمجھکر باتیں کرنا۔

خسروِ من! بگذر از یں گفتگوے | نیکی خویش و بد مردم مگوے
چشمِ تو از عیبِ تو دیدن تہی ست | از دگرے پرس کہ عیبِ تو چیست
چشم بخود باز مکن چوں خساں | بیں سوے خود لیک بچشمِ کساں

مبالغہ

مبالغہ یہ ہی کہ کسی وصف کو اُس حد تک پہنچاویں کہ اُس حد تک اُس کا پہنچنا بعید ہو یا محال۔

اُس کی تین قسمیں ہیں:۔

۱۔ تبلیغ یعنی وہ بات جو عقل و عادت کے موافق ممکن ہو۔

پس خدا وہ ہی جس کی سلطنت میں کوئی شریک نہیں۔

تجنیس

یہ صنعت اس طرح ہوتی ہی کہ الفاظ تلفظ میں مشابہ ہوں اور معنی میں متغائر

باشں بکامم کہ بکامِ تو ام   زندہ تونا زندہ بنامِ توام

دیگر

گل کہ سپرہاش فراہم شدہ   بہرِ سپرِ غم۔ سپرِ غم شدہ

دیگر

فلکِ فلک مرتبہ خویش تخت   رجعتِ خود کرد بمنزل درست

دیگر

حکمت و حکمش کہ ندارد زوال   ہم زخلل خالی وہم از خیال

پہلے مصرعہ میں تجنیس ہی اور دوسرے مصرعہ کے الفاظ میں شبہ اشتقاق۔

بردرِ تو آمدہ ام شرمسار   از شرِ من درگزر و درگزار

دیگر

این خطِ پُر زمہر بدلبر کہ می دہد؟   وین دردِ سر بمہر بدمان کہ می برد؟

دیگر

اشترِ پوئیندۂ پولاد پائے   کوہ نما از تن کوہاں نمائے

دیگر

دیگر

نیم فلک ہست بزیرِ زمیں　　چوں تہش نیست زمیں آن ہمیں

دیگر

بس کہ زمیں رفت زہم از پیش　　گاوِ زمیں شد خوشِ ماہیش

ان اشعار میں حوض کی گہرائی کی نسبت مبالغہ کیا ہے۔

بر درِ تو ہر کہ نہ بندد کمر　　غرق شود تا کمر اندر گہر

دیگر

نیزہ در اے بنان و مصاف　　در شب تار از سرِ کیں موشگاف

دیگر

آئینہ گشتہ زگچِ صاف خشت　　دیدہ در و صورتِ خود را بہشت

مذہب الکلامی

وہ صنعت ہے کہ کلام دلیل و برہان پر مشتمل ہو یعنی اس سے بطور دلیل نتیجۂ مطلوبہ حاصل ہو جاوے۔

شرک نہ در مملکتش دست سائے　　خود نتواں بود بشرکت خدائے

اس شعر میں صورت دلیل یہ ہے:-

جس کی سلطنت میں کوئی ساجھی شریک ہو تو وہ ناقص ہے اور ناقص خدا نہیں ہو سکتا۔

دیدہ کہ نادیدۂ دیدارِ تست　　　دیدہ ؤنادیدہ گرفتارِ تست

دیدہ ۔ نادیدہ ۔ دیدار یہ الفاظ ایک ہی مادہ سے مشتق ہیں۔

دیگر

کُن مکُن او راست زتو تا مکن　　　آنچہ کند کیست کہ گوید مکن ؟

کُن ۔ مکُن ۔ کُند مشتقات ہیں "کردن" سے۔

دیگر

نامۂ گل را بہ نما خامہ کرد　　　نامیہ را حرفِ گلش نامہ کرد

لفظ نامہ کو نما اور نامیہ سے اشتقاق میں کچھ تعلق نہیں مگر مادہ کے لحاظ سے یہ الفاظ ملتے جلتے ہیں۔ اِس لیے ایسی صورت کو شبہ اشتقاق کہتے ہیں۔

دیگر

کون و مکاں در خطِ امکانِ او　　　کائن و من کان ۔ کُن کانِ او

اِس شعر میں پانچ لفظ ایک مادہ سے ہیں۔ اور لفظ کان کہ فارسی ہے ان سے ملتا جلتا ہے۔ یہ شبہِ اشتقاق ہے۔

دیگر

سکۂ خود زیں فنِ اندیشہ زلے　　　تا نہ نشانم ۔ نہ نشینم زپاے

دیگر

حاجبِ فصل آمد و تفصیل داد　　　کرد مفصل ہمہ در فصل یاد

حضرتِ دہلی کنفِ عدل و داد　　جنتِ عدن ست کہ آباد باد

دیگر

ابر شدہ کوہِ بلند از شکوہ　　برق شدہ بر سرِ او تیغ کوہ

دیگر

آبِ معانی ز دلم زاد زود　　آتشِ طبعم بقلم داد دود

قلب

تجنیس ہی کی قسم میں قلب داخل ہی جس کی دو صورتیں ہیں (۱) کلمہ کے حروف بترتیب اُلٹ دیئے گئے ہوں یہ قلبِ کل کہلاتا ہی (۲) اگر حروف بے ترتیب اُلٹ دیے گئے ہوں تو یہ قلب بعض کہلاتا ہی:

تا لبرِ عرب آں نجم نشست　　رعبِ عرب بر ہمہ عالم نشست

دیگر

فتنۂ چشم آمدہ زاں سو مدام　　تیغِ زبان خفتہ میانِ نیام

اِن اشعار میں کلمات رعب۔ عرب۔ میان، نیام میں قلب بعض ہی۔

اشتقاق و شبہ اشتقاق

یہ صنعت بھی ایک طرح کی تجنیس ہی۔ دو لفظ ایک مادہ سے مشتق ہوں تو اُس کا نام اشتقاق ہی۔ یا دو لفظ مشابہ ہوں اور مادہ دونوں کا جدا ہو تو اُس کو شبہ اشتقاق کہتے ہیں۔

صنعتِ تجنیس بھی ہے۔

صفتِ قلم میں بیان فرماتے ہیں :-

آہوئے مشکین و سرش با دو شاخ
وز دُم او مشک بصحرا فراخ

یہاں بطور استعارہ قلم کو آہو کہا ہے۔ اور آہو کی مناسبت سے سر، شاخ، مشک صحرا کا ذکر کیا ہے۔

یہ بھی صفتِ قلم ہے :-

در طلبِ صوف تراشیدہ سر
گرچہ ہمہ جعد کنندش زبر

اس شعر میں صوف، تراشیدہ سر، جعد الفاظ متناسب ہیں۔

راکع و ساجد شدہ در ہر مقام
در دلِ شب کردہ بیکجا قیام

ہیچ نبودہ بقیامش قعود
طرفہ کہ در عینِ قیامش سجود

راکع، ساجد، قیام، سجود الفاظ متناسب ہیں جو فقہ کی اصطلاحات ہیں۔

حاجبی از موج بر آب دگر
بر تنِ دریا صفتانش گزر

حاجبی ایک قسم کا مہین کپڑا ہوتا ہے۔ اس کی صفت بیان کرتے ہیں کہ لہروں سے اس کپڑے میں بڑی رونق ہے۔ اور دریا صفت یعنی اربابِ کرم اس کو پہنتے ہیں پس :-

موج، دریا، آب الفاظِ متناسب ہیں۔

چشم چو بر گلشنِ بختش فتاد
گشت پیادہ چو گل از پشتِ باد

دیگر

از دو طرف تخت مطرّف شود | وز دو شرف بخت مشرّف شود

یہاں علاوہ اشتقاق کے صنعتِ ترصیع بھی ہے:۔

چوں اثرِ شوق زغایت گذشت | گفتۂ دانش زکفایت گذشت

سیاق الاعداد

یہ ہے کہ اعداد کو بترتیب یا بلا ترتیب کلام میں ذکر کریں:۔

پنج طرف چترِ چو مہرِ سپہر | شش جہت آراستہ از پنج مہر

دیگر

چار گہر کرد جہاں را پدید | در گرہِ شش جہت اندر کشید

دیگر

ساختہ نُہ حجرہ بہ از ہشت باغ | ہشت بہشت از نُہ او با فراغ

مراعات النظیر

اِس صنعت کا انداز یہ ہے کہ کلام میں ایسی چیزیں جمع کریں جو باہم نسبت رکھتی ہوں (سوائے نسبت تقابل و تضاد کے)

وقتِ چنیں میوہ پزِ گرم تاب | وز مددِ ابر جہاں غرقِ آب

ابرِ دُر افشاں بہ سرِ دریا نوال | ابرِ کفش خود راند بدر الجلال

اِن اشعار میں ابر، آب، دُر، دریا الفاظ متناسب ہیں۔ اور ابر و ابرِ کفش میں

خرم و خنداں چو گل از بارگاہ   سوے گلستانِ دگر جست راہ

خرم، خنداں، گل، گلستاں الفاظ متناسب ہیں۔

رد العجز علی الصدر

یہ صنعت اس طرح ہوتی ہو کہ پہلے مصرعہ میں جو لفظ آیا ہو دوسرے مصرعہ میں اسی کو لوٹائیں۔

عودِ قماری کہ ہمی داد دود   غالیہ می ساخت گل از دودِ عود

اس شعر میں لفظ عود اور دود کو مصرعۂ ثانی میں لوٹایا ہو۔

تا کہ بعزلت نہ نشانند خیز   پیشتر از مرگ بعزلت گریز

دیگر

باد کہ اندر سرِ ہُدہُد فتاد   تاجِ سلیمان ز سرش بُرد باد

اے سرِ چترِ تو ز اختر بلند   چترِ تو از ماہ بیک سر بلند

گرچہ تبد برگ و نوائے بشاخ   برگ و نوا بود بمجلس فراخ

می کنم از تیغ خود آن دم دریغ   چوں کنم از خونِ خود آلودہ تیغ

ترصیع

وہ صنعت ہو کہ دونوں مصرعوں کے الفاظ وزن اور قافیہ میں متحد ہوں اور وزن میں موافق ہوں۔ ہم قافیہ نہوں تو اُس کو مماثلہ کہتے ہیں۔

بادۂ نوشیں بصفا خواست کرد   وعدۂ دوشیں بوفا راست کرد

(بقیہ صفحہ)

روے چو گل بود بہ پشتِ زمیں گشت زمیں پر سمن و یاسمیں

گلشنِ بخت سے مراد کیقباد۔ مطلب یہ ہے کہ کیکاؤس نے جب کیقباد کو دیکھا تو گھوڑے
سے اُتر پڑا اور پیادہ پا ہوگیا۔ اس کا پھول سا منہ پشتِ زمین پر جا رہا (از راہِ تعظیم)
گویا زمین سمن و یاسمین سے پُر ہو گئی۔ روے و پشت میں تضاد ہے۔

ساقیِ خورشید وشِ ماہ چہر دَور ہمی کرد چو مہر بر سپہر

اس شعر میں خورشید، ماہ، سپہر، دَور الفاظ متناسب ہیں۔

سینۂ خسرو ز تست آئینۂ زنگ خورد مصقلۂ وصل کو؟ تا بزداید مرا

آئینہ، زنگ، مصقلہ الفاظِ متناسب ہیں۔

حوض کہ دَورش ز تسلسل نشست دَورِ مے از دَورِ تسلسل بجست

فصلِ دے اور شدت سرما کے بیان میں کہتے ہیں کہ:۔

اس قدر پالا جم گیا تھا کہ حوض کے دَور کا تسلسل ختم ہو گیا۔ لیکن ماہ دے
کے دَور کا تسلسل قایم رہا۔

دَور و تسلسل اصطلاح حکمت اور الفاظ متناسب ہیں۔

دور کے معنے یہ ہیں کہ ایک شے موقوف ہو دوسری پر اور دوسری موقوف
ہو اسی پہلی پر جیسے مرغی کا وجود انڈے پر انڈے کا وجود مرغی پر موقوف ہے۔
تسلسل سے یہ مراد ہے کہ غیر متناہی اشیا کا وجود ایک ہی وقت میں ایک
دوسرے پر موقوف ہو۔ اور یہ سلسلہ یوں ہی جاری رہے۔ ختم نہ ہوتا ہو۔

گم شده ام - راه نمایم تو باش　　بے بصرم - نور فزایم تو باش

دیگر

بے کرمے نام فروشی کنند　　بے گہرے مرتبہ کوشی کنند

دیگر

برق بہر حجرے تابے دگر　　دشت ز ہر حجرے آبے دگر

دیگر

تیغ بر گیر تا ز سر بر جہم　　تیر کشائے کز نظر بر جہم

دیگر

مہر چہ جوئی ز وفائے کہ نیست　　سرو چہ بینی بصفائے کہ نیست

دیگر

منزلِ سعدین شود برجِ تخت　　مجمعِ بحرین شود روئے بخت

دیگر

ہر طرفش رہ بشتابے دگر　　ہر قدمش سیر بر آبے دگر

ذو قافیتین

اُس شعر کو کہتے ہیں جس میں دو قافیے ہوں یہ بھی ایک صنعت ہے

تن ز غنیمت بہزیمت سپرد　　بُردنِ جاں را بہ غنیمت شمرد

دیگر

دیگر

نورِ ہدایت بچراغم رساں
بوئے عنایت بدماغم رساں

دیگر

از حدِ ناسوت بروں تاختہ
بر خطِ لاہوت وطن ساختہ

دیگر

ہر قدمے یک گل و صد آبجوے
ہر چمنے صد گل و صد آبروے

دیگر

بر ملکش سایہ طرف بر طرف
تا فلکش پایہ شرف بر شرف

دیگر

از دو طرف تخت مطرف شود
وز دو شرف بخت مشرف شود

دیگر

غمزدگاں را بطرب دلکشاے
گمشدگاں را بکرم رہنماے

دیگر

خستہ تن را بغنا در کشاے
جوہرِ جاں را بہ بقا رہنماے

دیگر

طفلِ گیا را زہوا ریخت شیر
مغزِ جہاں را زصبا زد عبیر

دیگر

اشارہ ہی۔

رفت ور او رنگِ سکندر نشست — در صفِ پیلاں سدِ یاجوج بست

یہاں اشارہ ہی اُس واقعہ کی طرف کہ سکندر نے قوم یاجوج و ماجوج کا حملہ روکنے کو سدِ روئیں بنائی تھی۔

تنسیق الصفات

یہ ہی کہ ایک موصوف کے کئی اوصاف پے در پے ذکر کریں۔

بادا ہمہ وقت بشادی و ناز — بادہ کش و خصم کش و بزم ساز

لشکرِ مشرق زا و دہ تا بہ بنگ — چیرہ دل و خیرہ کش و تیز چنگ

خیرہ، چیرہ میں تجنیس خطی بھی ہی۔

چند ہزارش ز سوارانِ کار — تیغ زن و کینہ کش و نامدار

نظمِ مسجع

وہ ہی کہ قصیدہ یا غزل کی ہر بیت میں سوائے مطلع کے تین تین قافیے ہوں اور چوتھا قافیہ قصیدہ یا غزل کی زمین کا ہو:۔

چنانچہ اس مثنوی میں ایک مسجع غزل موجود ہی۔

اے زندگانی بخشِ من، العل شکر گفتارِ تو — در آرزوئے مردنم از حسرتِ دیدارِ تو

گر شہد باشد بر زباں۔ یا آبِ حیوان در دہاں — گفتا رمیگویم کہ آں نبود مگر گفتارِ تو

زیں پس بخوباں ننگرم۔ در کوئے ایشاں نگذرم — گر ہیچ یکرہ جاں برم۔ از غمزۂ خونخوارِ تو

چرخ زبیداد عناں تافتہ　　مملکت از ظلم اماں یافتہ

دیگر

چنگ نوازاں بہوا سر کشید　　چنگ نوازندہ نوا بر کشید

ہوا، نوا، سر، بر ہر مصرعہ میں دو دو قافیے ہیں۔

دیگر

خوشۂ چرخ از علفِ خانہ خیز　　بہر عروسانِ سحر دانہ ریز

دیگر

جملۂ عالم بوفا جویش　　خاطرِ خسرو بہ ثنا گویش

دیگر

آتش ازاں جا کہ بدل جای کرد　　دود برآمد ز نفس ہای سرد

دیگر

آبِ معانی ز دو لم زاد زود　　ز آتشِ طبعم بقلم داد دود

تلمیح

یہ ہی کہ کلام میں کسی قصہ یا واقعہ کی طرف اشارہ ہو جو مشہور ہو یا کتابوں میں مذکور ہو۔

شرطِ کرم ہیں کہ ہنگامِ جنگ　　گوہرِ خود ریخت بیادا شِ سنگ

اس شعر میں جنابِ رسالت مآب صلعم کے دندانِ مبارک کے شہید ہونے کی طرف

اس مثنوی کے یہ دونوں شعر بھی اسی طرح کے ہیں۔

ہست زیکسو تو میراثِ شاہ　　　من زسہ شاہم تو میراث خواہ

مصرعہ ثانی میں ز۔ س۔ ش کے اجتماع سے کسی قدر ثقالت پیدا ہو گئی ہے:۔

زشت تر از زنگ شدہ بوئے شال　　　پست تر از پشت شدہ روئے شال

دوسرا مصرعہ زبان پر آسانی سے جاری نہیں ہوتا۔

پائے ستوراں بزمیں در شدہ　　　گاوِ زمیں را سُمِ شاں سر شدہ

دوسرے مصرعہ میں ایک گونہ ثقالت پیدا ہو گئی ہے اس ش کے اجتماع سے)

ضلع جگت کا اعتراض

مولانا شبلی مرحوم نے شعر العجم میں حضرت خسروؒ کی لفظی رعایتوں کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے کہ "کہیں کہیں وہ ضلع جگت کی حد کو پہنچ گئی ہیں" لیکن اس مثنوی میں تو صرف ایک شعر ہے جس کو ضلع جگت کہہ سکتے ہیں:۔

طفلِ شگوفہ برہ افتاد و مُرد　　　شاخ بدید و بغا دل سپرد

قبولِ عام

جس طرح خواجہ نظامیؒ کی مثنویات خمسہ میں سے سکندر نامہ کو زیادہ شہرت اور قبولیت نصیب ہوئی اسی طرح خسرو کی تمام مثنویات میں قران السعدین کو قبول عام کا فخر حاصل ہوا۔

در کوے تو بر ہر درے۔ افتادہ می بینم سرے — این نیست کارِ دیگرے جز کارِ تست و کارِ تو

خواہی نمک زن ریش را۔ خواہی بکش درویش را — ہر چونکہ خواہی خویش را۔ بربستہ ام در بارِ تو

چوں غم بگفتار آورم۔ یا گریہ در کار آورم — یا رُو بدیوار آورم۔ بارے بجانِ دیوارِ تو

خواہی کہ بر ہر خندۂ۔ پیشش افگنی افگندۂ

اینک چو خسرو بندۂ۔ نو بردۂ بازارِ تو

قافیہ معیوب

دو ایک جگہ اس مثنوی میں شائگاں قافیے بھی آگئے ہیں اگرچہ اس قسم کے قافیے کو اہلِ سخن نے جائز رکھا ہی مگر اس کو معیوب سمجھا ہی۔

بادزنہ دست بدستِ ہمہ — وز دمِ او باد بدستِ ہمہ

ایک اور شعر میں لیے قافیے ہیں جن کو شائگاں بھی نہیں کہہ سکتے۔

بادِ خزاں ہر ازاں جا کہ بود — خشک شدہ شاخ ہم آں جا کہ بود

ممکن ہی کہ اس شعر کی کتابت میں کچھ غلطی ہوئی ہو۔

تنافر

دو ایک اشعار میں تنافر بھی پایا جاتا ہی۔ تنافر اُسے کہتے ہیں کہ ہر ایک لفظ بجاے خود تو فصیح ہو مگر اُن کے اجتماع سے تلفظ میں گرانی پیدا ہو جاتے اور وہ زبان پر آسانی سے رواں نہ ہو سکیں جیساکہ حضرتِ نظامیؒ کے اس شعر کا دوسرا مصرعہ مشہور ہی:-

ز سمِ ستوراں دراں پہن دشت — زمیں شش شد و آسماں گشت ہشت

خاتمه

(از خاکسار مقدمه نگار)

مثنویِ چند جز این مثنوی　　هست نگارِ قلمِ خسروی[۲]

خرم و خندان چو گلِ بوستان　　تحفهٔ نغز است پئے دوستان

هان مگر این نامه که دانیش نام　　یافت از ان جمله فراتر مقام

چشمِ هنربین شده حیرانِ او　　ریخته نیرنگ ز الوانِ او

دیدهٔ بیننده گهر دید نش　　سیرِ نگر دیده ز گل چیدنش

هر چه فزون دید فزون شد هوس　　گرد ثنا ها خردِ نکته رس

بیتِ قصیده چو مغنے در گذشت　　هر غزلے همچو غزالِ بهشت

موج زنان نظم چو آبِ روان　　از نفسِ طوطیِ عذب البیان

داد نوا سنجیِ آن نغز گو　　تا بدهد بلبلِ شیراز کو؟

طوطیِ هند ار بنوا آمدے　　بلبل از ایران به ثنا آمدے

من که ندانم روشِ نارسی　　بے خبر هندیم از دارسی

من ز کجا نعتِ سخن از کجا؟　　کاسهٔ تهی و عمل از کیمیا!

گر ز تهی سازِ خطا می زنم　　بانگِ کرم زن که کجا می زنم

در قلم افتاده درین باب راست　　راستیش حضرتِ نواب راست

خانِ فضائل حشم اسحٰق خاں[۱]　　آئینهٔ حسرتیِ نکته دان

بر خدم از سرِ سودا و سود　　دام دلم خاطرِ دا لاش بود

---

۱ حاجی نواب محمد اسحٰق خاں حفظہ اللہ رئیس جہانگیرآباد و بلند شہر و آنریری سکریٹری ایم اے او کالج علی گڑھ ۱۲

۲ حاجی نواب محمد مصطفیٰ خاں خلد مکاں المتخلص بہ شیفتہ و حسرتی رئیس جہانگیرآباد و دہلی ۱۲

اب سے نصف صدی پہلے تک جب کہ فارسی زبان کی درس و تدریس کا عام رواج تھا سکندر نامہ اور قران السعدین یہ دونوں مثنویاں ہمارے مکاتب میں داخلِ درس تھیں۔ اسی لیے بڑے بڑے قابل لوگوں نے ان کتابوں پر حواشی لکھے اور ان کی شرحیں مرتب کیں۔ رفتہ رفتہ وہ رواج کساد سے تبدیل ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ اب ان کتابوں کے پڑھنے پڑھانے والے نادراتِ روزگار میں شمار ہونے لگے۔

قران السعدین کے اسبابِ قبولیت سے اوّل وہ چند خصائص ہیں جن کا ذکر ہو چکا ہے۔ اور ان خصائص نے اس مثنوی کو محض مثنوی نہیں رکھا بلکہ نظم کے اصنافِ ثلثہ کا ایک بافرہ مرکب بنا دیا ہے جس میں ہر مذاق کا سامانِ ضیافت موجود ہے۔ قصیدہ کی جگہ قصیدہ غزل کی جگہ غزل اور مثنوی کی جگہ مثنوی۔ پھر مثنوی میں محض قصہ گوئی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ہر موسم اور اس کے لوازم کی تفصیل ہے۔ ہندوستان کے پھولوں اور پھلوں کا ذکر ہے دلی اور اس کی عمارتوں کا بیان ہے۔ یہ مضامین اہلِ ہند کے لیے قدرتاً موجبِ انبساطِ خاطر ہیں۔

اصل قصہ بھی ہندوستان کا ایک تاریخی واقعہ ہے اور حضرت خسروؒ نے اکثر چشم دید حالات کو نہایت وضاحت سے نظم کیا ہے۔ اس لیے تاریخی حیثیت سے بھی وہ حالات قدر و وقعت کے قابل ہیں چنانچہ بعد کے مورخین نے کیقباد کی سلطنت کے ذکر میں اس مثنوی کے اشعار سے اکثر واقعات کا استناد کیا ہے۔

ان تمام خوبیوں کے علاوہ تشبیہ و تمثیل کی ندرت، اسالیب بیان کی تازگی، نئے نئے الفاظ کی کثرت اور سب سے بالاتر خسروؒ کا حسنِ بیان ہے جس نے اس مثنوی کو قبولِ عام کا خلعت پہنایا تھا۔

مثنوی

قِران السّعدین

خسروؔ

ساختہ گشت از روشِ خامۂ
از پسِ شش ماہ چنیں نامۂ
در رمضاں شد بسعادت تمام
یافت قرانِ نامۂ سعدین نام
آں چہ بتاریخ ز ہجرت گذشت
بود سنہ ششصد و ہشتاد و ہشت
(از مثنوی قران السّعدین)

تا ختام ہرزہ براہ دراز — بر اثرِ حکم۔ نہ از روئے آز

نوبتِ پیری و منم طفلِ راہ — عاجزم و عاجزیم عذر خواہ

خوش مثلے گفتہ و دُر سفتہ اند — "پیری و صد عیب چنیں گفتہ اند"

نیز سپاسے بجنابِ بشیر[1] — خلق وے آمیختہ شکر بہ شیر

یاوریِ او کہ بے کار کرد — از کتب خواستہ انبار کرد

خامہ زنِ من کہ حسن چشتی ست[2] — رہروِ آیم و خطش کشتی ست

ہر دو رسے نقشِ نو انگیختن — لعل و دُر از نوکِ قلم ریختن

کز کلکِ او برُخِ کاغذ رواں — لیک نہ بینی ز ستردن نشاں

عارضِ کاغذ کہ سمن زار بود — گشتہ کنوں سرخ و سیاہ و کبود

لاجرم آں کاغذِ زار و حزیں — شد ہمہ تن پیرہنِ کاغذیں

از خمِ شانِ خامہ کہ دُر دری گسست — یادِ بزرگاں بدرونے خوش نشست

شعرِ تو اے خسروِ شیریں بیاں! — زندہ جاوید۔ تو ہم زندہ ماں

خضرِ توئی و سخن آبِ حیات — نوشِ تو بادا سخن از عینِ ذات

شعرِ تو پروردۂ در دست و سوز — شعلۂ او سرد نگشتہ ہنوز

گرچہ گذشتہ است ز ششصد فزوں — لیک نہ کم شد تفِ سوزِ دروں

تا دمِ گرمِ تو فغاں برکشید — آتشِ سوزندہ زباں درکشید

شاد بماں خسرو جنت نشیں
باد بجانِ تو ز حق آفریں

تمت

---

[1] شیخ بشیر الدین صاحب بشیر ال ال بی آنریری مجسٹریٹ میرٹھ [2] ایم حسن چشتی اندرکوٹ شیخاں میرٹھ

امیر خسرو نے مثنوی کے اشعار کی تعداد ۳۹۴۴ بتائی ہے ؎

در ز جمل بازکشائی شمار

نہ صد و چار و چہل و سہ ہزار (صفحہ ۲۰۳ متن و ۹۵ مقدمہ)

مگر موجودہ نسخہ میں یہ تعداد صرف ۳۶۹۰ ہے، یعنی ۲۵۴ ابیات کم ہیں۔ ۷۰ عنوانات کے ۷۰، اور ۲۱ غزلوں کے ۱۹۰ اشعار (کل ۳۹۴۴ یا موجودہ ۳۶۹۰ کے علاوہ) ہیں

محمد مقتدیٰ خاں شروانی

فہرست مضامین

متن

قران السعدین

مثنوی ہذا کے عنوانوں کی دو قابل لحاظ خصوصیتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ بھی منظوم ہیں دوسرے یہ کہ اول سے آخر تک اس طرح مرتب و مسلسل ہیں کہ ان کو بہ یک نظر پڑھنے سے کتاب کے مضامین کا ماقل و دل خلاصہ عمدہ طور پر مفہوم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ خود مصنف علیہ الرحمۃ نے ان اشعار میں اس کی جانب کنایہ فرمایا ہے ؎

طرزِ سخن را روشِ نو دہم — سکۂ ایں ملک بخسرو دہم
نو کنم اندازۂ رسمِ کہن — پس روی پیش روانِ سخن
در نگرم تا چہ دُر افشاندہ ام — تا بچہ ترتیب سخن راندہ ام
کامم ازیں نامۂ عنواں کشائے — نامم بلند ست کہ ماند بجائے (صفحہ ۲۳۸-۲۳۹)

اس لئے مناسب سمجھا گیا کہ فہرست مضامین میں ان عنوانوں کو یک جا کر دیا جائے اور عنوانیں جو متن کے اندر بیچ بیچ میں آتی جاتی ہیں اُن کا سلسلہ جدا قائم کر دیا گیا ہے اور بطور حوالہ کے صرف مطلع کا پہلا مصرعہ درج کیا گیا ہے۔

اسی ضمن میں چند الفاظ مثنوی کے اشعار کی تعداد کے متعلق کہنا چاہتا ہوں۔ کیوں کہ مولانا محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم (غالباً مقدمہ کے ختم کرتے ہی انتقال فرما جانے کی وجہ سے) متن کی جانب توجہ نہ فرما سکے تھے اور مقدمہ کے اندر انھوں نے صرف یہ تحریر فرمایا ہے کہ حضرت

غزلیات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شکر گویم کہ بتوفیقِ خداوندِ جہاں بر سرِ نامہ ز توحید نوشتم عنواں

نامِ ایں نامۂ والا است قرانُ السعدین کز بلندیش بسعدینِ سپہر است قراں

حمدِ خداوند سرایم نخست تا شود ایں نامہ بنامش درست

واجبِ[1] اوّل بوجودِ قدم نے بوجودے کہ بود از عدم

برتر از وہمِ خرد پروراں بیشتر از فہمِ فراست گراں

نور فزائے بصرِ[2] دوربیں دیدہ کشائے دلِ عبرت گزیں

فکرتِ صاحب خرداں خاکِ او معترفِ عجز در ادراکِ او

دل متحیر کہ چہ داند ورا روح دریں گم کہ چہ خواند ورا

زہرہ ندارد خردِ دست[3] خیز تا کند اندیشہ دریں راہ تیز

---

[1] یعنی خداوند تعالیٰ واجب الوجود است ای ذاتِ وے مقتضی وجود اوست و اول است ای وجود وے پیش از ہمہ چیز است پس واجب و اول صفت بعد صفت است مر خداوند را و اول را صفت واجب داشتن از برائے احتراز محلے کہ واجب بالغیر است ۱۲ [2] یعنی بصری کہ نظر بر عواقب امور و غوامض حکم و مصالح ایزدی می اندازد نور العین و شناسائی او را می افزاید ۱۲ [3] از آں رو دست خیز گفتہ کہ جولان وے اول در راہ تیز است و بعد یافتن تیزی نارد رفتار ۱۲



نوٹ ۔ مندرجہ بالا طریق پر مضامینِ متن کی فہرست مرتب ہو چکنے کے بعد حضرت امیرؒ کے دیوان بقیۂ نقیہ کے ایک نہایت قدیم نسخہ کا حال معلوم ہوا جس کے مضامین کی فہرست بھی منظوم عنوانوں کے یکجا جمع کر دینے کے ذریعے سے مرتب کی گئی ہے اور اغلب ہے کہ یہ ترتیب خود مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی دی ہوئی ہے ۔ علاوہ بریں اس مثنوی کے اندر حسن اتفاق سے ایسی قابلانہ اور پُر از معلومات تمہید و تنقید کا جمع ہو جانا بھی ایک نہایت عجیب اور نادر قران السعدین ہے ۔ ایک سے زیادہ امور میں توارد در حقیقت ایک ایسا لطیفہ ہے جس کی توجیہ صرف خسروؒ کے روحانی فیض کے حوالہ سے ہو سکتی ہے ۔ برّد اللہ مضجعہ ۔

محمد مقتدیٰ خاں شروانی

غیرتِ[1] غیر از قدرش دور به | پاک ز امکانِ تغیر چو غیر
شرک نه بر مملکتش دست یابے | خود نتواں بود بشرکت خدائے
فطرتِ هستی نه باسباب ساخت | بے سبب غیر علم بر فراخت
نقشِ صور کرد - بآلت نه کرد | بر فلک و طبع حوالت نکرد
چون و چرا نقش طرازِ تن است | آئینه صورت از و روشن است
آں که نگنجد بخیال و صور | چون و چرا کے کند آں جا گذر
پاک ز آلودگی آب و خاک | پاک تر از هر چه بگویند پاک
نے کس از و زاده نه نے او زکس | زادن و نازادن ما زو است و بس
دیدنِ خود گفت بما در نهفت[2] | شاد هماں کس که بدید و نگفت
دیدنِ او هست ز دم در فروغ | تا هم از و دیده بیابد فروغ
چشمِ جهت بینش[3] چه بیند بنور | تا نکند خود جهت از دیده دور
بسته مکان را بجهات و صفات | هم ز مکان فارغ و هم از جهات
بے همه جا و بهمه جا درون | در همه جا و ز همه جا برون
راستی او بدرستی که خواست | راست درست انچه کند جمله راست

---

[1] یعنی مرتبۂ حق جل شانہ تعالیٰ تر است از آنکہ غیر او بر و غیرت برد و دعویٰ مساوات او کند چہ غیرت در اقران و در صفت ممکن الحصول باشد منزہ است از امکان تغیر ۱۲ [2] این بیت ترجمۂ آیۂ لاتدرکہ الابصار و هو یدرک الابصار است یعنی بینائی ہا او را نمی یابند و او بینائی ہا را می یابد یعنی ما را حکم داد کہ من بر ما بنظر نخواہم آمد بل پوشیدہ از چشم ظاہر ۱۲ [3] ضمیر بینش راجع بمردم است و درین مصراع تلمیح است بحدیث کہ چون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از معراج باز آمد صحابہ پرسیدند کہ یا رسول اللہ تو خدا را دیدی بجواب گفت خدائے تعالیٰ نور است چہ طور دیدہ شود ۱۲

آدمی ایں جا بسخن راہ جو ست / لیک سخن کے رسد آنجا کہ اوست

ہر کس از و آمدہ در گفت وگوے / معرفتش از ہمہ پوشیدہ روے

رخشِ عقل در رہش افگندہ سم[له] / علت و معلول در دہر د گم

کس نبرد راہ بہ تحقیقِ او / در برد الا کہ بتوفیقِ او

من کہ ہمہ ہستیِ من نیستی ست / ہستیِ بے نیست ندانم کہ چیست

ہستیِ ما نزدِ خرد اندکے ست / واں ہمہ با نیستیِ ما یکے ست

نیست شناسندہ ہستی مگر / آنکہ ورا نیست ز ہستی گذر

نیستی از ہستیِ او تہت دست / ہست[موجود ۱۲] بود[زندہ ۱۲] نیست شود ہر چہ ہست

ثابتِ[گه] مطلق بصفاتِ احد / زندہ باقی ببقاے ابد

بود در اول کس ازو پیش نہ / ماند در آخر کس ازو بیش نہ

حادثہ را با ازلش کار نے / نقشِ فنا با ابدش یار نے

حکمت و حکمش کہ ندارد زوال / ہم ز خلل خالی و ہم از خیال

کرد خرد وحدت اورا سجود / ثانیِ او ممتنع اندر وجود

له سم افگندن کنایت از عجز و درماندن ست حاصل معنی ایں گرچوں دلیل در راہ معرفت حق بجائے نرسید بے مدلولے کہ بوسے ثابت شود و معلومے کہ از وسے حاصل آید نیز گم و لاشے خواہد بود پس ہم علت گم گشت و ہم معلول ۱۲ گه ثابت لے موجود و دایم مطلق اے منزہ از جمیع قیود ۔ مراد با حدیت صفات آنکہ ہر یک از صفات حق فی نفسہا واحد ست کثرت و تعدد بکثرۃ متعلقات ست مثلاً علم یکے ست و کثرت او باعتبار کثرت معلومات ست و قدرت یکے تعدد او باعتبار تعدد مقدور ست ایں چنیں سایر صفات ۱۲

حقهٔ تن را بصفا در کشاے | جوهر جان را ببقا رهنماے
زآب عنایت[1] گهر انگیخته | در صدفِ کن فیکون ریخته
قطرهٔ احسانش بفیضِ عمیم | حملِ صدف بسته ز درِّ یتیم
حجله کشِ جلوهٔ بکرانِ باغ | خاص کنِ عطر بقصرِ دماغ
نقش طرازے که بصنعِ بدیع | راند قلم بر صفحاتِ ربیع
نامیهٔ[2] گل را بنما خامه کرد | نامیه را حرف کشِ نامه کرد
سنبلِ تر بر رخِ گلشن کشید | سنبله را دانه بخرمن کشید
طفلِ گیا را ز هوا ریخت شیر | مغزِ جهان را ز صبا داد عبیر
نافِ[3] شگوفه ز بخورِ نسیم | کرد بعنبر نفسی مستقیم
جلدِ چمن را که ورق کرد باز | مهرِ خودش داد بعنوانِ راز
چشمِ سحاب از نمِ دریا کشاد | چشمهٔ آب از دلِ خارا کشاد
چار گهر کرد جهان را پدید | در کرهٔ شش جهت اندر کشید
دورِ زمین را ز زمان باز بست | دام و دد از وے بامان باز رست

له تواند که از گهر جوهر اول که روح محمدی است مراد باشد و ریختن در صدف کن فیکون عبارت از ایجاد او است و تواند که گوهر انسان مراد باشد و از صدف کن فیکون فلک یا عالم ۱۲ ؎ اضافت نامیه گل بیانیه است نما و نمو یکے است یعنی بالیدگی نامیه قوتے که صفت نمو دارد و تقریر یعنی آنکه الله تعالی از برائے نوشتن نامه گل اے بجهت آمدن گل نامه ایجائے قلم نامیه را بمنزله کاتب نامه گل ساخت ۱۲ ؎ بخور خوشبوئے عنبر نفسے مرکب باشد نفسی بتحمل که فارسی باشد یعنی نکره یعنی یک عنبرآلود نفس مستقیم ای درست و دیرپا و تحمل کیلئے وی یعنی مصدر باشد لے عنبرآلود نفس بودن فاعل او الله تعالی است و مفعول او ناف شگوفه یعنی ناف شگوفه عنبرین بلغت یا آنکه عنبر نفسے بودن بوجه استقامت داد و در بعض نسخه بعنبر نفسے است لے ناف شگوفه بعنبر نفسے اے عنبر نفس بودن ثابت کرد ۱۲

راست روی پرده زبے حاصلاں — داده درستی بشکسته دلاں
غمزدگاں را بطرب دل کشائے — گم شدگاں را بکرم رہنمائے
مونسِ ہر دل که فراغیش نیست — محرمِ ہر شب که چراغیش نیست
ہر چه نه او در خطِ امکانِ[1] اوست — ہر چه جز او بندۂ فرمانِ اوست
روزیِ ہر کس برساند بسے — منّتِ روزی ننهد بر کسے
داد لبِ[2] روزیِ تن را کلید — جسته و ناجسته بخواہد رسید
کن مکن او راست ز نو تا کهن — ہر چه کند کیست که گوید مکن
عالمِ بر حق نه بتعلیمِ کس — ہر ہمه زو یافته تعلیم و بس
ہر چه کند در کل و در جز اثر — کلّی و جزئیش بود زاں خبر
مور به جائے که نهد پائے راست — او بشبِ تار بداند کجاست
آنچه به ہستی رقمش حرف جوست — خامه گزار قلمِ صنعِ اوست
صانعِ بے عیب ز علت بری — نور فزائے قمر و مشتری
غالیه سائے شبِ مشکیں پرند — پرده بر انداز سپہرِ بلند
نور دهِ انجمِ خورشید تاب — سبز کنِ خاک بتاثیرِ آب

---

[1] ماسوائے حق داخلِ امکانِ اوست یعنی از جملۂ ممکنات مخلوقِ اوست یا آنکه از قدرتِ اوست یعنی ایجاد و عدم آں نزد او برابر است امکان بمعنی قدرت لیبارنامه ۱۲ [2] یعنی لب را کلید تن گردانید که از شے در روزی او کشاده شود و دیگر آنکه روزی که مفهوم رزق است مخصوص بخوردن و آشامیدن نیست بلکه ہر چه شخص که در معیشت و تمدن محتاج آنست روزی اوست و میتواں از کلید سخن مراد داشت زیرا که سخن سبب تحصیل اسباب معاش است ۱۲

گرچہ نیاید ز منِ خاکسار | زانچہ شوم بر درِ تو رستگار
ہم بتوام ہست امیدِ تمام | کز درِ تو رد نشوم والسلام

در تضرّع بہ درِ حق کہ گنہگاران را
دادِ بارانِ گنہ شوے ز عینِ غفران

اے بجلالت قدم آراستہ | شُبہ[1] شبہت ز میان خاستہ
ذاتِ تو پیداست ولے نے چو من | من ز تو پیدا و تو از خویشتن
نیست شناسائے کمالِ تو کس | ہستیِ خود ہم تو شناسی و بس
دانشِ ہر کس کہ بسویت گذشت | یک دو قدم رفت و عنان تاب گشت
فکر درین پردہ بہ راز ایستاد | بانگ زدش حیرت و باز ایستاد
عقل درین خطہ امانے نیافت | خطِ امان جست و نشانے نیافت
دل بتو دادہ است نشانی مرا | در تو رسم گر برسانی مرا
سوئے خودم کش کہ الٰہی شوم | خازنِ گنجینۂ شاہی شوم
آں عمل آور ز من اندر وجود | کاں بتوام راہ تواند نمود
وانچہ دلم را ز تو دوری دہ است | دور ترک دار کہ دوری بہ است
نورِ بصر دہ بشناسائیم | تا نبود جز بہ تو بینائیم

---

[1] شُبہ اوّل یعنی شک و شِبہ بالکسر یعنی نظیر یعنی این شبہ از میان برخاست کہ کسے نظیرِ تو باشد۔ شرحِ آیۂ لیس کمثلہ شیٔ ۱۲

سلسلهٔ آب زن برزده — طوق زمین کرد گره بر گره
باد محیط کرهٔ آب ساخت — نار به پیرامن آن برفراخت
کحل شب از دیدهٔ انجم نمود — نور دل از سینهٔ مردم نمود
طالع مردم ز شمار نخست — کرد بتقویم عنایت درست
زآب چنان کرد مصور خیال — کان بتصور ننماید جمال
نقش چنان بست بهر تن که هست — کش بدل خود نتوان نقش بست
قصر جسد را به چنین داوری — زآب و گلی کرد عمارت گری
دفتر دل را خط شاهی نوشت — جائزهٔ سرّ الهی نوشت
جان که بهر جسم روانیش داد — پرتوی از نور خدائیش داد
گوش بآواز سخن تازه کرد — وز سخن آفاق پرآوازه کرد
ما که نبودیم ـ بوجود آمدیم — از عدم از وی بوجود آمدیم
کین در اگر او نگشادی بما — دولت این خانه که دادی بما
نور بصر داد که بینا شدیم — چشم گشا شد که شناسا شدیم
معرفتش گر نشدی رهنمای — نی ز خود آگه بُدی نی از خدای
گر همه ز اندیشه جگر خون کنم — شکر چنین مرحمتی چون کنم
طاعت ما نیز کرمش بی قیاس — وای بر آن کس که نگوید سپاس
ای صفت بنده نوازندگی — از تو خدائی و ز ما بندگی

جز تو شناسندۂ این راز کیست — کامدنِ و رفتنِ ما بہر چیست
بہ کہ چو آوردی و بازم بری — ہم بسوئے خویش فرازم بری
جز برہِ خویش مدارم مدار — در بتو امید ندارم مدار
پردہ برانداز کہ چون لاشوم — پردہ کشائے درِ الّا شوم
گم شدہ ام راہ نمایم تو باش — بے بصرم نور فزایم تو باش
دامنِ تر آب ندارم بجوئے — دامنم از عینِ عنایت بشوئے
ساختہ سوختنم چون خسان — آب ز سرچشمۂ غیبم رسان
گرچہ تنِ من ز پئے سوز راست — رحمتِ تو از پئے این روز راست
اے گنہ آمرز شفاعت پذیر — پر گنہان را بکرم دستگیر
من کہ نہ نیکی ہمہ بد کردہ ام — نیک و بدِ خود بتو آوردہ ام
نیک بدم نیک نشد ہیچ بد — از منِ بد ساز کنش نیکِ خود
در بد و نیکم بتو امیدوار — نیکی بپذیر و بدی در گذار
خود منم از فعلِ بد و کردِ زشت — کندۂ دوزخ نہ نہالِ بہشت
کندہ چو در سوختن آرد وبال — بیشتر از سوختنش کن نہال
ہست چو انعامِ تو اے کارساز — ق — از من و از طاعتِ من بے نیاز
مرحمتے کن کہ گنہ کردہ ام — نامۂ اعمال سیہ کردہ ام
عدلِ تو گر حکم بطاعت کند — ہمچو منے را کہ شفاعت کند

قوتِ دل بخش ز دینِ خودم | سینہ قوی کن بیقینِ خودم
تا چو ز عونِ تو قوی دل شوم | بو کہ توانم کہ بمنزل شوم
درد ندارد دلِ بے حاصلم | چاشنیِ درد نِہ اندر دلم
حسنِ عمل نیست کہ پیش آورم | عذرِ رسوائیِ خویش آورم
بر منِ رسوا شدہ بعیب کوش | عیب تو پوشی کہ توئی عیب پوش
گر ہمہ نیک ست عمل یا بدم | دیدہ برافروز بعیبِ خودم
چوں کژیِ دل کندم خود پرست | آئینۂ راستیم دہ بدست
در بسوئے راستی آید سرم | راست چناں دار کزاں نگذرم
ہر رہِ خیرے کہ بگیرم بپیش | راہبرم بخش بہ توفیقِ خویش
وانچہ بید رہ برد انجامِ کار | از من و از خاطرِ من دور دار
معرفتم دہ کہ شناسا شوم | بخردیم بخش کہ دانا شوم
نورِ ہدایت بچراغم رساں | بوئے عنایت بدماغم رساں
اے ز کرم بر دلِ ما در کشاے | گم شدگاں را سوئے خود رہنمائے
بر درِ تو بستہ ام امید بار | بار کشا بر منِ امیدوار
باز کن از روضۂ رحمت درے | بو کہ بیابم ز سعادت برے
از درِ خویشم مبر و کس مراں | خود چہ کشاید ز درِ دیگراں
من کہ بحکمِ تو دریں کارگاہ | از عدم ایں سوزدہ ام بارگاہ

اے کرمت غسلِ گنہ را سحاب ق مرحمتے کن کہ بیوم الحساب
گر عملم نیک و اگر بد شوم در کنفِ ظلِّ محمدؐ شوم

نعتِ سلطانِ رُسل آنکہ مسیحا بدرش
پردہ دارے ست نشستہ زپسِ شادرواں

پیشروِ کوکبۂ انبیا کوکبش از منزلتِ کبریا
کون و مکاں در خطِ امکانِ او کاین و من کان کمرِ کانِ او
گرد لوا نصب در ایوانِ ہو تحتِ لوا آدم و من دونہٗ
از حدِ ناسوت بروں تاختہ بر خطِ لاہوت وطن ساختہ
لعلِ وے از خاتمت آگہ شدہ خاتمِ انگشتِ یداللہ شدہ
خاتمش از ہفت فلک حلقہ سا یافتہ از مہرِ نبوت طراز
گرچہ سلیماں شود انگشتریں خنصرِ او را نرسد در نگیں
گرد شدہ حلقۂ پیغمبراں خاتمش مہر نہادہ براں
ختمِ نبوت شدہ برہانِ او مصحفِ ختم آمدہ در شانِ او
سکہ چو از مہرِ نبوت کشاد محمدتش نام محمد نہاد
طرفہ کہ ہر حرف کزاں کم کنند فائدۂ خاص فراہم کنند
گر دہنِ میم شود زو نہاں حمدِ خداوند کند بے دہاں

تا نشود عونِ توام دستیار — کے شوم از طاعتِ خود رستگار
خاصه که چون بنگرم احوالِ خویش — عذر نه و جرم ز اندازه بیش
اے بعنایت علم افراخته — کارِ دو عالم کرمت ساخته
در تتقِ سترِ توام راه نیست — جز تو کس از سرِّ تو آگاه نیست
سرِّ مرا چون همه دانندهٔ — باز رهانم که رهانندهٔ
گر ز تو بر خلد براتِ من است — نامهٔ من خطِّ نجاتِ من است
ور تو کنی سوے جهنم رهم — در که پناهم که ز تو وارهم
عذر ندارم چه کنم بر گناه — عفوِ تو گو تا شوم عذرخواه
بر درِ تو آمده ام شرمسار — از شرِ من درگذر و درگذار
روے سیاهم بتو دارد امید — هم تو کنی روے سیاهم سپید
کار بدستم چو ندادی نخست — کارِ من آخر همه بر دستِ تست
دستِ من آن دم که بماند ز کار — دست زکارِ منِ مسکین مدار
از عملِ خود چو نشینم خجل — ذیلِ کرم پوش برین تنگدل
در شبِ تاریک چو بینی رهم — مشعلهٔ ده ز انارَ القلم
چون شبِ من تیره شود روز بخش — شامِ مرا شمعِ شب افروز بخش
صبحِ قیامت که بود گرم تاب — ظلِّ خودم بخش در آن آفتاب
پیش تو آرم چو حسابِ جفا — حسبُکُم بخش ز حسبی کفا

در تُتُقِ بارگہش گاہِ بار
مایدہ کش عیسیٰ و خضر آبدار

پیشِ چناں چشمهٔ دریا قیاس
نوح ز بے آبی خود در ہراس

موسیٰ اگر در رہِ او نیست پیک
کی اَرِنی گوید و اُنظر الیک

زاں رُخِ گلگوں کہ گل افشاں شدہ
نارِ براہیم گلستاں شدہ

خوے خوشش چوں خوے گل گشت پاک
از خوے او گُل بدمیدہ ز خاک

گل کہ لباسِ خوشیش در برست
از خوے دیباچهٔ پیغمبرست

ساختہ نُہ حجرہ بہ از ہشت باغ
ہشت بہشت از تہِ او با فراغ

حجرہ نُہ و خلد نہ از ہشت بیش
یعنی ازاں ہشت بیک حجرہ پیش

تا بسرِ عرب آں حجم نشست
رعبِ عرب در ہمہ عالم نشست

خطبهٔ لولاک بپرداختہ
منبرِ نُہ پایہ ازاں ساختہ

ہستیِ او تا بعدم خانہ بود
نقشِ وجود از ہمہ بیگانہ بود

چوں ز وجودش عدم آوازہ یافت
تختهٔ ہستی رقمِ تازہ یافت

سایهٔ محش کہ ز گردوں گزشت
رزق رساں بر ہمہ آفاق گشت

سایہ ز بس نور نہ بُد پیش و پس
سایهٔ خورشید ندیدہ است کس

سایہ نہ و ظلِّ سلامت ازو
سایهٔ خورشیدِ قیامت ازو

از پۓ خورشیدِ قیامت جہاں
ساختہ از گیسوے او سایباں

موے بموے گیسوے او مشکِ خنک
فرق نبودہ سرِ موے ز مشک

ور ز میاں حلقۂ حا گشت دو — مدِّ ظلالی دہد آں شاخِ نور

ور کمرِ میم دگر بر کشاد — دال برحمت شد و آں در کشاد

نادرہ نامے کہ بہر حرفِ خویش — تادہا بخشد از اندازہ بیش

نامِ محمّد بدو تدویرِ میم — در حدِ خود یافت دو چشمِ سلیم

یعنی اگر کس ز محمّد پرد — چشمِ وے آں بہ کہ ز حد نگذرد

بلکہ محمّد بدو میم درست — یافت دو حلقہ بحدِ خویش چست

حلقۂ او سلسلۂ تافتہ — ہر دو جہاں بستۂ آں یافتہ

در شبِ تاریکِ عدم رہ نبود — ور چہ کہ رہ بود کس آگہ نبود

نورِ نخستش چو علم بر کشید — شامِ عدم را سحر آمد پدید

ہستی ازاں نورِ چراغے بدست — راہ نما گشت بہرِ کس کہ ہست

یافت نخست آدم ازاں نور تاب — عطسہ زد از دیدنِ آں آفتاب

چشمش ازاں نور چو بینا شدہ — عطسۂ او نورِ مسیحا شدہ

بادِ مسیحاش چو دمساز شد — مریم ازو حاملۂ راز شد

مُردہ مسیحش بدمِ بندگی — دم نزدہ پیشِ وے از زندگی

سینۂ آدم دم ازو یافتہ — زخمِ عصا مرہم ازو یافتہ

بلکہ خود آدم بر ہش خاک بود — خاکِ ورا کردہ ملایک سجود

آتشِ بدخواہ چو شد تابناک — دولتِ او گشت بیک مشتِ خاک

من کہ بدل بر ستیم نیست کار | رستہ نگردم بجز آن رستگار

نے بہوا گفت اگر راز گفت | کانچہ بگفتند بد و باز گفت

ماہ ز سیرش اثرے یافتہ | تاب نیاوردہ و بشگافتہ

گرچہ شبِ چاردہم راست مہ | چاردہ مہ خوانش تنزیل چاردہ

ابرو و مژگاں قلم و نون ہم | صورتِ او سورۂ نون والقلم

اُمّیِ دانا کہ بعلم فزون | راندہ قلم بر ورقِ کاف و نون

بے خط و قرطاس ز علمِ ازل | مشکلِ لوح و قلمش کرد حل

چوں قلم اندازۂ علمش نداشت | علم بدل کرد و قلم را گذاشت

اَعلمِ حاذق بوجود و عدم | افصحِ صادق ز عرب تا عجم

آنکہ دریں پردہ مخالف نواست | گو بحجاز آے کہ حجت بجاست

اے[۱] کہ نبی گفتۂ او گفتۂ | مُردہ تواں گفت اگر خفتۂ

ہست نبی[۲] گر سخنِ آں (قرآن) بشر | تو بشری نیز بگوئی دگر

آنچہ دل از یک نقطش گم بود | کے بجدِ فکرتِ مردم بود

دور شو از حجت غیبت بدور | کیں ہمہ گفت آنکہ بُد اندر حضور

سخت تریں کفر کہ اعراب راست | غیرِ براہیں نشد ستند راست

۱؎ دریں شعر تعقید ست یعنی اے کہ میگوئی قرآن گفتۂ (کلام) نبی ست کلام خدا نیست اگر تو ازیں رمز غافلی ترا مردہ تواں گفت ۱۲ ۲؎ دریں بیت ہم تعقید ست یعنی اگر قرآن کلام نبی ست کہ او بشر ست آخر تو ہم بشر ہستی مثل او بگو۔ شرحِ آیۂ اِنْ كُنْتُمْ فِیْ شکٍّ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۱۲

بے غلط آنجا کہ چنیں مو بود — مشک نگویم کہ ز آہو بود

کعبہ ز مشکش بزمیں داد ناف — خوش دم ازو نافۂ عبدالمناف

امت ازاں سلسلۂ مشکسائے — یافتہ منشورِ نجات از خدائے

اندکے مش غرقۂ آبِ فنا — یافتہ در بحرِ بقا آشنا

اُمّیِ امت ازاں گونہ جست — کامنِ خود از امنۂ خود بشست

عونِ عباد اللہ ازاں ساں نمود — کآفتِ عبد اللہ اش آساں نمود

عذر ز عاصی بود اندر گناہ — طرفہ کہ من عاصی و او عذر خواہ

سنگِ وقارش بصفِ اصطفا — مروۂ حلم آمد و کوہِ صفا

تیغ زبانش کہ چناں تیز بود — بد گہرش بیں کہ بسنگ آزمود

سنگ کہ بر گوہرِ تیغش رسید — رخنۂ دندانش ازاں شد پدید

گرچہ کہ دندانہ فتادش ز تیغ — ہم سرِ بدخواہ بُرد بے دریغ

شرطِ کرم بیں کہ بہنگامِ جنگ — گوہرِ خود ریخت بپاداشِ سنگ

خنجرِ تیزش ہمہ تن شد زباں — تا کند آئینِ شریعت بیاں

ریختہ از لب ہمہ دُرِّ ثمین — رشتۂ آں دُر شدہ حبلِ متین

خصمِ رکیکش بعیان و نہفت — شاعرے گفت ارچہ کہ شعرے نگفت

آنکہ بدو وحی پیاپے رسد — شاعرِ کذاب بدو کے رسد

وانکہ سخن راست کند از دروغ — پیشِ چناں مرد ندارد فروغ

داد نویدش که ازین قعر چاه　　خیز و بپای ابد جوی راه
رو که گشاده در احسان تست　　داعیهٔ دعوت یزدان تست
منتظر اند ملایک به پیش　　منتظران را نظری ده بخویش
باز گشا دست در آسمان　　پای برون نه ز زمین و زمان
خیمه ازین دایره بیرون فگن　　غلغله در عالم بیچون فگن
در قدم افراز یزک را علم　　ساقه سوی عرش فرست از قدم
باز گشا صف جناح از ملک　　برگذران جنبش قلب از فلک
قلب روان کن در سلطان بزن　　تیغ برون کش سر شیطان بزن
فرصت آن نیست که شینی بجای　　خیز بدولت برکاب آر پای
صاحب معراج که این مژده یافت　　روی ازان موج دولت بتافت[1]
برق صفت جست به پشت براق　　کرد بمیثاق شتاب از وثاق
صف ملایک برکابش دوان　　پیشرو کوکبهٔ خسروان
طرقوا از غیب ندای رهش　　مشعله در پیش ز نور اللهش
چار ملک غاشیه بسته بدوش　　هفت فلک حلقه فگنده بگوش
بر فلک ماه برآمد نخست　　ماه که بشکست[2] ازو شد درست
تاخت ازان جای بمیدان تیر[3]　　تیر[3] دران کیش شد آرام گیر

---

[1] بتافت یعنی روشن کرد ۱۲ [2] بشکست از معجزهٔ شق القمر ۱۲ [3] تیر اول عطارد و تیر دوم براق ۱۲

مدتِ ہفصد شد از و تا بما — تازه ترست این خط والا بما
گر بگزافی بُدے این رہ بپائے — او شد و این نیز نماندے بجائے
ہر چہ نہ آثارِ خدائی دہد — کے ہمہ وقت روائی دہد
ایمنت شے کو زجہاں بست بار — دولتِ او تا بہ ابد پائدار
بار خدایا بحقِ آں رسول — کیں سخنِ چند کن از ما قبول

وصفِ معراجِ پیمبر کہ بشب روشن شد

مِہِ اسریٰ ش ززلفِ سیہ مشک فشاں

چوں شبِ قدرش بفلک فور داد — قدرِ ہزاراں شب ازاں نور زاد
شمعِ نخستینش کہ بر سر فراخت — دودۂ آں رہ شبِ معراج ساخت
چشمِ ملایک ز سواد کہ داشت — کردہ ہمہ گوشۂ آں شب نگاشت
موئے وے از گیسوئے کحلی فشاں — بازیہ کرد ہمہ چشمِ شاں
نیم شباں پیکِ الٰہی زدور — آمد و آورد براقے ز نور
پائے براقش کہ ز اختر گزشت — چشمِ کس از پائے وے آگہ نگشت
انجمِ آں شب ہمہ دیدہ سپید — طالبِ آں نور بچشمِ امید
ویں نتواں گفت کہ بود او بخواب — خفتہ کہ دید ست مہ و آفتاب

لے اتباع رسم قرآن کردہ شد تلفظ اسریٰ ش باشد ۱۲

آنکہ با نگار درین دم زند[1]   بر دہنش زن کہ زنخ می زند

اے کہ ترا عقل دریں شبہ دید   این خبر او داد کہ عقل آفرید

با خبرش عقلِ تو گر خویش نیست   عقلِ تو از دانشِ او بیش نیست

عقلِ تو تحقیقِ ترا در نیافت   کے بتواند بچناں رہ شتافت

طورِ دگر بیشتر از عقل ہست   واں نبود کے رسد آنجات دست

دستِ ہماں مرد بداں جا رسد   کز حدِ قوسین بہ ادنیٰ رسد

راست بقوسین در آمد چو تیر   چشم زما زاغ شدہ گوشہ گیر

آں دو کمانش کہ بیکجا کشید   بانگِ زہ از چرخ بگوشش رسید

ترکِ کماں کرد قدم پیش برد   دست بآماجگہِ خویش برد

منزلے یافت منازل نورد   کیف و کم از راہ بروں بردگرد

پردۂ خویشی زمیان خاستہ   مرتبۂ بیخودی آراستہ

آئینہ صورتش از سینہ رفت   صورتِ ادراک ز آئینہ رفت

چوں زمیاں رفتہ حجابِ خیال   بے جہتش جلوہ نمود آں جمال

رفت چو صد جہت از پیش و پس   از پس و از پیش خداوند و بس

نقشِ خود از راہِ فنا بر گرفت   نورِ بقا دید و تنہا در گرفت

بانگ بروں زد بادائے سپاس   شکر فزوں کرد ز راہِ قیاس

---

[1] کسانیکہ دریں باب با نگار دم زن ہستند بر دہن آنہا طپانچہ بزن کہ لغو می گویند ۱۲

زہرہ کہ دریافت ازاں صبح تاب[1] | کرد حرارت بدفِ آفتاب

دید چو خورشید بدریاے نور | کرد زرہ چشمۂ بے آب دور

گشتہ دراں کوکبہ بہرام پست | تیغ بیفگند وبہم دست بست

یافت غبارے ز رہش مشتری | قیمتِ آں دادہ انگشتری

پرتو او تافت بروے زحل | گشت نحوست بسعادت بدل

کرد ازانجا بثوابت عروج | پُر مہ و خورشید شد از روے بروج

پاش چو کرسیِ فلک را گزاشت | عرش رواں کرسیِ خود پیش داشت

فی الکمال

پیشترک زاں چو شدندش دلیل | لرزہ در آمد بپرِ جبرئیل

دامن ازاں پایہ فروتر کشید | پاے بدامانِ ادب در کشید

طائرِ عرشی بسوے سدرہ راند | خطبۂ طوبیٰ لکش از دور خواند

جست بروں جوہرش از کن فکاں | یافت مکانے بحدِ لامکاں

از زبر و زیر بروں بردو ذات | زیر و زبر ہیچ نماند از جہات

در محلے کز جہت آمد بری[2] | زاب و گِلش کرد عمارت گری

پیشتر از عقلِ کُل از جائے خویش | رفت بکُل باہمہ اجزاے خویش

---

[1] یعنی چوں زہرہ ازاں صبح تاب حاصل کرد دفِ آفتاب را حرارت دادہ سرودن آغاز نہاد دف را بوقت نواختن از آتش گرم میکنند ۱۲

[2] یعنی در محلیکہ از جہات ستہ بری بود رسول صلعم آنرا از گِل تعمیر نمود یعنی مع جسم ظاہر تشریف بردند مراد این است کہ معراج مع الجسد بود نہ کہ مجرد روح ۱۲

قطرهٔ او چشمهٔ والا شده　　چشمه چه گویند که دریا شده

ای شبِ تو روشنیِ روزِ ما　　نورِ رخت شمعِ شب افروزِ ما

تو شده مخصوص بعونِ خدای　　عونِ تو ما را بخدا رهنمای

بنده سه حاجت بتو امید بست　　وان باجابت بسد امید هست

اولش این کین سخنم در پذیر　　ور زِ خطا هست گرفته مگیر

آن دومیش گرچه نه اندر خورم　　همّتِ خود دم خوان همراں ازدم

سومیش آن ست که انجامِ کار　　دست بگیر و بخدایم سپار

مدحتِ شاه که نامش بفلک رفته چنانکه نقشِ آں داغ شده خنگِ فلک را بر راں

وقت شد اکنوں که بجادوگری　　باز کشائیم درِ داوری

درقلم از سحرِ زباں بر کشیم　　سحرِ زباں را بقلم در کشیم

بر سمن از غالیه بندیم بند　　پیش صفِ مورچه ریزیم قند

سلکِ سخن را که در افشاں کنیم　　پیشکشِ حضرتِ سلطاں کنیم

ای سخن از رشته بروں ریز دُر　　وز دُرِ خود کن همه آفاق پُر

زانکه چو بوسم درِ دولت پناه　　تحفه ازیں به نبود پیشِ شاه

شاهِ سکندر روش و دارا نشاں　　آئینهٔ روی سکندر روشاں

دل بتضرع خبر اندوز کرد — لب بتحیت ادب آموز کرد
گاه بخود لا شد و اِلّاک گفت — گاه بدو نعبدُ ایاکَ گفت
رحمتِ حق نیز بعونِ تمام — گفت سلامیش علیه السلام
ریخت بدامانش ز هر گفتنی — گوهرِ ناسفتنی و سفتنی
یافت کرامت بخطابی که خواست — گشت مشرف بجوابی که خواست
جامِ عنایت بصفا نوش کرد — از خودیِ خویش فراموش کرد
بس که برون برد وصالش ز پوست — فرق ندانست ز او تا بدوست
راه که بر گم شد ازان جبرئیل — وهمِ ملایک نشد آنجا دلیل
عزم ازان قبله که دل کشید — پیشتر از خویش بمنزل رسید
بس که وی آن راه بسرعت نوشت — پیشتر از رفتنِ خود باز گشت
رفته و باز آمده در یک زمان — رفتن و باز آمدنش توامان
چشمِ لطیفش چو برحمت فتاد — امتِ بیچاره نرفتش ز یاد
هر تحفه کز کرمِ غیب یافت — دامنِ پُر جانبِ امت شتافت
با شرفِ رحمت و تشریفِ جود — گوهرِ اقبال بجیبِ وجود
آمد ازان مقصدِ مقصود باز — زاد ره آورد باهلِ نیاز
گفتنی آن را که سزا دید گفت — داشتنی هم بدل اندر نهفت
آب که خود خورد ازان زمزمه — قطره چکانید بکامِ همه

تا ز کفش یافت زمیں کیمیا — رست زر از خاک بجائے گیا
گل که بروید ز زمیں سرخ و زرد — تنکهٔ زرداں که کفش تخم کرد
سکهٔ زر ریخت بروے زمیں — گرچه که رو زرد شده زر ازیں
در کفش از سکهٔ ضربِ کرم — کوفته گیاست بروے درم
سکه چو از مُہر درم ساز کرد — بخششِ او مُہرِ درم باز کرد
گر جدِ والاش ز بہرِ کرم — کرد یکے را دو عیارِ درم
بیں که عیارِ درمش تا چه شد — کز سه یکے بود یکے را سه شد
ہر طرفے کاخترِ او رو نہاد — فتح در دید و درِ دولت کشاد
خاکِ درش بر سرِ شاہاں سزاست — خاک براں سر که نه اینش ہواست
چشم جز ایں سرمه نیارد ازو — کیست کز ایں چشم ندارد ازو
بس که بجا خاکِ درِ او گاهِ بار — چشم نہادند سرانِ صد ہزار
سرمه که ہر چشم براں در فشاند — خاک ہمه گم شد و آں سرمه ماند
ز اہلِ بصر ہر که براں در شتافت — خاک طلب کرد ولے سرمه یافت
از سُمِ اسپش که زمیں کرد چاک — خاک پُر از سرمه شد و سرمه پُر ز خاک
خواست که پیشش ز سپہرِ بریں — ماه فرود آید و بوسد زمیں
سوئے فلک رفت ز میدانش گرد — ہم فلکِ ماه زمیں بوس کرد
تیغ زناں گرم شود آفتاب — تا ہمه آفاق بگیرد ز تاب

برجِ شرف چون فلک از هفت پشت
هفت فلک خنصر او را شست

باشرفِ ماه سر افراخته
جائے شرف بر سرِ مه ساخته

پشت به پشت از دو طرف شهریار
هر طرف از هر دو طرف تاجدار

در گهر از تاجوران سربلند
بر صفتِ تاج بگوهر بلند

میوهٔ دلهائے بلند افسران
شاخ فشاخش نسبِ سروران

میوه که آمد چو زبالش ببار
میوه یکے آمد و بالش چهار

نورِ جد از جبههٔ او تافته
فرِ جد از فرِ جدِ خود یافته

شمسِ جهانگیر جد باقرش
اظهرِ من شمس جدِ دیگرش

ناصرِ حق شاهِ فرشته سرشت
خوئے خوشش نسخهٔ باغِ بهشت

جدِ سوم شاهِ غیاثِ امم
حاکمِ فرمان زعرب تا عجم

هر سه جدش کعبهٔ ارکانِ جود
کرده دو عالم سجدش را سجود

پایهٔ شاهی که زمه برترست
کیست که این پایه بدو درخورست

شاهِ جوان بخت معزِ جهان
تاج ده و تخت ستانِ شهان

وارثِ اکلیلِ کیان کیقباد
کافسرِ جد فسرِ کیانیش داد

یافته از خطبهٔ نامش اثر
پایهٔ منبر بفلک برده سر

باهمه زان منبر چون نردبان
خطبهٔ او بر شده تا آسمان

سکهٔ نامش چو درم شد درست
بلکه بنامش درم از خاک رست

در خطابِ شہِ عالم چو کلکِ خدمتش
آیم و ایں گہر چند فشانم ز زباں

اے سرِ چترِ تو ز اختر بلند
چترِ تو از ماہ بہ یک سر بلند

سو دمہ چترِ سیاہِ تو سر
در مہ ازاں گرد سیاہی اثر

گوہرِ آں چتر کہ بر شد بماہ
قطرۂ باراں است در ابرِ سیاہ

کلۂ گردوں کہ عماری وش است
بر درِ قدرِ تو عماری کش است

رایتِ میموں کہ شدہ چرخ تاب
کوس زدہ با علمِ آفتاب

کوسِ تو کافاق پر از صیتِ اوست
جز سخنِ فتح نگوید بہ پوست

لشکرِ تو از عددِ ذرہ بیش
ہر یک ازاں ذرہ ز خورشید پیش

افسرِ خورشیدِ شاہی توئی
نے غلطم ظلِ الٰہی توئی

بارگہت رحمتِ ہنگامِ بار
مہر سلاحی و فلک پردہ دار

صفۂ کسریٰ کہ تواں طاق گفت
بارگہت را نتواں گفت جفت

قصرِ ترا برجِ کمان تیر[1] کش
شمسۂ آں نہ فلکِ شیشہ وش

مہ کہ در انگیزشِ تنگ است چست
نقش گرِ صورتِ ایوانِ تست

بر درِ تو ہر کہ بہ بندد کمر
غرق شود تا کمر اندر گہر

تیغ برآور کہ بلند اختری
آئینہ برگیر کہ اسکندری

---

[1] تیر شمشیر ۱۲

نورِ جبینش چو بدید از کمیں — در شده از شرم بزیرِ زمیں
دشمنِ او در رہ ست ز رفعت مکاں — زیرِ زمیں چوں زبرِ آسماں
عزم چو بر کشتنِ دشمن کند — خونِ بد اندیش بگردن کند
گاہِ وغا یک تنہ چوں صد سپاہ — ملک ستانندہ تر از مہر و ماہ
بست چو در قلعہ کشائی کمر — لعل و گہر ساخت عدو را جگر
سلکِ گہر از دُرِ بحری برش — عبرۂ بحرین بہائے دُرش
روم بگیرد بگہِ کار زار — تیغِ وے از زنگ نگیرد زعار
ناوکِ وے پیکانش بہنگامِ جنگ — ایں ز خطا دور شد آں ز زنگ
گر بکمان دست برد چوں ہزبر — قوسِ قزح داں کہ بر آمد ز ابر
در کششِ تیر چو شد سخت کوش — زہ ز کمانِ خودش آمد بگوش
روئے چو خورشیدِ وے اندر کماں — کوتہیِ روزِ بد اندیش داں
آمدہ تیرش ز خطا چنداں — لیک نرفتہ بخطا ہیچ گہ
تیرِ وے از شیر جہد گاہِ کار — شیر ز تیرش نجہد در شکار
گوئے زمیں در خمِ چوگانِ اوست — حالگۂ[1] بخت بمیدانِ اوست
ایزدش از فتنہ نگہدار باد — بانئے و با دولتِ وے یار باد

---

[1] حالگۂ جولانگاہ و میدانِ گوے بازی ۱۲

نافۂ خُلقت کہ زد از مشک دم | ہر دو بہم زادہ شد از یک شکم
لیک جزیں فرق نشاید گزید | کز طرفِ مشک شد آہو پدید
صحنِ زمیں پیشِ تو با ایں وقار | ماند چو ذرہ ہوا بیقرار
دَورِ فلک مست ز جامِ تو شد | دَہر بیک جرعہ غلامِ تو شد
زہرہ بخنیاگریت کرد عزم | بو کہ ازیں[1] پردہ در آید ببزم
خوں شدہ ز احسانِ تو کاں را دروں | وز دلِ صد پارہ بر انداخت خوں
موجِ کفت رفتہ بدریائے آب | آب گذشت از سرِ دُرِّ خوشاب
لافِ نوالت چو ز دریا شنید | آب ز تیزی لبِ دریا گزید
خود ہمہ دریا ز کفت خاک شد | چوں کفِ خود حاملِ خاشاک شد
باد مدام آں کفِ دریا نشاں | ز ابرِ کرم بر سرِ ما دُر فشاں
گشت گہِ بخششِ دُرِّ ثمیں | ہر غزلم خاصۂ تو خاصہ ایں

غزل

اے زندگانی بخشِ من لعلِ شکر گفتارِ تو | در آرزوئے مُردنم از حسرتِ دیدارِ تو
گر شہد باشد بر زباں یا آبِ حیواں در دہاں | گفتار میگویم کہ آں نبود مگر گفتارِ تو
معذوری از زلفِ سیہ پوشی بر آں روئے چو مہ | سیری ندارد ہیچگہ چوں دیدہ از دیدارِ تو
گیرم ترا زیں چشمِ تر دشوار می آید نظر | بیروں کنم دیدہ ز سر آساں کنم دشوارِ تو

---

[1] ازیں پردہ یعنی پردۂ فلک ۱۲

پیشِ سریرت کہ شد از چرخ پیش — خندۂ ضحاک بر اورنگِ خویش

از رخِ خود پیشِ تو خاقانِ چیں[1] — صورتِ چیں کردہ بروے زمیں

کیست فریدوں کہ ببند کمت — می نہد دیدہ بخاکِ رہت

چشمِ سپیدہ کو کہ نساید براہ — تا نکند خاکِ رہت را سیاہ؟

نامِ تو جم بر سرِ افسر نوشت — نیست مرادرا بہ ازیں سرنوشت

تا تو گرفتی ہمہ عالم بنام — تیغ فروخفت میانِ نیام

جبہتِ تو با رقمِ عدل و داد — لوحِ خدا یست کہ محفوظ باد

عدل چو موئے تو بہر چار سوے — جملہ جہاں بستہ بیکتارِ موے

عدلِ تو بربست بہ نیروئے خویش — گردنِ دہ گرگ بیک موئے میش

تا درِ عدلِ تو جہاں برگشاد — بید نلرزید ز طوفانِ باد

عدلِ تو تا ایمنیِ دہر خواست — نرگسِ رعنا ز زمیں خفتہ خاست

کفر شد از بس کہ خرابی پذیر — دیو نگردد بجہد دیو گیر

ہیبتِ تو تیغِ سیاست بدست — حربہ زد اندر دلِ شیرانِ مست

فتنہ ز بختِ تو نخسپد بسے — بختِ تو در خواب نہ بیند کسے

روشنی از رائے تو گیرد جہاں — چشمۂ خورشید نماند نہاں

خاتمِ جم با ہمہ نقشِ کمال — از تو شد انگشت نما چوں ہلال

---

[1] یعنی خاقانِ چین رخِ خود را پیشِ تو بر زمین سودہ و بر زمین نقشِ چین (جبین) پیدا شد ۱۲

هر دم ازان قلعهٔ مینو سرشت — قلعهٔ فیروزه شده خشت خشت
چون فلکِ ثابتهٔ ثابت صفات — نے چو فلکہائے دگر بے ثبات
برجِ فلک آمده ثابت سه چار — برجِ حصارش همه ثابت شمار
برج به برجش درجاتِ سپهر — گشته بگردِ سرِ او ماه و مهر
کنگرِ او گشته زبان جمله تن — وآمده با ماه بهما در سخن
چرخ نه اند درو دیوارِ کس — تکیه بدیوار و درش کرده بس
ملک ز دروازهٔ او فتح یاب — سیزده دروازه و صد فتحِ باب
نام بلندش ره بالا گرفت — تا بختن شد همه یغما گرفت
گر شنود قصهٔ این بوستان — مکه شود طائفِ هندوستان
شهرِ نبی را لبِ او قسم — شهرِ خدا گشته ز صیتش اصم
در حقش از چرخ چو دیدم عطا — گفتم روم ست نگفتم خطا
قبهٔ اسلام شده در جهان — بستهٔ او قبهٔ هفت آسمان
ساکنِ او جمله بزرگانِ ملک — گوشه بگوشه همه ارکانِ ملک
تختگهِ تاجورانِ بلند — گشته ز اقبالِ شهان بهره مند
گوشهٔ هر خانه بهشتے شگرف — گشته بصنعت زرِ بے صرفه صرف
بر سرِ هر کو ز بزرگان صفے — در رفِ هر خانه نهان ... فے

---

۱ یغما یعنی ملک و یعنی غارت، هر دو موزوں هستند ۱۲ ۲ طائف طواف کننده و نیز شهری ست [illegible]
۳ صیت [illegible] و نیز [illegible] ملک در شعر هر دو معنی درست ست ۱۲ ۴ طاق کرد در پہلوے دروازه سازند ۱۲

زین پس بخوبان ننگرم در کوی ایشان نگذرم گر هیچ یک ره جان برم از غمزهٔ خونخوار تو
در کوی تو بر هر درے افتاده مے بینم سرے این نیست کار دیگرے این کارِ تست این کارِ تو
خواهی نمک زن ریش را خواهی بکش درویش را هر چونکه داری خویش را بربسته‌ام دستارِ تو
چون غم بگفتار آورم یا گریه در کار آورم یار و بدیوار آورم بارے بهمان دیوارِ تو
خواهی که بهرِ خندهٔ پیش افگنی افگندهٔ اینک چو خسرو بندهٔ نو بردهٔ بازارِ تو

صفتِ حضرتِ دهلی که سوادِ اعظم
هست منشورِ وی از حرسها الله نشان

حضرتِ دهلی کنفِ دین و داد جنتِ عدن ست که آباد باد
هست چو ذاتِ ارم اندر صفات حرسها الله عن الحادثات
دورش ازانگاه که پرگار شد دائرهٔ چرخ ز پرگار شد
تا که بنا یافت نگنجید پیش در همه عالم ز بزرگیِ خویش
از سه حصارش دو جهان یک مقام وز دو جهان یک نفسش ده سلام
حسنِ برونیش ز عالم برون عالمِ بیرونش بحسن اندرون
حسنِ درونیش تو گوئی مگر چرخ نه زیر ست و حصارش زبر
گفت حصارِ نو او را سپهر کاے[1] فلکِ نو بکمین ده مهر

[1] یعنی اے فلک نو من بمقابلهٔ تو کمین هستم بر من مهربانی دار ۱۲

سقفِ سما کز کهنی شد نگون | در تهِ او داشته سنگیں ستون
تا سرش از اوج بگردوں شتافت | گنبدِ بے سنگِ فلک سنگ یافت
آنکه ز زر بر سرش افسر شده است | سنگ ز نزدیکیِ خور زر شده است
سنگِ وے ازبس که بخورشید سود | زو زرِ خورشید عیاری نمود
سنجرِ سنگیں کہ ستونِ سپہر | آمده از مهر شده هم بمهر
گر نه خزفِ شد فلکِ شیشه ساز | از چه بران سنگ بود شیشه باز
دیدنِ او را که فگنده ماه | بلک فتادش گہِ دیدن کلاه
ماه نخسپد همه شب تا سحر | کز سرِ نخلش خبر دارد بر
زان خله هر بار که در ابر داد | برق زجا جست و دگر جا فتاد
شد چو بلند از شرفِ نفسِ خویش | زد ز بلندی بحقِ چرخ نیش
بر ملکش سایه طرف بر طرف | تا فلکش پایه شرف بر شرف
از پئے بر رفتنِ هفت آسمان | کرد زمیں تا بفلک نردبان
گرد سرش کرد موذن چو گشت | قامتش از مسجدِ[1] عیسی گذشت
موذنش[2] آنجا که اقامت کشید | قامتِ موذنِ نوا اندر رسید
مسجدِ جامع ز درون چون بهشت | حوض ز بیرون شده کوثر سرشت

---

۱ بیت المقدس ۱۲

۲ موذن ظرف از اذان یعنی کنگره که موذن بران ایستاده اذان می گوید ۱۲

مردم یکخانه و صد خرمی | خانهٔ یک مردم و صد مردمی

صفتِ مسجدِ جامع کہ چنان ست درو
شجرۂ طیبہ ہر سوئے چو طوبیٰ الجنان

مسجدِ او جامعِ فیضِ اِلٰہ | زمزمۂ خطبۂ او تا بماہ
بر سرِ نہ تخت گرفتہ شہی | منبرش از خطبۂ بیت اللّٰہی
آمدہ در وے زسپہرِ کبود | فیض بیک خواندنِ قرآں فرود
غلغلِ تسبیح بگنبد دروں | رفتہ زنہ گنبدِ والا بروں
گنبدِ او سلسلہ پیوندِ راز | سلسلہ چوں کعبہ شدہ حلقہ ساز
خواندہ امم کعبۂ دینِ خودش | پیش نشستہ حجر الاسودش
بندۂ سنگش دُر و لعل و عقیق | زد ہمہ آزادیِ بیت العتیق
ہر کہ سعادت بودش رہنمائے | بر درِ او سر بنہد از گاہ پائے
در تہِ سقفش ز سما تا زمیں | نصب شدہ جملہ ستونہائے دیں
قامتِ خود کردہ موذن دراز | دادہ اقامت بہ ستونِ نماز

صفتِ شکلِ منارہ کہ ز رفعت سنگش
از پئے خنجرِ خورشید شدہ سنگ فشاں

شکلِ منارہ چو ستونے ز سنگ | از پئے سقفِ فلکِ شیشہ رنگ

مرغ بہرودِ وے اندر سرود　　رقص کناں ماہی از آوازِ رود
[1] شیشه گری کرد بر آبش حباب　　شیشهٔ خالی و جہاں پُر گلاب
باد که بر وے خطِ زیبا نوشت　　نسخهٔ ماہیتِ دریا نوشت
عمق در و کار بجائے کشید　　کز تہِ او گشته زمیں ناپدید
رفت زمیں را چو حجاب از میاں　　گشت پدید از تہِ آب آسماں
نیم فلک ہست بزیرِ زمیں　　چوں تہش نیست زمیں آں ببیں
بسکه زمیں رفت بتہ آبیش　　گاوِ زمیں شد خورشِ ماہیش
حوض نگویم که جہانے ز نور　　نور کزو دیدهٔ بد باد دور
گردِ وے از اہلِ تماشا گروه　　دامنِ خیمه شده دامانِ کوه
نادره شہرے که بحدش دروں　　نادره زیشاں بود از حد بروں
شہر نه بل بحرِ عجائب نما　　بحرِ وے گشت بکوه آشنا
زاں بدلِ کوه گرفته قرار　　تا کند اقلیمِ عدو سنگسار
تا بدو فرسنگ به پیرامنش　　روضهٔ باغ و چمنِ گلشنش
تا فلک از جوں بدو داد آب　　دجله رواں برد ببغداد آب
ہر که دریں ملک دمے آب خورد　　گشت دل از آبِ خراسانش سرد
بسکه خنک دید خراساں سپہر　　گشت ہمه سال برو سرد مہر

---

[1] شیشه گری فریب دہی ۱۲

صفتِ حوض کہ در قالبِ سنگین گوئی ریختہ دستِ ملک زآبِ خضر صورتِ جاں

درکمرِ سنگ میانِ دو کوہ | آب کمرِ صفوت و دریا شکوہ
ساختہ سلطانِ سکندر صفات | در سدِ کوہ آئنہ زآبِ حیات
تا خضر آبِ خوشِ او نوش کرد | آبِ خوشِ چشمہ فراموش کرد
شہر گرا زوے نبود آب کش | کس نخورد در ہمہ شہر آبِ خوش
آب کہ علت زبرائے تری ست | تری آں آب ز علت بری ست
در نخورد آبِ وے اندر زمیں | کے بزمیں درخورد آبے چنیں[1]
در تہِ آبش ز صفا ریگِ خرد[2] | کور تواند بہ دلِ شب شمرد
موجِ بلندش کہ رسد تا بماہ | باز دہد آب بابرِ سیاہ
سیلِ وے آہنگ بکہسار کرد | کوہ بتر دامنے اقرار کرد
چوں مدو جزرش زنشیب و فراز | زآب زکوہ آمدہ و رفت باز
چو ترہ و قصرِ بلندش در آب | گشت ازاں ساغرِ صافی حباب
رود بے زو شدہ تا آبِ جون[3] | چوں نئے آب ازو جستہ عون

[1] یعنی آب آں حوض در زمیں فیرو ورد زیرا کہ زمیں لائق ایں آب محرم نیست ۱۲
[2] یعنی ریگ آب او چناں صفا است کہ کور ہم در میانہ شب ذرہائے او را میتواند شمرد ۱۲
[3] جون دریائے جمن ۱۲

پنج هزار از ملکِ نامدار | لشکرِ شان بیشتر از صد هزار
کوکبهٔ زنگیگونه کواکب عدد | کانجمنِ چرخ برد زان مدد
بر سرِ شان شاهِ جوان بخت راد | تاجورِ پاک گهر کیقباد
کرد چو در ششصد و هشتاد و شش | بر سرِ خود تاجِ جدِ خویش خوش
ضبط چنان کرد جهان را ز داد | کز کے و جمشید نکردند یاد
گنج بر انگونه بصحرا فگند | کز کرم آوازه بدریا فگند
مرتبهٔ عدل چنان بیش گشت | کاتش و خاشاک بهم خویش گشت
بسکه جهانے بزر اندوده شد | لشکر و شهری همه آسوده شد
گرم شد آوازه بگردِ جهان | جزیه بدرگاه رسید از شهان
لرزه درافتاد برایانِ هند | از حدِ لکهنوتی تا آبِ سند
رفت خبر بر شهِ مشرق پناه | ناصرِ دین وارثِ این تختگاه
کافسرِ او را پسر انباز گشت | وان شرف از وے به پسر باز گشت
گرچه نجود راه نداد این غبار | عاقبتش بود تغیّر بکار
چتر بسر کرد و علم بر کشید | ساخته کین شد و لشکر کشید
لشکرِ مشرق ز عوض تا به بنگ | چیره دل و خیره کش و تیز جنگ
ترکِ خدنگ افگن و سندان گزا | هر همه شیر افگن و اژدر شکار
تاجکِ[1] گردن کش و لشکر شکن | بیشتری نیزه ور و تیغ زن

---

[1] تاجک نام قوم غیر عرب که بسیار جری سے باشند ۱۲

گرچه دریں ملک هوا هست گرم | از خنکیهائے خراسان چه شرم
مهرِ فلک گرم شد اندر روفاش | گرم ازان گشت جهان را هواش
گل همه ساله بچمن خوش نسیم | خاک ز گلها شده پر زر و سیم
تری صد گونه بصد برگِ تر | کوزهٔ هر خاک پر آبے دگر
خطِ ترِ سبزه بصحرا و کشت | نسخه گرفته ز سوادِ بهشت
میوه ز هند و ز خراسان بسے | زانچه نخورده بخراسان کسے
مردمِ او جمله فرشته سرشت | خوش دل و خوش خوے چو اهلِ بهشت
هر همه نزدیکِ دل و گرم خوں | رفته چو جان در تنِ مردم دروں
هر سرِ مو بر تنِ ایشاں هنر | وآمده در موئے تنگافی بسر
هرچه ز صنعت بهمه عالم است | هست در ایشان و زیادت هم است
وز قلم هرچه برآرد علم | وآنچه نگنجد بزبانِ قلم
بیشتر از علم و ادب بهره مند | و اهلِ سخن خود که شمارد که چند
هر طرفے سحر زبانے نو است | ریزهٔ چیں کمترشاں خسرو است
چوں ز سخن بگذری آهنگ و ساز | نغمهٔ مرغانِ بریشم نواز
زخمه زنانے که بگاهِ سرود | از رگِ ناهید بتابند رود
واز هنر نیزه و پیکان و تیر | هر که درآید ظفرے بے نظیر
لشکرِ مانی همه لشکر شکن | گاهِ وغا غازیِ کافر شکن

خون خوردنِ شاں باشکارست — گرچہ پنہاں خورند بادہ
فرماں نبرند از آنکہ ہستند — از غایتِ نازِ خود مرادہ[1]
نزدیکِ دل آنچنانکہ جاں را — برداشتہ گوشہ نہادہ
جائے کہ برہ کنند گل گشت — در کوچہ دمد گلِ پیادہ
آسیبِ صبا رسید بر دوش — دستارچہ بر زمیں فتادہ
شاں در رہ و عاشقاں بدنبال — خوناب ز دیدہا کشادہ
ایشاں ہمہ بادِ حسن در سر — واینجا ہمہ دل بباد دادہ
خورشید پرست شد مسلماں — زیں ہندوگانِ شوخ و سادہ
کردند مرا خراب و سرمست — ایں مغ بچگاں تاک[2] زادہ
بربستۂ شاں بموئے مرغول — خسرو چو سگیست در قلادہ

صفتِ فصلِ دے و سردیِ مہرِ شہ شرق
و آمدن تیغ کشیدہ زپے ضبطِ جہاں

شاہِ فلک چوں بکماں دست برد — تیر مہ[3] اقلیم بسرما سپرد
گشت چو کیخانہ کمانِ سپہر — داد سپہر آتشِ تیزش زمہر
قوس ہمی گشت نمی ایستاد — زاں فلکش آتشِ خورشید داد

---

[1] مرادہ سرکش ۱۲ [2] تاک نے قوم تانک ۱۲ [3] تیر مہ و تیر ماہ بحسب پارسیان مدت ماندن آفتاب در برج سرطان و خریف را نیز گویند ۱۲

راوتِ[1] ژوپین زن و خارا شگاف ... پشت بپشت از پئے روئے مصاف

خشت[2] زنانے کہ گہِ آزمون ... خشت فشانند بسنگ اندرون

پایک بازی گر و موزون خرام ... دادہ ببازی سرِ خود بہرِ نام

پیلِ گران سنگ سبک ایستاد ... تند چو ابرے کہ رود در وزِ باد

بحرِ روان لشکرِ دریا نورد ... موج زنان آب ز مردانِ مرد

ساختہ جنگ سپاہے چنیں ... گشت روان در پئے شاہے چنیں

تند چو باد آمد ازاں خار خار ... از پئے گلگشت ببوئے بہار

راند ازاں جا بعوض بادپائے ... باد ہمی ماند ز سیرش بجائے

در عوض آمد کمرِ کینہ چست ... خطبۂ خود کرد بدآنجا درست

شہرِ عوض را ہم ازان دستبرد ... غارت ترکانش بیغما سپرد

زیں طرف آگاہ نہ فرزندِ شاہ ... کز پئے او راند سپہ در سپاہ

نوش ہمی کرد مے از جامِ مہر ... بے خبر از گردشِ دورِ سپہر

دورِ خوشی بادمدام از میش ... ساغرِ مقصود پئے اندر پیش

از طرفِ چنگ بہنگامِ نوش ... ایں غزلش جائے گرفتہ بگوش

غزل

اے دہلی و اے بتانِ سادہ ... پگ بستہ و ریشہ کج نہادہ

---

[1] راوت قومے ست در ہند کہ آں را راجپوت گویند۔ ژوپین نیزۂ کوچک ۱۲ [2] نوعے از شمشیر ۱۲

بستہ ہوا بر دلِ آب از عمل — عقدۂ مشکل کہ نمی گشت حل

سکۂ دے کردہ بضربِ کیاں — نقرۂ فرزون[۱] درمِ ماہیاں

باد کہ بر آب ہمی زد قلم — آب چو شد تختہ بماند از رقم

گرد پئے دیوانہ جنون در گرفت — باد ز آب ارچہ رقم بر گرفت

دانہ بعہدے کہ زرست از گیا — آب شد از گردشِ دور آسیا

گشتہ غدیر از تہِ بط نقرہ سائے — ز و بطِ زر پائے شدہ نقرہ پائے

حوض کہ دورش بہ تسلسل نشست — دورِ وے از نقشِ تسلسل نجست

چونکہ شمر[۱] سلسلہ در پا فگند — کرد ہوا سلسلہ را تختہ بند

آبِ رواں شد گرہِ ناکشاد — روئے زمیں آخورِ سنگیش داد

صفتِ آتش و آں گرم رویہا ش بدی
کہ شب و روز بودِ شمع دل و میوۂ جاں

آتش از انجا کہ بدل جائے کرد — دود[۲] بر آمد ز نفسہائے سرد

گرچہ زبر دستِ عناصر نشست — گشت بسرما ہمہ را زیر دست

بسکہ جہاں سوزی و گرمی نمود — چوبِ چناں خورد کہ بر خاست دود

دود کز و سوختہ در تف و تاب — بر شدہ بر ابر بانجیدِ آب

---

[۱] شمر بفتحتین حوض خورد یعنی از کثرت برف حوض منجمد بود و ہوا سلسلہ موج را تختہ بند کرد بود ۱۲

[۲] دود بر آمدن ہلاک شدن ۱۲

بسکه ز خورشید شد آتش نشین | گشت همه خانهٔ قوس[1] آتشین
زالِ جهان چرخ زدن کرد ساز | داد بشب رشته بغایت دراز
رشته ز تطویلِ همه خورد پیچ | نامده تقصیرِ درازیش هیچ
بنده بی دیده که شب کم نگشت | گرچه که بر شب مه کامل گذشت
گم شده روز از شبِ بی منتها | خواند همی از پی خود والضحیٰ
روز چنان تنگ مجال آمده | کش بگهِ چاشت زوال آمده
خنجرِ خور یک نقطه از خطِ شب | کرد حک و روز نهادش لقب
بستنِ یخ بود بهر بوستان | گرچه نشد برف بهندوستان
از عملِ عالمِ پر انقلاب | نقرهٔ خالص شده سیماب آب
داشت چمن با فیِ دیوانه جنگ | جوئی همی داد بدیوانه سنگ
آب ز آهن شده زنجیر تاب | بلکه ز آهن شده زنجیرِ آب
هر که در سلسله کاری نشست | سلسله گم شد و دیوانه جست
چشمه ز بی سنگیِ خود می شتافت | گشت گران سنگ ز سنگی که یافت
آب که صد شیشه نمودی ز دست | سنگ شد و شیشهٔ خود در شکست
بست جهان بندِ مسلسل بر آب | داد کلیدش بکفِ آفتاب
قطره که از ابر چکان بر هوا | مهرهٔ بلور شده در هوا

---

[1] برج قوس مزاج گرم خشک دارد لے نقطہ آتشین ہست ۱۲

شمع اگر کشته شد و داد جان — زنده نشد تا که نداد او زبان
نور چراغی که شب و دشت پاس — گشته بهر خانه ازو روشناس
سود کلاهِ سمیش سر بماه — کو ز دخان یافت کلاهِ سیاه
هر که دمی زو شده عیسی قدم — زنده کنان آتشِ مرده بدم
شعله کشان از سر آتش زبان — شُقّه بهر پشت شده پشتبان
خَلق ز پیش آتش و پنبه ز پس — خود بمیان مانده چنین دید کس
هر که ز پوشش مددِ پشت یافت — روی خود از آتشِ خورشید تافت
پوششِ شاهانه خز و آبِ زر — خاصه گه پوششِ ایّام خز
سیمبران بسته بگاهِ طلب — گردنِ[۱] مه را بدوالِ قصب
آب تنک شد ز تری بر رهان — تا بگلو یار مرا هر زمان
لرزه کنان بر تنِ خوبان حریر — چون گلِ نسرین لبِ آب گیر
پیرهن از پشت بتانِ چو ماه — شعرِ سیه در تهِ جعد سیاه
تار ربا ریکیِ مو تافته — بافته و شعر لقب یافته
تن ز کتان در لت و با لرزه بار — لت که کند بر تنِ خود اختیار
شُقّهٔ دیبا بر زیبا شده — سیم بران صورتِ دیبا شده
اطلسِ رنگین که ز خون آمده — آتشی از دود برون آمده

---

[۱] یعنی گردن خود را از گلو بند بسته بودند از مه مراد چهره است ۱۲

در همه تدبیر شده پخته کار — خلق و جهان گشت ازو پخته خوار
پخته بی گشته ازو دیگ مرد — دیگ بی پخته ولی خود نخورد
گاه بهر خانه وطن ساخته — گاه بی خانه بر انداخته
بسکه زبان آوری آموخته — جمله جهان را بزبان سوخته
تیغ زبان را چو گرفته بدست — روی ازو تافته هر کس که هست
ذرهٔ او سوی هوا در شتاب — ذره که گردد بدے آفتاب
تیز چو شد خنجر آن گرم خوی — پشت ندیدش کس ازو هیچ روی
گاه گل شمع شده در ضیا — گاه شده فاکهةٌ فی الشتاء[۱]
هندو ازو سوزش تن دید سود — بیشترش گرچه پرستش نمود
هر که شد از دون خرد قبله ساز — سوخته گردد هم ازان قبله باز
آب که زو جوشش بسیار دید — کشتن او مصلحت کار دید
کرهٔ ناری نسب و نامدار — گام نزد تا نشدش باد یار
کره که چون باد روانه شده — گاه شدن خانه بخانه شده
کره که هر بار طبق پخته کرد — سوخته شد دم بدم و چوب خورد
لیک اگر جست برون ناگمان — گرم چو خورشید گرفته جهان
بس که درو یافت لطافت اثر — نامده کیفیت او در نظر

---

۱ در حدیث آمده است النار فاکهة فی الشتاء یعنی آتش میوه است در سرما ۱۲

هر کہ بشب کرد گلیمے فراز ‌‌ ‌ کردہ باندازۂ آں پا دراز

وانکہ ز اندازہ بروں برد پاے ‌ ‌ سردی ایام نمودش سزاے

ایں شدہ پشمیں ز گلیم درشت ‌ ‌ شقہ شدہ او ز پے پنبہ پشت[1]

گشتہ ہم پنبہ و پشم آشنا ‌ ‌ گرچہ بود پشم ز پنبہ جدا

دکدک دندانِ برہنہ تناں ‌ ‌ چوں شغب بر چوبکِ چوبک زناں

گرم شدہ از مددِ جامہ مرد ‌ ‌ مردمِ بے جامہ بجا گشت سرد[2]

بو کہ ز سرماش رہاند خداے ‌ ‌ لرزہ گرفتہ ہمہ را دست و پاے

زانوے مردم بشکم در شدہ ‌ ‌ آئینہ و شانہ برابر شدہ

دست بکش[3] مردمِ مفلس زباد ‌ ‌ کش خنکے دست کشیدن ندداد

ہر کہ طلب کرد ز خورشید تاب ‌ ‌ گرم روی کرد برو آفتاب

تافت جہاں رشتۂ صبح از سپہر ‌ ‌ دوخت بے جبۂ[4] مسکیں ز مہر

مہر نما چرخ بہر سو چو جوے ‌ ‌ ہم ز پس پشت ہم از پیش روے

بس کہ شدہ پرتش خورشید گرم ‌ ‌ پشت بدو داد ہمہ کس ز شرم

شبہ چنیں وقت بر آہنگ مے ‌ ‌ رخش طرب کردہ رواں پے بپے

بادہ ہمی خورد نمی خورد غم ‌ ‌ عیش ہمی کرد نمی کرد کم

---

[1] از بسیارے پنبہ پشت ایشاں پنبہ شد گویا کہ پشت ایشاں عین پنبہ شدہ بود ۱۲ [2] یعنی ہلاک شد ۱۲

[3] مفلس دستہا در بغل خود کردہ بود زیرا کہ سردی او را اجازت دست از بغل کشیدن نمیداد ۱۲

[4] قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الشمس جبۃ المساکین ۱۲

قرطه شده بر تن چون سیم ناب — غرقه خون گشته از و آفتاب
در کله شده قندز مقیم — خاسته مو بر تن قندز ز بیم
قاقم انگشت نما پشت دست — بر دهن قی زد و برهم شکست
رفت بقاقم بت سنجاب سای — موی ز قاقم بخلیدش بپای
شانه بران مو چو زبان آوران — رفت و طبرزد زبانش دران
شانه زده مویش نابافته — شانه ز پشت ملکان یافته
زانو هی موگره مو نخاست — کز گره موی ز پهلو نخاست
از همه پیوند درونی سمور — از دم سنجاب نمی گشت دور
سوزن موئینه شده حلقه توز — موی ز تنگانی شده موئینه دوز
دست کشیده همه در آستین — کرده مه دی همه را پوستین
موی بلو مفلس موئینه دوست — گرگ ز تنگانی شده در زیر پوست
قاقم و سنجاب بمنعم رسان — برد گلیمی ببر مفلسان
برد خطی و قلمی دم بدم — کرده بهم دعوی خط و قلم
بس که خطی در هنر خط فزود — پیچش بسیار بکاغذ نمود
از خط او هیچ کژی بر نخاست — کش نی چو القلم کرد راست
وان قلمی زان خط نو بافته — داغ خطا بر سر خز یافته
زیر گلیمی شده هر کس مقیم — آمده مردان همه زیر گلیم

چند هزارش ز سوارانِ کار | تیغ زن و کینه کش و نامدار

هر همه یکدل شده گو ز دست برد | جاں بسپارند بگاهِ نبرد

نیزه ورانے بسناں در مصاف | در شبِ تار از سرِ کیں مو شگاف

پایک یازنده بروں از قیاس | پُردل و خالی دلِ شاں از هراس

بر سرِ خود تیغ ببازی کشاں | یافته بازی اجل از تیغ شاں

اطلسِ خوں داده ز شمشیرِ کیں | جامگیِ زرد قبایانِ چیں

بیلک[1] ترکانِ شکاری شکر | دم بدم آلایشِ خونِ جگر

کشتن گاومیش بدشتِ فراخ | در کفِ شاں داده کمانهائے شاخ

پیش کماں شاں شکمِ گاومیش | زخم بے خورده هم از شاخِ[2] خویش

بحر رواں تیز ز غایت بروں | آمد و نامد بنهایت دروں

قصر روانے چو سپهر ارجمند | از قدمِ شاه شده سربلند

تن ز نهنگیش فزوں آمده | وز دهنِ مار بروں آمده

لاهره زیں بارگهِ سرفراز | چار طرف کرده درِ خویش باز

بوده یکے خانه عمارت برآب | ناشده از آب عمارت خراب

لورکے ماهیِ دُم در هوا | ماهیِ چوبین و بآب آشنا

چند صف آراسته پیلانِ مست | روئے زمیں در تهِ پا کرده پست

---

[1] بیلک نوعی از تیر و شکر مخفف شکره که جانورے ست شکاری ۱۲

[2] شاخ خویش کماں که از شاخ گاومیش ساخته بودند ۱۲

ریخته ساقی مے رنگیں بجام
می زلبِ شاه رسیده بکام

در خز و دیبا همه دیوارِ قصر
صورتِ دیبا شده شاهانِ عصر

تاجوران غرقهٔ دُر تا بسر
منطقه بنداں بگهر تا کمر

محرمِ خلوت شده خاصانِ شاه
خرگهِ خورشید شده پُر ز ماه

عیشِ مدام آمده غمزانه را
دَورِ نشاط آمده پیمانه را

هر همه را سر خوشیِ از شراب
دوست شده سرخوش و دشمن خراب

امن پدید آمده در چار سوے
فتنه ز هر شهر و بے کرده روے

چرخ ز بیداد عناں تافته
مملکت از ظلم اماں یافته

ضبط شده روئے زمیں زیرِ تیغ
همچو غبارِ زمیں از آبِ تیغ

خنجرِ شه قطرهٔ آبے شمار
قطره که بنشاند زمیں را غبار

تا که از انجا که جهانے جهانست
قاعدهٔ دولتِ شاهنشهانست

گرم شد آوازه که خورشیدِ شرق
تافته شد بر خطِ مغرب چو برق

ناصرِ دنیا شهِ کشورکشاے
تیغ برآورد و بچیں کرد رائے

راند ز لکھنوتی و دریاے چند
تا سپهش گرد برآرد ز سند

بیں که سپهرش چه تماشا نمود
کاب فرو میل ببالا نمود

قوت سیلے بنود تا برود
آب ببالا نرود از فرود

سوئے سوادِ او ده آمد چو باد
گرد حک از خنجرِ تیز آں سواد

کرد اشارت کہ دلیرانِ رزم | ساختہ دارند ہمہ سازِ عزم
گفت بخازن کہ نہ دارد نگاہ | سیم قراری[لہ] ز قرارات خواہ
خرج و قرارات بہم ضم کنند | کارِ حشم زیں دو فراہم کنند
خازنِ شہ کرد درِ گنج باز | گشت حشم ہم بدرم دل نواز
گشت چو لشکر ز زر آراستہ | یافت بلے خواستہ ناخواستہ
بید رمی شد ز کفِ مرد سلب | گشت درم از سر و پا مرد قلب
نامہ فرستاد بہر کشورے | خواند ز ہر شہر و ولایت سرے
جمع شدند از امرائے دیار | از شہ و خان و ملکِ شہریار
تیغ زنانِ ہمہ اقلیمِ ہند | نیزہ گزارانِ نواحی سند
عرضہ طلب کردِ شہِ سرفراز | خامہ سرِ مخبر را کردہ باز
در قلم آمد زِ یل و پہلواں | یک لکہ آراستہ برگستواں
مردم و یک اسپ بکارے نبود | پایک و افغاں بشمارے نبود
لشکرِ ایں مہر ستارہ سوار | باد چو ذراتِ ہوا بے شمار
چاکرِ او گشتہ سکندر برزم | ساقیِ او خضر بہنگامِ بزم
بندہ زیادش ہمہ حال شاد | وین غزل از حالِ منش داد یاد

غزل

شد ہوا سرد کنوں آتش و خرگاہ کجاست | بادۂ روشن و رخسارۂ دلخواہ کجاست

لہ سیم قراری مشاہرہ مقررہ و قرارات خواہ سپاہی ۱۲

هر یک ازاں پیلِ حصاری زعاج | بستہ ز آفاق بدنداں خراج
حملہ چو بر کوہ برند از ستیز | کوہ قیامت کند اندر گریز
خشکی و تری ہمہ لشکر رواں | از شہ و خان و ملک و خسرواں
در بر و بحر از سپہ خشمناک | غلغلہ در بحر و تزلزل بخاک
قلعے ازیں گونہ بر آراستہ | تیغ شدہ خوں ز میانِ خاستہ
آمدہ اقصائے او دہ در گرفت | واز ہمہ اقلیم سراسر گرفت
نیست شب و روز جز انیش سخن | کایں منم اسکندرِ دارا شکن
گر پدرم رفت جہانیاں منم | وارثِ اکلیلِ سلیماں منم
تا سرِ من در خورِ افسر بود | سر کہ نہد تاج گرانسر بود
ہر کہ ز دعویِ من آید بقیل | سر کشمش چوں دبہ در پائے پیل
مردمک دیدۂ من کیقباد | کافرچہ فرِ بزرگیش داد
گوہرش از نسبتِ من روشن ست | کاں گہر از مہرۂ پشتِ من ست
گرچہ جہانگیر شد و تاجدار | نیست جہاندیدہ تر از من بکار
تختِ پدر گرنہ بپائے من ست | ہر ہمہ دانند کہ جائے من ست
جائے خود از بخت بود رہنمائے | تا نہ ستانم نہ نشینم ز پائے
مہرِ غیاثے کہ بدیں سکہ گشت | از خطِ نامم نتواند گزشت
حاصلِ ایں حادثہ کامد پدر | شاہِ جہاں یافت پیاپے خبر

زاں صفِ انجم کہ مہیا شدہ — مہ بشرف گاہِ ثریا شدہ

نور علمہا کہ جہاں گرفت — آتشِ گوئی بہ میاں گرفت

خواست کہ افتد بزمیں چرخِ پیر — لیک شدش چوب علم دستگیر

پرچم بیرق کہ بگردوں رسید — در رخِ مہ گرد محاسن پدید

از شغبِ کوس دمے کاندروست — گاو زمیں راخلل آورد پوست

دمدمۂ کاسہ بآوازِ خوش — کوس زدہ با فلکِ کاسہ وش

نیزہ کہ بر چرخ سر افراختہ — تیر فلک خانۂ نے ساختہ

بسکہ زمیں شد زعلم سایہ دار — مانده چو سایہ زدگاں بیقرار

ہیکلِ فیلاں بزمیں خم فگند — زلزلہ در عرصۂ عالم فگند

زاں ہمہ دنداں کہ بلا بیخ بود — روئے زمیں رقعۂ شطرنج بود

از حشم و پیل دراں پیل مال — خسرِ جبۂ ثابت و سیر جبال

جنبشِ اسپ از سمِ خارا شگاف — لرزہ در افگند زمیں را بناف

از روشِ اسپ بگام فراخ — گاو زمیں راشدہ سر شاخ شاخ

واز اثرِ نعل بصحرا تمام — خاک پر از نون شدہ و عین و لام

ہر یک ازاں کوہ تناں چو پیل — رقص ہمی کرد بہ آہنگِ صہیل

گرد سواراں کہ بخورشید جست — قطرہ بر چشمۂ خورشید بست

---

۱ سایہ جن و پیری وغیرہ ۱۲ ۲ یعنی از نعل اسپاں بر زمیں نقشہا ئے نون و عین و لام بود و صنعت این است کہ در نعل ہمیں سہ حرف ست ۱۲ ۳ صہیل آواز اسپ ۱۲

روشن اینک دلِ وے گریۂ خونین تنِ من   خرگہِ گرم ولے ماہِ بخیمہ گاہ کجاست
وے ہمی رفت و زبس دیدہ کہ غلطید بخاک   گفت یارب کہ کجا پاۓ غمِ راہ کجاست
ہر شب اے دیدہ کہ بر چرخ ستارہ شمری   جانِ من عزمِ سفر کردہ بگو ماہ کجاست
ماہِ من کور شد این دیدہ ز بیداری شب   آخر از زلف نپرسی کہ سحرگاہ کجاست
گفتی از طرۂ کوتہ شبِ تو روز کنم   اے بریدہ سرِ آن طرۂ کوتاہ کجاست
من برانم ز زنخدانت کہ در چہ افتم   یکزمان ترکِ[1] زنخ گیر و مگو چاہ کجاست
پیش ازین کردمی از آہ دلِ خود خالی   دل کرا ماند کنون طاقتِ آن آہ کجاست
عزمِ حج دارد خسرو زپئے توبہ عشق   توشہ اینک غمِ دل بارگہِ شاہ کجاست

جنبشِ شاہ ز دہلی ز پئے کینِ پدر
گشتنِ آغازِ غبار و شدنِ مہر نہاں

روز دو شنبہ بگہِ چاشتگاہ   در مہِ ذی الحجہ بپایانِ ماہ
رایتِ منصور ببالا کشید   ماہِ علم سر بثریا کشید
شاہ شد از خانۂ دولت سوار   خانۂ دولت شد ازو بختیار
کوکبہ چون فلک آراستہ   ماہِ علم تا بفلک خاستہ
صف شکنان صف زدہ در پیشِ شاہ   انجمنے ساختہ بر گردِ ماہ

---

[1] ترکِ زنخ عبارت از ترک گفت ۱۲

زیرِ علم آن شهِ خورشید تاب — بود یکی سایهٔ و صد آفتاب
لشکرِ انبوه بهم بسته صف — غرق عرق گشته سواران ز تف
کوکبهٔ زین نمط انجم[۱] شمار — رفت برون با علمِ شهریار
نصب شد اعلام مبارک اصول — گرد سراپرده بسیری[۲] نزول
دامنِ دهلیز[۳] بریشم طناب — بر شده زان رشته به بام سحاب
میخ که شد دور تر از دامنش — رفت فرو در زمین از سرزنش
بارگهِ شاه در آن بوستان — روی ظفر داشت بهندوستان
چار ستون بود بر سمِ شهان — در خمِ دهلیز جهان در جهان
عز معزیش بنا کشش نهاد — خانه ز تربیع به تسدیس داد
بارگهی را دو ستون رسم بود — شاهِ یگانه دو دِ گردون فزود
چار ستون بارگهِ عرش سای — عرشِ دوم گشته بدان چار پای
شیر سیه شد ز سرِ بارگاه — خانهٔ خورشید گزرگاهِ ماه
از اثرِ هیبتِ شاهِ دلیر — لرزه همی کرد ز جا برد شیر
کوشکِ لعل و سیه شد بلند — هر یک ازان سایه بگردون فگند
لعل چو آتش سیهش همچو دود — سوخته زین هر دو سپهر کبود
هر دو دو برج مه و خورشید تاب — گرچه بیک برج بود آفتاب

---

۱ یعنی لشکر کثیر بعدد ستارگان بود ۱۲ ۲ نام مقامی ۱۲ ۳ نوعیست از خیمه ۱۲

بلک ازان گرد سر افراشته — چشمهٔ خورشید شد انباشته
نے خود ازاں گرد که بر شد بمهر — گشت[۱] جزیرهٔ محیطِ سپهر
شاه بران سوے چو کشتی براند — کشتیِ ماه آمده بر خشک ماند
شاه فلک رفعت و خورشید تاب — زیرِ علم چوں بشفق آفتاب
گرد رهش کاں بصر شد دلیل — سرمهٔ هر چشم شده چند میل
گردِ وے از خاصگیان و سراں — موج چو دریا زده از هر کراں
موے شگافاں بکماں بسته زه — زه زده ابروے کماں را گره
ترکش پُر تیر کمر بسته تنگ — تیر فشاں شده از بهرِ جنگ
پیشِ رکاب از روشِ تیغ تیز — سوے عدم کرده سلامت گریز
گردِ ع از هیبتِ تیغ یلاں — نے بزمیں بود و نه بر آسماں
تیغِ برهنه که بپوشید دشت — برهنه را ایں که چه پوشنده گشت
تیغ نه بلک آتشِ پولاد خیز — بر دلِ سنگینِ عدو گشته تیز
تیز زبانِ هندیِ مردمیاں — طرفه بود تیزیِ هندی زباں
گرد بگردِ شهِ والا گهر — حصن یلارک شده سر تا بسر
در صفِ تیغ آں تنِ آراسته — چوں گلے از سوسنِ تر خاسته
پیشِ سپه روشنیِ دورباش — داد جگر گاهِ عدو را خراش

۱؎ یعنی گرد دریاے فلک از گرد سم اسپاں جزیره (ٹاپو) پیدا شد ۱۲

تختِ شهی کرد سلیماں پدید　　خلق چو موراں ز دو سو صف کشید
فرق نهادند سراں بر زمیں　　خاک شد از فرقِ سراں نافهٔ چیں
خلق ز دو سو صفِ ادب ساز کرد　　بار یکے آمد شدن آغاز کرد
یافته چوگانِ زر از دستِ شاه　　حالِ کساں گفت دراں حال گاه
حاجبِ خلقے چو دراں فتحِ باب　　گشت مشرف بشکوه و جواب
رخش طلب کرد شهِ تاجور　　رفت ز یک تخت به تختِ دگر
خانهٔ زیں منزلِ خورشید شد　　سرو همسایگیِ بید شد
عزم بروں کرد شکار افگناں　　بر دلِ خورشید غبار افگناں
روے زمیں گشت پر از یوز و باز　　هر همه آهو کش و نخچیر ساز
اشکره را گشت همیں دستگاه　　از هنرِ خویش زبر دستِ شاه
چوں هنر از عیب فراواں شود　　مرغ زبر دستِ سلیماں شود
واے بر آں آدمیِ بے خبر　　کو کم ازاں مرغ بود در هنر
باز ز دستِ ملکاں می پرید　　چوں نه پرد هر که چناں جاے دید
خفت چو خرگوشِ بخوابِ دراز　　جست ز خواب از خلهٔ چنگِ باز
سار و کلنگے که نوا می گرفت　　چرخ خود آں را بهوا می گرفت
مرغِ هوا جمله سیه چشم[1] برد　　صیدِ زمیں پیشِ سیه گوش مرد

---

[1] سیه چشم پرندهٔ شکاری ست ۱۲

خرگهِ زرّین که در آمد بهش | چنبرِ مه شد کمرِ خرگهش
بود چو داخل بزرگی علم | گشته پیاده ز شکوهش حشم
هر که درون زد قدم دلدلش | راند به نیزه علمِ داخلش
میمنه بر تلپت (نام مقام) زد میسره | بود میان اندپت (نام مقام) میسره
پیلِ گران سنگ بها پور بود | قلب چو دریاش در آمد بجود
پیش بها پور بقدرِ سه میل | سنگِ گران سرمه شد از پای پیل
پایگهِ خاص بسیری رسید | سبزهٔ تر بر سرِ سبزی رسید
خیمه ز هر سوی بیک پایه خاست | چار وتد گشت بیک قطب راست
دائرهٔ خیمه چو پرکار گشت | نقطهٔ خاکی بمیانش نشست
خیمه پر از گل چو گلستان نمود | وز گلِ او دشت چو بستان نمود
دائرهٔ خیمه بسیری قطار | ابر فرود آمده در مرغزار
بس که در آن گلشنِ مینونشان | شاه شد از ابرِ کرم دُرفشان
هر که درین سبزه نظر در گرفت | قطره طلب کرد و گهر بر گرفت
یک شبی آن جا بخوشی گام راند | خورد مئے روشن و گوهر فشاند
روزِ دگر صبح چو ضحاک شد | مارِ سیه در شکمِ خاک شد
داورِ جمشید نسب کیقباد | تاج کیان بر سرِ دالان نهاد
سرو جوانیش که شد میوه دار | شاخِ کرم گشت و در آمد بهار

باد برِ بارش و جهاں پستِ او	قلعه در شده در لبتِ او
از شرفِ پایهٔ او نردبان	پایهٔ سایه شده بر آسمان
کالبدِ چرخ بخشتش یکے ست	خشتِ زمیں کالبدِ مشتیست
آینه گشته ز گچ صاف خشت	دیده درو صورتِ خود را بهشت
هرچه که در آینه بیند جواں	پیر دراں خشت به بیند همان
هرچه که نقاش به نیکو کشید	عکسِ به دیوارِ دگر شد پدید
نیست درو حاجتِ نقش و صفا	بس که شد از عکس کماں و نما
نقشِ بلندش به هوا خامه راند	تختهٔ منقش بفلک باز خواند
دیده بدر مردم ازاں جاے خوش	تیر بسے خورده ز هر تیرکش
قطره برآں بام نیفتاد تیز	ابر گریزنده ز باراں گریز
شکل ستونش بمقام ستاد	قصر ارم را شده ذات العماد
گشت چو جاروب و خاک روب	گرد ز سنجش همه کس سرمه چوب
طرفه عروسی شده آراسته	آینه از آب رواں خواسته
چون گره گشت حبابے عیاں	قصر نمود از تهِ آب رواں
همچو دو آینه مقابل ز تاب	آب درو عکس نما او در آب
عکسِ ویش مثل نیارد دگر	گرچه که سر زیر کند یا زبر

له سیخ (تیلی) سرمه چوب ۔ لے چوب سرمه یعنی سلائی ۱۲

هر چه ز بالا و فرود نمود　　بلکه همه چشم و همه گوش بود
بود چو خورشید ولایت فروز　　گشت کنان تا گهِ نیمروز
چشمهٔ خورشید چو شد گرم رو　　گرد شدِ نو به هوسِ شهرِ نو
رفت بکیلوکهرے دادِ عون　　از مددِ دست چو دریا بجون
قصر شد از فرّ شهی ارجمند　　چون فلک از منزلتِ خور بلند

صفتِ قصرِ نو و شهرِ نو اندر لبِ آب
که بود عرصهٔ رفرف[1] چو رفِ آن ایوان

قصر نگویم که بهشتے فراخ　　روضهٔ طوبیٰ درِ او را بشاخ
با چمنِ هشت درش در یکے　　با فلکِ هفت سرش سر یکے
بامِ سفیدش بفلک سوده سر　　گرد بخورشید سفیدے ابر
پلّے چو مهتاب ببامش نهاد　　گشت[2] ز دوران بزمین اوفتاد
رفت درونِ درِ او آفتاب　　وقفِ زمین کرد رخِ چرخ تاب
رفت صبا زانکه رود دیوارِ خس　　گفت ندانم در و دیوارِ کس
ره بسوے روزنِ او جست باد　　هیچ نداد او بسوے خویش راه
بانگ کشاده درِ او دم بدم　　رفته بدربند و بدر رد و از هم

---

[1] رفرف بالش ها و بساطها ے گرانمایه و تختے که رسول صلعم را سوے خداے تعالیٰ در شبِ معراج برد۔ ورف طاق ۱۲

[2] یعنی از دوران سر برگردیده بر زمین افتاد ۱۲

گشت بدنبالِ حریف از زوال — قامتِ مهرِ بدر دو گشته چون هلال
بس که نمی شد کفِ شه گنج سنج — بیش ز آفاق نگنجید گنج
موسمِ دی جمله بعشرت گذاشت — ز آتشِ می مجلسِ خود گرم داشت
باد همه وقت خوش و شاد کام — کس نه ز بر دستِ وی الا که جام
مه بجنیبت کشیِ عزمِ او — زهره بخنیاگریِ بزمِ او
همتِ عالم بوفا جوی خویش — خاطرِ خسرو به ثنا گوی خویش
این غزل از مطربِ موزون اصول — یافته در گوشِ همایون قبول

غزل

سوارِ چابکِ من باز عزمِ لشکری دارد — دلِ من باز بر ده امسال با جان داوری دارد
من اندر خاکِ میدانش لگدکوبِ بلا گشتم — هنوز آن شهسوارِ من سرِ جولانگری دارد
بهر شکلے که می آید ز من جان می برد آری — دروغ ست آن که این شیوه ز بر دلبری دارد
مسلمانان نگه دارید بیچاره دلِ خود را — که تیر انداز من مست ست و کیشِ کافری دارد
ندارم آن چنان بختے که خوانند بندهٔ خویشم — غلامِ دولتِ آن دیم که با او چاکری دارد
مثل گر یک سخن با من بگوید عاقبت آنرا — بیارد بر زبان و سرزنش خود برسری دارد
تو ئی دیوانه وش جانان که داری سایهٔ گیسو — دلم دیوانه تر از تو که آسیبِ پری دارد
مرا چون صیدِ خود کردی شفاعت میکند جانم — نمیگوید بکشتن لیکن سخن در لاغری دارد

لہ پارسال ۱۲

طاق بلندش بفلک گشت جفت — حاصلِ او شد فلک اندر نهفت

کنگرِ طاقش بزبانِ دراز — پیشِ فلک گفت سخنهاے راز

سنگِ سپیدش که شده بر سپهر — آمده از مهر و شده چشم مهر

یکطرفش آب و دگر سوے باغ — باغے و آبے ز دو سویش بلاغ

آبی ازان باغ برد مانده زرد — باغے ازان آب بجا گشت سرد

شاخ سپهر بارگهے کرده راه — جایگهِ بار شده بارگاه

شه چو دران خلدِ برین جاے کرد — خرم و خندان بطرب رائے کرد

باز بهے برد کفِ زرفشان — گرد پر از زر کفِ ساغر کشان

باده کشان باز کشیدند صف — گشت مئی لعل درافشان ز کف

رود زنان از سینه برون برد صبر — آب چکان دست چو باران ابر

بس که شد او مست ز آوازِ خویش — ریخته از پرده برون از خویش

چنگ ز سر گشته تواضع نماے — بادِ دگر سر بسر افگنده ناے

زخمه چو نولِ بط در رود و چنگ — راه چکاوک زد و بانگِ کلنگ

مرغک و صد مرغ دگر در صفیر — بر همه مرغان شده گنجشک میر

شاه دران زمزمهٔ ناے و نوش — بحرِ کفش گشت چو دریا بجوش

دست ندیمے که ورق برگرفت — مهرهٔ کاغذ بگهر در گرفت

بربط مطرب که نوا بر کشید — تار بریشم بگهر اندر کشید

جلد چمن را شده شیرازه باز   نامده از باد ورقها فراز

سوسن آزاده در افتادگی   هیچ نمی گفت ز آزادگی

نسترن آویخته بر شاخ بود   هر دو هم باز گسستند زود

شاخ چو از باد خزاں گوژ پشت   باد خزاں نیز از و بر شکست

سرو که از سایه نشانے نداد   سایه نشیناں همه را داده باد

هر شجر باغ ز سر تا بتنه   ماند ز بے برگی خود برهنه

برهنه گشته تنه گل بباغ   باد کناں جنس کشی از روے لاغ

دیده چو نرگس به چمن ایں فساد   گل له شده در دیده خویش اوفتاد

نرگس بے دیده رواں کور گشت   خار عصا باد خزاں کور گشت

ریختنی کرد درختاں ز سر   گشته زمیں پر ز درمهاے زر

پشت بنفشه به سمن زارها   کوز شد از چیدن دینارها

بر زمیں افتاد بسے نازنیں   لرزه کناں بر سر شاں یاسمیں

خاک ز زردی شده پر زعفراں   خنده نه با ایں همه در ارغواں

شاخ گل از بس که نگوں شد گلش   کرد نگوں سرزنش بلبلش

باد به هر سو رسیده فراز   سرو ز هر باد نخفته دراز

سبزه بسے خط تر انگیخته   باد بسے خاک بر آں ریخته

گل همه سرخوش شده ماں از بروں   کرش همه در پوست در افتاده خوں

له مراد از گل سپیدی ست که در چشم می افتد و آں را در هندی پهولا گویند یعنی نرگس را ز دیدن فساد خزاں گل شد ۱۲

به بدنامی برآمد نام حضرت کز پئے دیده — نه نیک تر دامنے دار که صد دامن ته[1] ی او

صفتِ فصلِ خزان و مغلِ عزمِ سپاه

هم برآن سال که تاراجِ چمن بادِ خزان

فصلِ خزان چون بچمن خانه خوست — بادِ روان گره بگلزار تاخت

شاهِ سپرغم ز ولایت براند — کس بچمن هیچ ولایت نماند

کوه ز سنگِ آتشِ لاله فروخت — شعله بدامانش گرفت و بسوخت

لاله سر از سنگ بلنگر سپرد — ماند بجا لشکر و بادش ببرد

بادِ خزان آمد ازان جا که بود — خشک شده باغ همان جا که بود

گشت سمن نازک و زرد و حقیر — کاب گرفتش بلبِ آب گیر

رفت سمن روے چمن را گذاشت — زان که خزان روے نگاهش نداشت

جامهٔ خود کرد بنفشه کبود — گشت چو صوفی برکوع و سجود

شد بتنِ نازکِ زیبائے گل — پاره همه پوست سراپائے[2] گل

لاله ز بسیاریِ خون در فساد — ریخته نازک تنش از رنج باد

سوخته از آتشِ خود لاله زار — گشته درونش ز خزان پُر غبار

دفترِ صد برگ فتاده ز دست — آمد و ز هر ورقِ او شکست

[1] اضافت مقلوب یعنی تری صد دامن ۱۲ [2] گلابی جاذرا ۱۲

فرش بہ پیچید گل از روے گل — گفت غلیو از کطے السجل

باغ خراب از قدمِ بومِ شوم — چغد قدم شوم شدہ یار بوم

نائے میسیچہ[۱] کہ نماندہ دمش — حلق تہی گشت ز زیر و بمش

در طلبِ روے نکو سو بہ سو — قمریِ کو کو زدنی کو بہ کو

باد کہ اندر سرِ ہدہد فتاد — تاجِ سلیماں ز سرش برد باد

گرچہ ہزار آئینہ طاؤس داشت — حسن چو شد جلوہ پسِ دم گزاشت

آں کہ پریدے زبر خود تدرو — ماند چو پرگم شدگاں زیر سرو

لالہ چو بر کوہ برفت از شکوہ — کبک برید دل از تیغِ کوہ

سبزکِ دیبا پسِ خود باز خواند — شارکِ بیچارہ دہن باز ماند

طفلِ شگوفہ برہ افتاد و مرد — شاخ بدید و بعصا دل سپرد

گرچہ گلے مثل نشد در چمن — گم نشد از مجلسِ شاہِ زمن

گرچہ ز رنگ لالہ نہاں کرد مے — لالہ نو ساخت شہ از جامِ مے

گرچہ نماند برگ و نوائے شاخ — برگ و نوا بود بمجلس فراخ

گرچہ کہ بربست ہوا سیمِ آب — شاہ کشاد از کفِ خود سیمِ ناب

گرچہ چمن گشت پر از برگِ زرد — شاہ زمیں در تہِ دینار کرد

از کرمِ شہ کہ عدو سوز بود — فصلِ خزاں موسمِ نوروز بود

---

۱ میسیچہ جانورے ست خوش الحان ۱۲

آب کہ باراں بگلِ کوزہ ریخت — کوزہ بیفتاد و شکست و بریخت

ابر کہ بگریست بہ بستان بجبر — شد مژہ ہا ریختہ از چشمِ ابر

نم بکفِ دستِ چنار از روش — زیبقِ لرزاں بکفِ تم رعشش

گربۂ بید[۱] از عملِ دست برد — گشت لگدخوار ز گنجشکِ خرد

بید بیارید ز ہر برگ تیغ — ریختہ خوں از تنِ گل بے دریغ

لالہ فرو ریختہ در پیشِ باد — خونِ خود آں جا کہ بخوئے گل فتاد

غنچہ کہ با باد گشادیش دل — شد ہم ازاں باد گریبانِ گل

جامۂ گل پارہ شدہ بر تنش — غنچہ گرہ[۲] بر زدہ در دامنش

دامنِ نسرین کہ در آمد بخار — ماند ہماں جا و سرِ پیوند دار

گل شدہ بے رنگ[۳] ہر بوستاں — مرغ ز بے رونقیِ او در فغاں

از گلو مرغ نوائے کہ خاست — سرو برقص آمد و پایش نخاست

بر سرِ ہر خار کہ بلبل گزشت — حلقِ وے افتاد و خراشیدہ گشت

بلبل ازیں غصہ چناں خوں نشست — کش تہِ دُم رنگِ دگر گونہ گشت

گنگ شدہ طوطی و زاغ و زغن[۴] — در دہنش یافتہ جائے سخن

کور شدہ فاختہ از نولِ زاغ — فاختہ کور[۵] آمدہ گل را بباغ

---

۱ گربہ بید نوعی از بید است ۱۲

۲ رسم است کہ چوں جامہ پارہ می شود بر دامن گرہ می دہند ۱۲ ۳ بیمزت ۱۲

۴ زاغ و زغن در خزان آواز می کنند و طوطی خاموش می ماند ۱۲ ۵ فاختہ کور نام علتیست کہ درختاں را خشک سازد ۱۲

سلطنتِ جملهٔ عالم مرا — وانگه از آهنگ کساں غم مرا
خلق چه گویند بهر کشورے — شاه من و قلعه کش دیگرے
بوم که باشد که بجنگ دراز — طعمه برد از وطنِ جره باز
گرگ و سگے هست بر آهو دلیر — پنجه نخواهد زدن آخر بشیر
من که به هند از همه رایاں بال — جزیه ستانی کنم از پیل و مال
گه بکشم زر و هم از گوجرات — گاه بدیو گیر و نیسم برات
اسپ همه تند کشم از تلنگ[1] — پیل همه مست ستانم ز بنگ
مالوه را وقفِ فنا این کنم — جام نگر[2] وجه خزاین کنم
نیست مرا وجه قبا[3] جز ختن خطا — سرحدِ چیں بستهٔ بند قبا
زیں دگلی[4] چند نگرد دگله پوش — کز نی کیں پنبه کشیدم ز گوش
پنبه کنم[5] لشکرِ شاں را چناں — کز تنِ شاں پنبه شود استخواں
گرچه چو مور و ملخ ست آں سپاه — مور شود کشته چو افتد براه
پیل من آں دم که بجوشد چو نیل — چیست صفِ مور چه پیلے پیل
می شودم دل که بجنبم ز جائے — فرقِ قراخاں سپرم زیر پائے
لیکنم از تیغ خود آید دریغ — چوں کنم از خونِ سگ آلوده تیغ

---

[1] نام ملک ۱۲ [2] جام نگر نام مقام ۱۲ [3] قبا بالضم قاف نام مقامی ۱۲
[4] دگلی یعنی دغلی و دگله پوستین یا جامه که پر از پنبه باشد ۱۲
[5] پنبه کنم ای مثل پنبه پاره پاره ساخته بر هوا اندازم ۱۲

شہ بچنیں فصل بریں گونہ شاد | کز مغل آوازہ بعالم فتاد

نامہ کشے چند چو تیر از کمیں | آمد و بوسید چو پیکاں زمیں

کز حدِ بالا مغلِ تیز عزم | سوے فرو راند بآہنگِ رزم

لشکرِ انبوہ چو ذراتِ ریگ | جوشش آورد چو آبے بدیگ

بوم لب بستہ سپاہی چناں | آمد ازاں بوم خرابی کناں

ناوکِ شاں دیدہ کشے سازِ گرد | دیدہ نیارست کسے باز کرد

گشتہ بہم قطرۂ بارانِ تیز | سیل شد و گرد بدریا ستیز

قوتِ آں سیل کز ایشاں رسید | آب ز ہاپور بملتاں رسید

ہر کہ کمے چشم نمی زد ز کس | چشم زدن چشم زدہ شد ز خس

مردمِ آں خاک فرو شد بخاک | گرد بر آورد از ایشاں ہلاک

امن و اماں در شد از راہِ ملک | بو کہ بفریاد رسد شاہ شاں

ایں ہمہ کاندر رہِ گرگ او فتاد | وارہد از قوتِ راعی العباد

شہ کہ ز گستاخیِ آں گمرہاں | یافت چنیں آگہی از آگہاں

تلخ بخندید چو شیر از غضب | تلخ بود خندۂ شیراں بلب

گفت کہ[1] خفتہ بجہاں عہدِ من | وز دگراں زلزلہ در مہدِ من

غازیِ ما چوں نہ بکارِ غزاست | کافر اگر تاختن آرد سزاست

---

[1] خندۂ خشم و تلخ را گویند یعنی خندید و گفت کہ در جہاں بادشاہی من ہست و از دیگراں زلزلہ در مہدِ من ہست۔

گرچه تمر[1] تیزی و سختی نمود — گشت چو موم ارچه که پولاد بود
سر سد و کیلی دو بیک سو شتافت — چپلک و بیده و بدگر سوی تافت
جمله ز بی‌سنگی خود بی درنگ — در گله مرغ در افتاد سنگ
بر زده دامانِ قبا هم گروه — عطف نمودند بدامانِ کوه
روی مغل بود بهر سو که بود — پشت مغل بود بهر رو که بود
روی چو به نمود سپاه درشت — رو نمودند و نمودند پشت
باریک اندر پی شان کینه خواه — تیغ زنان قطع همی کرد راه
روی بدند از همه سو در ستیز — پشت شدند از همه سو در گریز
دست وی از قوتِ چوگانِ زر — کرد پر از گوی زمین سربسر
بس که ببرید سرِ آن خسان — شد خزه سنگ ز سرِ خرسران
روی زمین کرده چو طشتِ نگون — دید سرِ خود همه در طشت خون
تیغ که بر تارکِ آنها گذشت — کرد بیکجای سر و تیغ و طشت
لشکرِ اسلام که دنباله کرد — کوه ز خون زیر و زبر لاله کرد
خسته تنی چند ز لشکر کشان — رفته عنان تافته بی‌نشان
وانچه دگر بود ز برنا و پیر — یا علفِ تیغ شده یا اسیر
خانِ جهانگیر که این فتح یافت — فرخ و فیروز عنان باز تافت

---

[1] تمر و پولاد نام مغل بود ۱۲

کس نزده تیر بمردارخوار[1]
جز بگروههٔ نکند این شکار

چون سخن چند ازین در براند
عارضِ[2] آراے سپه انجم

گفت که خواهم ز سوارانِ کار
نامزد مغل شود سی هزار

بر شیلِ باربکِ تیغ زن
خانِ جهان شاهکِ[2] لشکرشکن

عارضِ فرزانه بفرمانِ شاه
گرد روان سوے مخالف سپاه

باربک و قلب گهی رزم ساز
وز ملکان صد سرِ گردن فراز

ساخته در رزم چو شیرانِ مست
سوے سگِ چند کشادند دست

انجمنے چون فلک آراسته
چرخ ازان انجم امان خواسته

ماه سپه سیر شد اندر شتاب
خنجرِ تیز اختر چون آفتاب

ناحیه بر ناحیه راندند تند
بود صبا پیش چنان سیر کند

از قدمِ شومِ مغل آن بلاد
نام و نشانے ز عمارت نداد

از حدِ سامانه و تا لادهور[3]
هیچ عمارت نه نگرد در قصور

لشکرِ اسلام که آن جا رسید
بود زمین تشنه که باران رسید

یافت خبر کافرِ ناخوب کیش
تیزتر از تیر برون شد ز کیش

تن ز غنیمت بهزیمت سپرد
بردنِ جان را غنیمت شمرد

---

[1] غلولهٔ گلین و مردارخوار را گویند ۱۲ [2] شاهک سپه‌سالار کاف تصغیر ۱۲
[3] لادهور لاهور ۱۲

وقت در آمد کہ حریفانِ بزم ‌ ‌ ‌ ‌ بر طرفِ خانہ نمایند عزم

میر سپہ کرد بسے ہدیہ راست ‌ ‌ ‌ ‌ داد بیاران و بسے عذر خواست

پیشِ بزرگان و سرانِ نبرد ‌ ‌ ‌ ‌ خدمتے آورد سزاوار مرد

کرد بزرگی بحقِ کہتران ‌ ‌ ‌ ‌ داد بیک جامہ بقیمت گران

ہر ہمہ خشنود و خوش از بزمگاہ ‌ ‌ ‌ ‌ باز گرفتند بسوے خانہ راہ

بزم ز مہماں چو تہی یافت جاے ‌ ‌ ‌ ‌ بزم نشین باز بمی کرد راے

خلوتیِ چند ز خاصان خویش ‌ ‌ ‌ ‌ پیش طلب کرد و می آورد پیش

جام کہ شد چون دلِ کافر بجوش ‌ ‌ ‌ ‌ کرد بیادِ شہِ اسلام نوش

چنگ نی ازاں ہوا سر کشید ‌ ‌ ‌ ‌ چنگ نوازندہ نوا بر کشید

گفت بر آہنگِ نغمہاے تنگ ‌ ‌ ‌ ‌ این غزلِ نغز بر آوازِ چنگ

غزل

برگ ریز آمد و برگِ گل و گلزار برفت ‌ ‌ ‌ ‌ سرخروئی ز رخِ لالہ و گلنار برفت

سرو بشکست و سمنِ زرد شد و نرگس خفت ‌ ‌ ‌ ‌ گو برو این ہمہ چون از برِ من یار برفت

نزدِ من بادِ خزان دوش غبار آلودہ ‌ ‌ ‌ ‌ آمد و گفت کہ سروِ تو ز گلزار برفت

خواستم تا دم اندر طلبِ رفتہ خویش ‌ ‌ ‌ ‌ یادم آمد رخِ او پاے من از کار برفت

در دو دیدہ اشک چو باز آمدن خویش ندید ‌ ‌ ‌ ‌ دل بانداخت ہم اندر رہِ خونبار برفت

خونِ دل گرچہ کہ بسیار برفت اندک ماند ‌ ‌ ‌ ‌ صبر ہر چند کہ بود اندک و بسیار برفت

بست اسیرانِ مغل را قطار | داد بداں چند شتر در مهار
گردنِ شاں بهر رسن ساز کرد | سر بر بن بست و رسن باز کرد
گشته هم ایمن نشد از ترک تاز | تا ز سرش پوست نگردند باز
چون ز چنیں فتح جهاں یافت بهر | دست همی برد سپهدار دهر
مجلسے آراست بر آئینِ کے | داد بسے کشتی زریں بمے
شیشهٔ می ریخت به یاقوت گنج | طرفه بود شیشهٔ یاقوت سنج
ساقیِ مهوش بقدح دست بُرد | دورِ قمر جام بساقی سپرد
چرخ هر آن دَور ازیں پیش داد | رفت بریدانِ قضا را ز یاد
تا که ز ساقی شنود بانگِ نوش | پنبه بروں کرد صراحی ز گوش
صف زده یارانِ خوش و باده کش | سرخوشِ باده سری کرده خوش
هر یک ازاں پهلوے شمشیر تیز | شیر گرفتند چو شد شیر گیر
بزم گہے ساخته شد چوں بهشت | خاک شد از جرعه معنبر سرشت
جرعهٔ مشکیں که زمیں در گرفت | گاو زمیں خورده بعنبر گرفت
بربط و طنبور که شد نغمه ساز | کرد ز حیرت سر قرابه باز
زخمه در آمد بزباں آوری | داد مطرب بزباں یاوری
باده چو خورشید ز گه تا بشام | داشت طلوعی و غروبی بجام
کرد چو خورشید بوقت غروب | طالع خود بر همه قناق خوب

باد همه خاکِ زمین را بیخت — یافت زر و دُر بر صدبرگ ریخت
بس که گرانیِ زر از حد گذشت — دامنِ صدبرگ بصد پاره گشت
جامهٔ گل پاره شده بر تنش — غنچه گره بر زده در دامنش
گل ز کرم زر ده آن را که جست — وز پیِ خود جامه نسازد درست
آبِ سمن ریخت خمِ مشک سود — باد شد آهو تگ و مشکش ربود
باد که از شاخ همی بر شکست — باز چه برها که بر آن شاخ بست
سایه کنان سرو بر افتادگان — با همه کس راست چون آزادگان
گرچه برانید صبا هرچه خواست — در صفتِ سرو همی بود راست
نرگسِ تر گشت همه روشن چشم — خیره شد اندر رخِ خیره‌وش چشم
خونِ سمن چشمکِ پوشیده داد — چشم نزد از نگهِ آلا زباد
سبزه چنان شد که جهان در گرفت — چشم ز نرگس نتوان بر گرفت
نسخهٔ دیباچهٔ عشرت جهان — خواند صحیح از ورقِ ارغوان
خون بچکید از گلِ نازک خیال — لالهٔ خود روی از آن یافت حال
سرخ گل از باد چو آورد یاد — خونش بچکید ز آسیبِ باد
شاخِ گل کوزه که تر شد برش — کوز تر از دستهٔ کوزه سرش
ساخته گل کوزهٔ نو از نبات — ابر در او ریخته آبِ حیات
باغ ز هر غنچه شده کوزه در — گردشِ چرخ از گلِ تر کوزه گر

هرچه از عقلِ فزون شد همه عمرم جو جو — اندرین غارتِ غم جمله بیک بار برفت
باد خاکِ درِ آن گلرخِ من می آرد — جانم آویخت در آن خار گرفتار برفت
گله کرد آن بتِ شیرین ز برِ خسرو رفت — خله کرد آن گلِ نسرین ز سرِ خار برفت

صفتِ فصلِ بهاران که چنان گردد باغ
که بدو نرگسِ نادیده بماند حیران

فصلِ بهاران چو علم برکشید — ابر سراپرده بر اختر کشید
سکهٔ گل چون درمِ شه زدند — سکه بصد وجه موجه زدند
شه سپرِ غنچه بچمن داد بار — خار سلاحی شد و گل پرده دار
تیغ کشید ارچه که سوسن بباغ — هم ز سرش سایه نبرید باغ
تا نشود کش سوسنِ آزاده رام — خار غلامی شده سرتیز نام
خونِ خود از بادِ خزان گل بخواست — لیک صبا از سرِ خونش نخاست
خواست گل از باد بخواهد دیه — برد برون نرگسش از تعمیه
سوسن ازین غصه کمین خواستن — خاست بشمشیر زبے خاستن
او خود ازان خاست که آزاد گشت — غنچه چه افتاد که برباد گشت
بس که صبا همدمیِ غنچه کرد — تازه نشد تا دمِ او در نخورد
باد حریفِ گل و گستاخ زد — جامهٔ صد برگ بصد شاخ زد

ہر گلِ بالا کہ بود تازہ رُوے ۔۔۔ جز تبری زو نتوان یافت بوے
نغزیِ این گل کہ ز تبری مغز ۔۔۔ داد بہ خشکی و تری بوے نغز
ماند چو در جامہ نسیمش مقیم ۔۔۔ جامہ نماند کہ نماند نسیم
سیوتیِ خوش کہ کنندش گلاب ۔۔۔ از ہمہ سو رو ہمہ رُوئے آب
یک گلِ بیلی دو دیگر درون ۔۔۔ گُل ز گل و گل ز گل آید برون
از گلِ بسیار دلش گشتہ باغ ۔۔۔ وز خوے او در جگرِ لالہ داغ
مولسریِ خُرد و بزرگ از ہنر ۔۔۔ خرد و بزرگ از ہنرش بہرہ ور
بوے وُے آن را کہ بمغز آرمید ۔۔۔ بوئے دگر گل نتواند کشید
پنجہ کشادہ گلِ لعل از پئے ۔۔۔ غرق بخون ناخنِ شیرِ یلہ
نے غلطم نافہ ۔ ولے نیم خام ۔۔۔ چیزے از و مشک و گر خون تمام
تا کند اندر دلِ بدخواہ ریش ۔۔۔ زاغ نشاند بسرِ شاخ خویش
جاے نہ در باغ ز گلہاے جاے ۔۔۔ مرغ در افغاں کہ نگنجید جاے
از پئے گل ہر کہ بہ بستان شتافت ۔۔۔ ملکِ جہان یافت اگر جاے یافت
گشت ز سر شفِ گلِ زر دام زا ۔۔۔ گل بہ زمین گونہ زر و دام دا
سبزہ گشتش ہمہ صحرا خرام ۔۔۔ پُرگلِ زرین شدہ صحرا تمام
غنچہ بہ بستان ز نم آوردہ شیر ۔۔۔ مرغ چو طفلان شدہ اندر نفیر

لہ پلہ۔ میوہ

باد دراں کوزہ شد و سر کشاد — گرچہ کہ در کوزہ نگنجید باد
نسترن از روئے نکو می پرید — بلبل و قمری ہم ازاں می برید
فاتحہ خواں غنچہ بگاہِ سحر — نرگس و سبقِ گل و علمِ نظر
گل کہ سپرہاش فراہم شدہ — پیشِ سپرِ غم سپرِ غم شدہ
گل ہمہ روئے شناسا شدہ — روئے شناسِ ہمہ صحرا شدہ
قطرۂ شبنم زدہ بر یاسمیں — ماہ بہ پرویں شدہ ہم در زمیں
کرد بہ تنگ آتشِ لالہ نشست — زاغ شدہ ہندوئے آتش پرست
گربۂ بید از گلِ لعل و سپید — گربۂ مشکیں شدہ در مشک بید
بید شدہ تیغ فشاں زیرِ پائے — سایہ ازو خستہ شدہ جا بجائے
لرزہ کناں آب ز آسیبِ باد — بس کہ برو سایۂ بید او فتاد
آب کہ آہن شدہ بود از سپہر — آہنِ او آب شد از تابِ مہر
غرقِ سپر گشتہ ز نیلوفر آب — بر سپرش قبۂ سیم از حباب
طرۂ سنبل ز شکن گشتہ باز — پنجۂ شمشاد شدہ شانہ ساز
برگِ گلِ بالا کہ دہد بوستاں — بیشترے ہست ہندوستاں
آں گلِ ہندی کہ چمن کرد راست — نے بخراساں کہ بعالم نخاست
کیوڑہ ہر برگ چو سیمِ سپید — عود ازو سوختہ چوں مشک بید

---

۱ یعنی خود را کشادن می خواست ۱۲ ۲ گربۂ بید نوعی از بید ۱۲

مائیم و مطربے و شرابے و محرمے | جائے بزیر سایهٔ شاخ چنار خوش
اے باد کابلی مکن و سوے دست تو | ما را مکن ز آمدنِ آن نگار خوش
چیزے دگر مگوے همیں گو که در چمن | سبزه خوش ست و آب خوش و جویبار خوش
گر خوش کند ترا بجدے که یار کرد | پیشش کن و بیار مشو زینهار خوش
ور بنیش که مست بود خفتنش مده | همچنانش مست به نزدِ من آر خوش
با او در آن زمان که عیش راه میدهد | بازی خوش ست و بوسه خوش ست و کنار خوش
من مستِ خوش حریفیِ اویم که آن حریف | سرخوش خوش ست و مست خوش و هوشیار خوش
سروِ پیاده خوش بود اندر چمن و لیک | آن سروِ من پیاده خوش ست و سوار خوش
از وے خوش ست بر شکنیها[۱] نگاهِ ناز | وز خسروِ شکسته فغانهاے زار خوش

صفتِ موسمِ نوروز و طرب کردنِ شاه
بزمِ دریا و کفِ دست چو ابرِ نیساں

رفت چو خورشید ببرجِ حمل | نورِ شرف کرد بگیتی عمل
دورِ جهان وزِ نو از سر گرفت | موسمِ نوروز جهان در گرفت
شاه در آن روز هم از بامداد | قصرِ فلک مرتبه را تاب داد
کنگرهٔ قصر طرف بر طرف | تا بحمل رفته شرف بر شرف

---

۱ بر شکستن اعراض کردن ۱۲

زاغ برفت از چمن ہائے تو — بوم ہم آوردہ دراں راغ رو
سارکِ رعنا بہ چمن باز خورد — چشم بر رخسارۂ گل سرخ کرد
بلبلِ سرمست ز نطقے کہ خواند — غنچۂ سربستہ دہن باز ماند
زاں قدحِ لالہ کہ قمری چشید — طوق گرد گردد ز گل زر کشید
کبک چو بر لالۂ کوہی گذشت — باش چو منقار ز خوں سرخ گشت
ہدہد ازاں آیۂ ہب لی[1] کہ خواند — تاجِ سلیمان بسرِ خود نشاند
طوطیِ ناطق چو زباں بر کشاد — منطقِ مرغانِ خراسانش داد
فاختہ ناطق با صولِ کلام — گفت یکے صانعِ خود را مدام
رہبرِ جاں گشتہ بگلزار طیب — رہزنِ عشاق شدہ عندلیب
شاہ دریں فصل بعشرت گری — با گل و بلبل بطرب گستری
بادہ بشاخ آمدہ در گل شدہ — وز دمِ او بلبلہ بلبل شدہ
مطربِ بلبل نفس از نغمہ مست — ویں غزلش بردہ بسر راز دست

غزل

آمد بہار و شد چمن و لالہ زار خوش — وقتیست خوش بہار کہ وقتِ بہار خوش
در باغ با ترانۂ بلبل دریں ہوا — مستی خوش ست و بادہ خوش ست و خمار خوش

---

[1] اشارہ بدعائے کہ سلیمان علیہ السلام فرمودہ بود کہ "رب ہب لی ملکاً لا ینبغی لاحدٍ من بعدی"

گوہرِ آں چتر کہ برشد بماہ — قطرۂ باراں ست ز ابرِ سیاہ

صفتِ چترِ سپید از پسِ آں چترِ سیاہ
چوں شبِ قدر و سپیدہ دمِ عید از پسِ آں

چترِ سپید آمدہ چرخِ امید — بیضۂ اسلام از و روسپید
سقف ز زر کردہ ستون از زرش — وز گہر آویزشِ سرتاسرش

داشتہ ابرے بستونِ سما — قطرہ معلق بمیانِ ہوا
ابرِ سپید و گہرِ بے بہاش — قطرۂ او داں کہ نمود از صفاش

سایۂ خورشید بود روسیاہ — سایۂ رویش بسفیدی چو ماہ
نور دہ و روشن و عالم فروز — چوں رُخِ خورشید گہِ نیم روز

شکلِ وے از فرقِ شہِ کامیاب — پارۂ نورے ہم ازاں آفتاب
از برِ خورشید سرش برگذشت — جامہ سفیدش ہم ازاں چشمہ گشت

چترِ سیہ گرد سوادے پدید — دیں بہ بیاض از سببِ او رسید
ماہِ دو ہفتہ کہ مدوّر نشاں ست — عکسِ وے از آئینۂ آسماں ست

صفتِ چترِ کہ لعل ست چو خورشید بصبح
بلکہ ہست او شفق و صبحِ جمالِ سلطاں

چترِ دگر روشنِ خورشید تاب — لعل و منوّر چو بصبح آفتاب

صفّهٔ آن طاق بیاراستند — پردهٔ زربفتِ فلک خواستند
تخت زدند و تتق آویختند — عرشِ دگر بر زمین انگیختند
چتر زهر سو بفلک سر کشید — ابرِ سیه زشرم بجا در کشید
پنج طرف چتر چو مهرِ سپهر — شش جهت آراسته زان پنج مهر
همچو گل و سنبل و سوریِ سپید — لعل و سیه گلگون و سبز و سپید

صفتِ چترِ سیه کز پیِ چشمِ خورشید
آن سیاهی که تو در خود طلبی هست بما

چترِ سیه‌اش شبِ قدری شمار — گشته شبِ قدر بروز آشکار
گونهٔ او زان بسیاهی شتافت — کز ته و بالاش دو خورشید تافت
بر سرِ او سایهٔ فرِّ همای — در تهِ او سایهٔ عونِ خدای
سوخته خود را ز تفِ آفتاب — باز رهانید جهان را ز تاب
گرد شود سایه چو پیرامنش — سایه که گرد آورد از دامنش
تا ز پیِ سایه بشه کرد روی — شاهِ جهان گشته ازو سایه جوی
سایهٔ او بر سرِ هند اوفتاد — هند شد از وی همه اعظم سواد
خامهٔ نقاش بسحرِ بنان — نقش نکرده‌ست سوادی چنان

---

۱ عبارت از پنج چتر

پرتوِ او ماند بجائے کہ دیر / مہر بر آں خاک نتابد دلیر
پیش وے از شرم سپہرِ کبود / نیمۂ کامل بزمیں شد فرود
کلہ او گشت چو با چرخ جفت / در غلط افتاد جہانی و گفت
چترِ شہ آنست کہ شد چرخ ماہ / چرخ مہ اینست کہ شد چترِ شاہ
دید سپہرش چو بداں نیکوئی / گفت کہ یارب منم و یا توئی
تو بسرِ شاہ و من اندر محن / یکشبے چرخِ تو شو چترِ من

صفتِ چتر کہ گل گز شدہ از گل گزِ او
برسرِ شاہ زگل سایہ کند تابستاں

چترِ دگر گل گز و گلگوں چو زر / چوبِ وے اکسونِ فلک کردہ گز
یک گل و بر ہفت فلک پردہ پوش / شہ شدہ در سایۂ گل بادہ نوش
کرد گلی رنگ دلِ ... شدہ / مرغ چو بلبل بسرِ گل شدہ
سایہ اش آں جا کہ فتد بر زمیں / گل بدمد گز بگز اندر زمیں
بر سرِ مہ کردہ ز گل خرمنے / گشتہ معلق بہوا گلشنے
گردِ رخِ شاہ چو جولاں نمود / گل کہ مہتاب دمد آں نمود

۱؎ گز بفتح جنسے از ابریشم لغتے تست و زرات گز بکاف فارسی لجیدان گز گفتہ و جامہ پیمایش نمایند و تیرے بے پر و نام درختے کہ عرب آں طرفاء و ہند جھاؤ نامند ۱۲ ۲؎ چتر الغبر از گل گز بودہ کہ بادشاہ را نسبت باہ کردند ۱۲

نه فلک از پیش روی درپیش | خوانده کواکب فلک اطلسش
سود سرش بر فلک سبز فام | گشت فلک سرخ و شفق یافته نام
از رخ شه رنگ چو دریوزه کرد | پشت بنه قبهٔ فیروز کرد
ابر بهار ار چو شود لعل کار | او شده ابرے که بود لعل بار
روش بسرخی چو گل تر شده | سرخی روے همه کشور شده
سرخی او تا ز فلک برگذشت | دیدهٔ خورشید بدو سرخ گشت
معدنی و معدن یاقوت و در | معدن او گشته ز یاقوت پر
چتر سیه را همه تن مشک دید | خون خود از غیرت او خشک دید
لعل که آویخته گشت از برش | خون چکان ست ز رنگ ترش

صفت چتر که سبز ست ز سرسبزی شاه
برگ نیلوفری اندر سر دریاے وال

چتر دگر همچو فلک سبز رنگ | بسته از و چشمهٔ خورشید تنگ
اطلس او سبز تر از آسمان | موجب سرسبزی شاه جهان
سبز درختے ز گهر یافته | سایه ز حق بر سر شه تافته
سایهٔ او گشت چو صحن الیس | سبزه زمرد شده اندر زمین
طرفه درختے که چو آید بهار | بر ندهد جز گهر شاهوار

گرزِ تو بجاے که سه پایه به فرش — کرسیِ نو ساخته پهلوے عرش

گاهِ نبردش ز زبان کار داد — جانِ بداندیش بجاندار داد

حربهٔ جاندار شده جان‌خراش — در جگرِ خصم زبانِ دورباش

دستِ سلاحی شده شمشیرسنج — دستِ توے از بارِ گهر زیرِ گنج

صفتِ تیغ که با خصم نیامش گوید
که زبهرِ تو فرو چند برم آبِ دهان

قطرهٔ آبی که بهنگامِ غرق — بگذرد از گردن و آنگه ز فرق

او بخوشی خفته میانِ نیام — خواب مخالف شده از وی حرام

شعلهٔ آتش بزبان آوری — ز آهن و سنگ آمده در داوری

آب ورا گوهرِ نصرت بپشت — آهنِ او را زرِ عالم بمشت

قیمتِ زر بیشتر از آهن ست — لیک زر را ز آهنِ او رونق ست

آهنش ار نیست قوی‌تر ز زر — هر چه زر بسته به پیشش کمر

پارهٔ آهن که بزر در خور ست — حرمتِ آهن نه از آنِ زر ست

از تنِ بدخواه کشد گاهِ کار — رشتهٔ رگ در گهرِ شاهوار

گردنِ دشمن زن با سر بهم — مهره در آمیخته گوهر بهم

۱؎ یعنی آدمی چون چیزے ترش و شیرین می بیند دهن پُر آب میگردد همچنان میان خصم نیام را دهن پر آب میگردد و آب
عبارت از تیغ ست ۱۲

داد بخورشید فلک پایگی | خاصه برائے حقِ ہمسائگی
پشتِ وے از بارِ گہر خم زدہ | چوں سحرِ گلشن شبنم زدہ
گوئی از انجم ہمہ گل چیدہ ماہ | دوختہ و ساختہ زاں چترِ شاہ
خامہ بسے نقشِ تر انگیختہ | رنگے ازاں گونہ نیامیختہ
جامہ چناں رنگ نیارد پدید | خامہ چناں نقش نیارد کشید

وصفِ دُورباش کہ نزدیکِ شدہ از ہیبت شاہ
گنگ ماندست زحیرت نکند کارِ زباں

روئے بروآئینۂ دُورباش | گاہ گہر سنج گہے نورپاش
از دو طرف رفتہ بہ پہلوئے شاہ | گوہر شاں گوہرِ بازوئے شاہ
تیغ زباں آختہ چوں بیدبرگ[1] | دردلِ بدخواہ زباں گیر مرگ
زآب گہر جوشش زباں پر شدہ | ریختہ دستار چہ پُر دُرشدہ
زاں سرِ دستار چہ بے بہا | دردلِ بدخواہ بسے ریشہا
دستۂ شاں فرقِ سراں کردہ خو | بستہ بزر چوب زتعظیم جو
واں دگرک از دو طرف چوں دو شیر | باد بجنبد زد و سوش دلیر
گر مگس آں جا پرد اندر ہوا | در رود اندر دہنِ اژدہا

---

[1] بیدبرگ جنس از پیکانِ تیر ۱۲

صفتِ تیر که بارانش بغایت سخت است

سخت بارانی در تیر مه و در نیسان

تیرِ پلنگ افگن و آهو شکار | وز دلِ دشمن شده سندان گزار
گاه پریدن چو عقابی درشت | کرده ز خون کرگسِ پر سرخ پشت
بیضه عقابی که چو ماهی نشست | جسته بران گونه که ماهی بجست
نے غلطم بیضه نشد تیر راست | بیضگی از دستهٔ شمشیر خاست
در سر و پایش دو گره جایگیر | زان دو گره مانده عقابان اسیر
راند چو بر رشتهٔ هوا تیز گام | از گره گز گرد فلک را تمام
بیلکِ سوزان بسرِ نے زده | شعلهٔ آتش بسرِ نے زده
هست نیِ خشک عدو را امید | زو همه سوری بود و برگِ بید
سوے عدو نے بدر آشده | در زدنِ چشم گزار آشده
دیده ز شمشیر بے سرزنش | جانِ عدو کنده نگاه کنش
از پئے فرمانِ نگهبانِ خویش | نامه کشی کرده چو پیکانِ خویش
تیر گرش گرد چو سوفار باز | گشته ز دستش سرِ سوفار باز
بود چپ و راست به پیشِ سریر | رمح و سپر تا بدو بر تابِ تیر
میمنه بگرفته سپرها سیاه | راست بدان گونه که گیرند ماه
دینِ شاهان ز سیاهیِ خویش | داد سپرهاے سیاهش بپیش

هندیِ گرز گشته با سلام راست ‏ ‏ یافته از شاه جهان دست راست

صفتِ چرخِ کمانے کہ بیاز وے شہ است

نیم چرخ ست کہ او نام نهاد ست کمان

ترکِ کماندار کمانے بدست ‏ ‏ کز خمِ او چرخ شده در شکست

از هنر و علم کنندش چو زه ‏ ‏ افگند از ناز در ابرو گره

هست گرش علم بداند کسے ‏ ‏ علم بدست آرکہ هست ادبے

مانده بپایے بکشاکش اسیر ‏ ‏ نامده از کش کمش اندر نفیر

گوشۂ خانہ زکشاکش دوال ‏ ‏ خانہ بجا مانده و تیرش روال

خانہ دو دار دبجهان خرمی ‏ ‏ تیرزنی[1] خانہ بدان محکمی

تا کند اندر دلِ بدخواه ریش ‏ ‏ زاغ[2] فشانده بسرِ شاخِ خویش

هرچه بود خشک بیابیش آب ‏ ‏ تر[3] شد از و آب نه بینی بخواب

زشت بود آب چو بروے گذشت ‏ ‏ زشت تر آنگاه کہ بے آب گشت

چوں کشندش غرق خداوندِ او ‏ ‏ ماه شود بستۂ پابندِ او

چوں زهنر بر کفِ شاهاں نشست ‏ ‏ زه کنندش هر کہ بود زور دست

۱؎ چوب کہ در تہ تیری باشد او ما تیرنزی می گویند - هندی گرلی ۱۲

۲؎ زاغ رمزاز تیر زیرا کہ لازمہ زاغ پریدن ست و تیر نیز می پرد ۱۲

۳؎ اگر تر شد ۱۲

از دُر و یاقوت درختان فراخ | مُرغ ز زر ساختہ بالائے شاخ
شاخ تو گوئی کہ بخواہد چکید | مُرغ تو دانی کہ بخواہد پرید
ہر چہ گزشتی ز گلستانِ زر | خوشتر ازاں کردہ بہائے دگر
ساختہ از موم بسے نخلِ چست | کاں بجز از موم نیاید درست
باغِ سوم چوں گزری زیں دو باغ | یافتہ از لالہ و ریحاں فراغ
بستہ بسے دستۂ گل دل فریب | کوششِ صد دستہ نمودہ بزیب
یافتہ سبزہ ز چینہا درود | ہر درود آمدہ آں جا فرود
غنچہ کہ دل بستہ بشاخِ چمن | ہم بگسست از پئے آں انجمن
بید کہ تیغ از طرفِ گل کشید | ہم ببُرید از چمن آں جا رسید
قصرِ ہمایوں ز زمیں تا سماک | زیورِ زر بستہ چو فردوسِ پاک
پردہ بزر دوختہ ہر دلمے | تا شدہ بے دوختِ سر سوزنے
اطلسِ زربفت بدیوارِ سنگ | داد بہر سنگ ز یاقوت رنگ
کردہ مسلسل ز گہر بوریا | کاں ز رش خواند فلک بی ریا
خاک ازاں مفرش زر یافتہ | خلعتِ نو روز زرش یافتہ
جشن چو آراستہ شد یکسرہ | از دو طرف میمنہ و میسرہ
شاہِ جہاں نشستہ بر زریں سرہ | چشمِ بداں دوخت نہ قدے چرہ
تاج بسر کردہ چگویم چہ تاج | قیمتِ او ہر دو جہاں را خراج

بر سپر لعل شده میسره | لعلی و زردیش همه یکسره
چون گل سوری شده گرد چمن | لعل تر از لاله بروے چمن
نیزه شده از سپر آراسته | راست چو تیر از سه پر آراسته
نیزهٔ والا ز سمک تا سماک | رامح و اعزل[۱] شده بر روے خاک

صفت رایت لعل و سیه اندر سر شاه
گشته خورشید میان شفق و شام نهان

از دو طرف رایت لعل و سیاه | سایه رسانیده ز ماهی بماه
ماهی نو ماه نو انگیخته | ماهی و مه را بهم آمیخته
یک دو هزار اسپ مرصع ستام | از دم خود بسته صبا را لجام
زین ز زر خویش که عالم فروخت | گرد هم از آتش خود سیم سوخت
میمنه جلها سپه انداخته | آتشے از دود لب ساخته
از پی اسپان صف صد پیل مست | ابر هوا گرد و بصحرا نشست
قلعهٔ آهن ته برگستوان | قلعه بجا مانده ستونش روان
باغ ز زر آراسته شد جاے بار | کرده برو ابر جواهر نثار
سبزه زمرد همه ریحانیش | سیم نباتے گل بستانیش

---

۱ سماک رامح و سماک اعزل نام ستارگان که ایشان را سماکان گویند ۱۲

دست بدست آشکرهٔ کامگار — گو برسد دست بدست از شکار
باز سپید آفت طاؤس و قاز — چرغ گزو بسته شده چشم باز
شیر فلک صید که شاهینش نام — آن که سزد باز سپیدش غلام
جامهٔ زر دوخته بقیمت گران — دوخته چشم همه قیمت گران
جام زر و نقره بباغ امید — کرده عیان لالهٔ سرخ و سپید
کشتی کز نقره و از زر بود — عمر بران خوش گذرد گر بود
زین همه چون برگذری بادپای — کز تگ شان باد بماند بجای
هر یک از آن تیز تگ و خوش خرام — قطع زمین کرده به تیزی گام
صورت تازی زده گوشش تیز — چشم جهان گوش به تیزی ستیز
عرضه کنان جمله بافگندگی — خدمتی خود ز سر بندگی
جام زر و جامهٔ گوهر نگار — بود ز هر جنس برون از شمار
مرد محاسب بشمارے که خواست — بیشتر از دست چپ آورد راست
بس که فرو رفت بسودا قلم — مجره سر باز نماند از رقم
حاجب فضّال چو قمری در بهار — نغز نوا گشته ز فصل بهار
تا شب آن روز دگر روز هم — کم نه شد آن خدمتے از بیش و کم
شب چو برآئین بهار زمین — کرد هوا پر ز گل و یاسمین
شاه بخلوتگه دولت شتافت — خلوت از و دولت جاوید یافت

چرخ قبائے ز گہر بافتہ — کردہ بے صنعتِ زر بافتہ
آبِ دُر از تاج و قبا و کمر — تا بکمر تا بگلو تا بسر
تن چو در آں خلعتِ روشن گرفت — خونِ یواقیت بگردن گرفت
بستہ چو جوزا کمرِ زر دو روئے — لعلِ بخورشید سپردہ ز دو سوے
ہر کہ نظر کرد بر ویش ز دور — عطسہ بر آمد بدماغش ز نور
جنبشِ سہم الحشم از ہر کراں — سہم زناں بر چشمِ اختراں
قوقہ چاوش کلہ در شدہ — یکسرہ بر صد سرِ شاں بر شدہ
ساختہ بالائے کلہ جایگاہ — نادرہ باشد کلہے بر کلاہ
شحنہ بار آمد و صف راست کرد — ترکِ فلک ہیبت ازو خواست کرد
تیغ زناں دستِ چپ و دستِ راست — ہر دو صف از صف شکناں گشتہ راست
نعرہ محجاب کہ دور از میان — آب کیاں ریخت بہ پیش کیاں
گرگمے پر زد و ازاں پیش و پس — خستہ شد از تیغ چو پرِ مگس
پیش کشیدند گراں تا گراں — خدمتیِ[1] ہر ہمہ خدمت گراں
گشتہ پر از نافہ چینی زمیں — باد شد از نافِ زمیں نافہ چیں
چرخ کماں ہائے سزاوار دہ — بر ہمہ[2] نو کردہ ز ابرو گرہ
تیر گرہ بکشاد بے بستہا — در ہنرش بستہ شدہ دستہا

---

۱ خدمتی پیشکش کشیدند ۱۲ ۲ ای برابر تکبر و فخر کرد و ماہ را کمینہ دانست ۱۲

نشست سبزہ زمیں سو در چپ گُل — ستادہ سروزاں سو جانبِ راست

صبا می رفت و نرگس از غنودن — بہر سوئے ہمی افتاد و می خاست

من اندر باغ بودم خستہ یار — بنام ایزد چو ماہ بے کم و کاست

چو رفتن خواست از پہلوئے خسرو — برآمد از دلم فریاد بے خواست

عزمِ سلطان بسوئے ہند بپایانِ بہار
راندن از شہر چو انبوہِ گل از بستاں

چوں حمل رفت شور آفتاب — پخت ہمہ دانہ پروین ز تاب

از شرفِ خویش برون اندرخش — وز شرفِ ماہ طلب کرد بخش

نقطۂ پرکار حمل را گزاشت — چوں حمل از نقطہ قدمے نداشت

رفت جہاں را ز عدالت مزاج — جست در آغازِ حرارت علاج

کشتِ ربیعی بدرود اوفتاد — مرغ بہر کشت فرود اوفتاد

خوشۂ پُر شد بہ تواضع گری — خوشۂ خالی بزبان آوری

خوشۂ ز پیری چو شد اندر سلام — از ہمہ کس یافت درودے تمام

از پئے کلمرغ[۱] جہاں می گزاشت — خوشۂ گندم بزبانش بداشت

سینۂ کنجشک بجائے درود — گشت پُر از گندم نو جو بجو

۱؎ کلمرغ بکاف تازی نوعیست از کرگس سرخ سرکہ بر سرش پر نباشد۔

رفت بخلوت درِ دولت کشاد خلوتیان را بہ نہاں بار داد
گرد رواں بر کفِ چوں لالہ زاد بادۂ گلرنگ ببوئے بہار
تشنگیٔ خلد بباقی سپرد بزم گہ از خلدِ بریں دست برد
شاہ ہر جرعہ کہ بر خاک ریخت در جگرِ خاک دُرِ پاک ریخت
از ہوس جرعۂ شہ در مغاک العطش آواز برآمد ز خاک
ریخت بسے رشتۂ در ثمیں گشت بیک رشتہ سرشتہ زمیں
موسمِ نو روز بہائے شراب شاہِ جہاں مست و مخالف خراب
جام ہمی خورد ہمی بود شاد شاد ہمی کرد جہاں را بداد
ہر چہ زر و جامۂ نوروز بود توسنِ تندش ادب آموز بود
بخشش خود کرد ز اندازہ بیش باز بدو داد کہ آورد پیش
ہر کہ چو گل کرد بہ بزمش گزر برد بسے دامنِ پُر سیم و زر
زر بخوشی داد شمارے نہ بود خوشتر ازاں ہیچ بہائے نہ بود
بادِ شگفتہ گل بخشش مدام بادۂ گل بوئے مدامش بجام
نغمہ زنش زہرۂ پردہ شناس نغمہ گری کردہ بچندیں سپاس
یافتہ در گوش ہمایونش جائے ایں غزل از مطربِ بط سرائے

غزل

گل امروز آخریں مشتِ بہ زجاست بجام لالہ مجلس را بیاراست

کوسِ عزیمت زد و شہر یار — لرزه در آورد بروئین حصار

دبدبه را کرد دمامه بلند — دم بدم نالۂ دمادم فگند

کوچ سپه کرد شه از شہرِ نو — داد جہاں را ز ظفر بہرِ نو

لشکری از ذرۂ خورشید بیش — ذره بدنباله و خورشید پیش

از اثرِ جوششِ خیلِ لشکری — لرزه اثر کرد تحت الثری

کرۂ گِل شد چو فلک بیقرار — کرۂ گل گشته فلک از غبار

از سمِ اسپاں که زمیں کرد چاک — کوه در آمد بتزلزل چو خاک

یافت سراپرده در آں جا مقام — دشت در آمد ز رسنہا بدام

گردِ سراپردۂ صحرا نشیں — دست زد او تا بحبل المتیں

باز ہمه رسمِ خوشی ساز کرد — زو ہمه عالم خوشی آغاز کرد

باده فرو ریخت بجامِ طرب — جرعه بنوشید زمیں با ادب

ہر چه زمیں در شکمِ گنج سنج — خاک بسر کرده ہمی خورد گنج

خاک ہر جرعه که زاں جا چشید — زر ہمه از پردۂ صحرا کشید

بود در آں مجلسِ فرخ اثر — گنج ہمه زیرِ زمیں برز بر

خاک نگر تخته دگرگوں گرفت — کز تهِ گل زر ہمه بیروں گرفت

شاه بدولت خوش و عالم بجام — از خوی پیشانیِ گل شسته جام

جام چو بردستِ شه آورد پای — غرقِ عرق ماند ز ہیبت بجای

خرمنِ دهقان بفلک سر کشید　　سنبله در تودهٔ خود در کشید
سبزه در پاش زمرد نمائے　　کاه شد از زردی بل کهربائے
سرو سرا از چمنِ گلستان نبرد　　نعمتِ دیدار غنیمت شمرد
هر چه گل آخر شد و عمرش گذشت　　اولِ عمرِ شه آفاق گشت
شاه بر آئینِ خود از جامِ جم　　خون بد اندیش همی کرد کم
پے به پے از شرق خبر می رسید　　وین خبر از هر همه بر می رسید
مصلحتِ ملک ز رائے درست　　هر چه صواب است همی باز جست
کز پئے آن کار بتدبیرِ خویش　　حیله چه سازد که بخیزد ز پیش
خود کمرِ کینه کند استوار　　باز پئے رزم فرستد سوار
کارشناسی که دران راز بود　　پرده ز تدبیر برانداخت زود
گفت که از صد سپه کینه خواه　　آن نه سزد کز تنِ تنهائے شاه
لشکرِ شه گرچه بود فتح یاب　　شاه بباید ز پئے فتح باب
گرچه که سیاره بود شب فروز　　لیک ز خورشید توان یافت روز
گرچه که صد جوئے بیک جا شود　　سیل شود لیک نه دریا شود
شاه در آئینهٔ رائے منیر　　نقش همان دید ندیدش گزیر
در وسطِ ماهِ ربیعِ نخست　　عزمِ سفر کرد بمشرق درست
صبح چو بر زد علمِ آفتاب　　لشکرِ سیاره فرو شد بآب

بازمی گفتم و افسانۂ ہجران با خویش — تا بداں لحظہ کہ بالاے سرم مہ برسید
از پئے کوری آں کس کہ نیارد دیدن — قرۂ نورِ بصر بر منِ اکمہ برسید
آمد آں روشنیِ چشم باستقبالش — مردمِ دیدہ دواں تا لبِ رہ برسید
آمد آں سادہ زنخ بر منِ بیہوش ز دآب — بر سرِ تشنہ نگہ کن کہ چہ ساں چہ برسید
گریہ بر سوزِ غمش آمد و بر سوختگاں — ایں چہ بارانِ کرم بود کہ ناگہ برسید
دل شد از منِ بیمار و بپرسش نامد — چوں خبر یافت کہ جاں می دہم آنگہ برسید
می کشیدم سرِ زلفش ز قفا جانبِ روے — تا شبِ تیرہ بنزدیکِ سحرگہ برسید
خسروا اگر رسد ابلہ بہ بہشت ایں چہ عجب — عجب ایں بیں کہ بہشتی تو ابلہ برسید

ذکرِ باز آمدنِ قلتشہ از قتلِ مغل ہمچو گرگاں ز رمہ با علمِ از برخاں

صبح چو بر شد بسرِ یرہ سپہر — گرد کشادہ بجہاں چشمِ مہر
بارِ گراں دادہ فلک را ز گنج — تا فلک از بارِ زر آمد برنج
شاہِ فلک مرتبہ و گنج بار — داد برا ورنگ چو خورشید بار
مہ ز فلک چترکشِ شاہ شد — چتر ہمسایگیِ ماہ شد
صف بکشیدند ملوک از دو سوے — ہر ہمہ بکرویہ شدند از دو روے
طبل زناں بار بکِ لشکرش — وانچہ بُد از لشکرِ شہ یا ورش

گرچه همی خورد بسے جام بخت — هم بتغافل نشد از کارِ تخت
مست نمی شد که ز رطلے صواب — عقل زبر دست شدش بر شراب
مستیِ او مایهٔ هشیاریش ها — خفته همه خلق ز بیداریش
خواست گلِ فتح ز هندوستان — لاله شگفتش ز دگر بوستان
لشکرِ کافر کشِ بالا نورد — از عقبِ کوچ در آمد چو گرد
بار یک آمد ز مصافِ مغل — بسته گلوهاے مغل را به غل
طوق بگردن همه چون فاخته — غلغلے اندر گلو انداخته
در خمِ هر سلسله صد سگ اسیر — سلسله از حلقِ سگان در نفیر
اسپ تتاری که بدندانِ تیز — برکند از شاخِ گیا رستخیز
شیر زمین سینه و کوتاه دُم — سوده سرِ گاوِ زمین زیرِ سُم
شاه بدان مژدهٔ دولت که یافت — باده طلب کرد و بمجلس شتافت
ز اوّلِ روزش ز طرب تا بشام — دور نشد مے ز کف و لب ز جام
خورد مے و گنج بمحتاج داد — بس گهر و زر که بتاراج داد
گاه بهر جرعه گهر مے فشاند — گاه بهر زمزمه زر مے فشاند
عمرِ ابد باد بعیش اندرش — وین غزل اندر لبِ خنیاگرش

غزل

دوش ناگه بمن دل شده آں مه برسید — دل بمقصود خود المنة لله برسید

صاحبی از موج بر آب دگر | بر تن و دریا صفتانش گذر
خاره بر اندامِ کسے خود نبود | معدنِ لعل کم از خاره بود
جمعی ازیں گونه کم آراسته | چشمِ بد از دیدنِ آن کاسته
صف زده با تیغ زبان دگون | گشته بدرگاہِ شہنشه رواں
بانگ بر آمد ز نقیبانِ بار | پرده بر انداخت ز در پرده دار
راستی آمد به مقامِ لعال | کرد بسجده قدِ خود را ہلال
ہر کس ازاں سجده که حالی نمود | صورتِ آں صورتِ قالی نمود
زاہلِ سپه تا بخداوند کوس | یافت ہمه کس شرفِ دست بوس
از پسِ آں خدمتی آمد به پیش | ہدیۂ شاہانه ز اندازه بیش
جام زر و جامئ زریں علم | با تحف و اسپ و طرائف بہم
حاجبِ فضل آمد و تفصیل داد | کرد مفصل ہمه در فصل یاد
خدمتی اندر محلِ عرض گاه | گشت چو مقبول با قبالِ شاه
عرض در آمد با سیرانِ رزم | کز پئے شاں لشکرِ شه کرد عزم
کافرِ تاتار برون از ہزار | کروه دگر گونه با شتر سوار
سخت سرانی بو غا سخت کوش | ہر ہمه پولاد تن و پنبه پوش
روئے چو آتش کُله از پشمِ میش | آتشِ سوزاں شده با پشمِ خویش
سر تراشیده ز بہرِ قلم | زاں قلم انگیخته خذلاں رقم

آمده پیرامنِ داخل ستاد — شد علمِ داخل از دو پرِ زباد
رل صفت لشکر و جمتره[1] و علم — داخلِ نصرت شده از دو چشم
چون گره بر کوسِ مسین داد بر — زد مسِ او بادِ زرِ رویینه کوس
کوفت چو آن کوسِ شغبناک را — گوش فتاد اخترِ افلاک[2] را
از سرِ داخل یلِ[3] کافرشکن — گشت پیاده چو گل اندر چمن
داد شهش خلعتِ گلگون ببر — گل ز زر و شبنمِ او از گهر
قندزِ زرین چو فلک مو بمو — فرق بموئے ز فلک تا بدو
جامهٔ خز جوهرِ شان از جفت طاق — جوهرِ فردِ آمن بالاتفاق
جوهرِ آن[4] جبّه که فردش لقب — یافته تقسیم بجزء واین عجب
در صفِ او جمله سرانِ نبرد — رنگ برنگ از سلبِ سرخ و زرد
موے میان در کمرِ زر شده — رشته بیاقوت و گهر در شده
هرچه که بودند امیرانِ شاه — هر همه در چرخ چو خورشید و ماه
کارگزاری که بقیمت گران — جائگی کارگزارانِ جهان
بسکه خوے داد خوی از تن برون — آب چکید از تنِ خوے آب گون

---

۱ بزبانِ ترکی منسوخ علم ۱۲ ۲ فلکے ابوجه کوزه پشتی به اختر هم تشبیه دهند ۱۲
۳ پهلوان و شیرِ مبارز ۱۲
۴ جوهرِ آن جبه که لقبِ او فرد است ۱۲

گشت لُلی گو همه بر بانگِ نے — همچو زنان نوحه کنان پی به پے

از روشِ موی شان پرورشش — از غشِ فی پاشن سنسن خورشش

قصه شنیدم هم از ایشان مگر — این کس ز سته نخورد آن دگر

خوردنِ سے را چو پے اندر زند — عیب نگیرم که برگ سے قند (بازرنگ) (نام ولایت)

مانده شان از خورشِ زشت سے — وان که به بیند قیش آید همے

اصل ز سنگ لیک بزرگ استخوان — گر به یخی شده بر روے خوان

کوه تنانے قشر کرده جاے — کوه شده بر سرِ کوهان پاے

شد عجب زان همه روهای زشت — کایزد شان ز آتش و دوزخ سرشت

دیو سپید آمن هر یک برے — خلق بلا حول ز هر جا برے

رخت چو بر بست اسیرانِ بار — در عددِ کشته در آمد شمار

سر ز سرِ نیزه به بے داشته — سر ز پسِ مردگی افراشته

نیزه سر افراخته از حد برون — بیشتر از نی به نیستان درون

پوستِ دو رون کرده پر از گیاه — از رخِ افتاده بدیگر رخے

بر سرِ چوبے سرِ پُر گَه شده — سیلِ بران غُرّه موجه شده

چون سخن از سرزدگان قطع گشت — پیچشِ سر رشته بپایان گذشت

اسپ چه گویم همه تاتاری اصل — بند به بندش هنر گرد وصل

له لُلی گو یا لُلی زن سراینده و خواننده ۱۲ ۲ه هرسه انواع گیاه بسیار بدطعم و زشت بو ۱۲

رخنه شده طشتِ مس از چشمِ تنگ — دیده در انداخته در رخنه سنگ
زشت‌تر از زنگ شده بوی‌شان — پست‌تر از پشت شده روی‌شان
چهرهٔ شان دبّه ز نم یافته — جاے بجا کنجلک و خم یافته
از رُخ تا رُخ شده بینی پهن — وز کله تا کله لبالب دهن
بینیِ پُر رخنه چو گورِ خراب — یا چو تنورے که ز طوفانِ آب
موے ز بینی شده بر لب فراز — سبلتِ شان گشته بغایت دراز
ریش نه پیدا مِن چاهِ زنخ — سبزه کجا بر دمد از روے شخ
گرد زنخ‌شان ز محاسن کنار — اهلِ زنخ را بمحاسن چه کار
سبلتِ چون سیخ چو تتماج روے — رشته بهین نعمتِ شان در گلوے
از سپشان سینه سفید و سیاه — کاشته کنجد بزمینِ تباه
روغن اگر خلق ز کنجد چشید — کنجدِ شان روغن از ایشان کشید
بر تنِ شان از سپشِ بے شمار — پشت چو کنجیت شده دانه دار
پشت چو کنجیت سزاے درفش — چرم قفاگاه سزاوار کفش
نیم تن از موے بره در خراش — نیم سر از بیم سپش در تراش
برقِ لعنت[1] ز سر افراخته — پرچم[2] و طاسیش ز سر ساخته
خورده سگ و خوک بدندانِ بد — بر همه دندانِ حشر و خرد[3]

---

[1] قومی از مغلان ۱۲ [2] پرچم قبه را گویند یعنی چیرق ایشان همین سر ایشان بود ۱۲
[3] دندان خرد که آن را در عربی ضرس العقل و در هندی عقل داڑھ گویند ۱۲

گشت رواں ہر گرہ پیل از شکوہ　　خاک بلرزید و بجنبید کوہ

پائے کشاں شد جل زرّینہ طرز　　دامن کہسار درآمد بلرز

ہر یک ازیں گنبد رنگیں بپائے　　در رخ صحرا شدہ گنبد نمائے[۱]

تاش بہ پیش نظر آید بدی　　گور کند زیر چناں گنبدی

از دہل ہندی و از کرنائے　　وز شغب طاس و نفیر و درائے

شد ہمہ روئے زمیں اندر خروش　　در سر ہر پیل[۲] گراں گشت گوش

پیل گراں غلغلہ آواز داد　　کوہ تو گوئی کہ صدا[۳] باز داد

پیکر شاں پیش شہ ارجمند　　بست سدے پیش سکندر بلند

شاہ بفرمود کہ برند پیش　　گاو قوی ہیکل و نر گاو میش

بستہ فگندند دو گا نرا بہم　　پشت زمیں شد ز گرانی بخم

پیل بیک حملہ کہ جنبش نمود　　ہر دو بیک گوشۂ دنداں بود

یک بدنداں چو یکیں در گرفت　　گاو زمیں را ز زمیں بر گرفت

گاو گراں کوہ ببالا برید　　چوں بز کوہی بہ بلندی رسید

دور چو بگذشت ز گاو میش و گاو　　شد بجز[۴] افسار مغل کاد کاو

رشتہ کہ دادند بدنیاں دراز　　رشتہ گرہ ہائے دگر کردہ باز

---

۱ یعنی جست ۱۲　　۲ یعنی ہر پیل کر شد ۱۲　　۳ آوازے را کہ از کوہ و گنبد باز آید صدا خوانند ۱۲　　۴ خر افسار رسنیکہ در گردن سگ وغیرہ بندند ۱۲

گوشِ سناں ساختہ پرچم ز موے — پرچمِ سر بستہ بہ زیرِ گلوے
کاسہ سنانی ہمہ صحرا نوش — تلخ کمیتانِ برآوردہ جوش
سخت چو سنگے تنِ کشتی نمائے — کشتیِ سنگی و بآب آشنائے

چوب شدہ از روشِ ذی قیاس — کرسیِ چوبیں شدہ زیرِ پلاس
باد بہمراہیِ شاں گشتہ لنگ — یافت ز ہرپاے عصاے بجنگ
چوں بجا در زدہ دندانِ پیش — بیخِ زمیں کندہ ز دندانِ خویش
لقمہ شود کوہ بمیدانِ شاں — سنگ نیاید تہِ دندانِ شاں

چوں فرسِ افسار باخور سپرد — میرِ سلاح اسلحہ را پیش برد
تیر و کماں را چہ تواں صف شمرد — بر سرِ پیکاں ز بلا آب خورد
بیلکِ شاں از سرِ چوبِ سپید — برگ بروں آمد از شاخِ بید
یافتہ از کلکِ خطاے عطا — وصلِ خطا کردہ و دور از خطا
سخت کمانہاے تتاری شکنج — آمدہ از چوبِ تمامک برنج
ہر کہ بہر گوشۂ او خانہ ساز — خانہ شدہ کوتہ و گوشہ دراز
بود نہ چنداں کہ تواں بر شمرد — رفت سلاحی بسلح خانہ برد
آمدہ فتح چو از پیش رفت — ہر گہرے در محلِ خویش رفت
پیل طلب کردہ شہِ پیل زور — کاوردآں بے ملکاں الشعور

---

۱ پیکاں آبِ بلا خوردہ بود نکتہ سیبک مصفر تیر تتاری و فیلک بلغار رفتے از د ۱۲

۲ چوب تمامک چوبے کہ بدو گردشِ کماں راس کنند ۱۲

تری نم گشته مرکب بر رود | نام ترنم شدش اندر سرود
نور نشاط از افق جام تافت | شه زمی وے زلبش کام یافت
باد همه وقت بشادی و ناز | باده کش و خصم کش و بزم ساز
گفت همی زهره به بربط زنش | این غزل تر ز زبان منش

غزل

تیغ برگیر تا ز سر برهم | تیر بکشاے کز نظر برهم
آشکارم بکش که تا بارے | هم ز سر هم ز درد سر برهم
خشم کن تا بمیرم اندر حال[۱] | از تو وز خویشتن مگر برهم
باخودم جرعه ببخش از لب | تا ازین عقل حیله گر برهم
بی تو دایم چگونه باید زیست | اگر از مرگ پیشتر برهم
گفتیم خوش بزی و عشق مباز | زنده از دست تو اگر برهم
وه[۲] که شب در میان کنم هر دم | از تو روزے کای پسر برهم
جور کردی بآه رخصت ده | بو که از سوزش جگر برهم
غم خسرو بگو بیت که اگر | از رقیبان بے هنر برهم

---

۱ اے علی الفور و بلا تاخیر ۱۲

۲ کلمه تعجب ۱۲

هر گرهے سخت کزاں رشته داد — پیل بدنداں گرهش بر گشاد
خرد شد ندازته کوه گراں — گرچه که بودند بزرگ استخواں
پشت به پشت ارچه که از بهر جنگ — آمده بودند کمر بسته تنگ
گشته جهاں نوع شده تن بتن — بسته گره پشت به پشت از رسن
شاه بفرمود که دهگاں هم — سخت به بندند شکم بر شکم
پیل کزاں جمله بروں تاختند — آں همه را پیش وے انداختند
تن بزمیں کرد زمالشش[1] پیل — سر بهوا رفت چو با گشت[2] پیل
گر سر و پاشاں ببریدی به پیش — فال گرفتندے ز احوال خویش
فال نگه کن که کجا سر کشید — واں سر و پا بیں که کجاها رسید
چوں تنه چند زامیر صده — دست اجل داد بدام و دده
وانچه دگر ماند شهنشاه دهر — کرد رواں از پئے تشهیر شهر
روز بداں مشغله مشغول بود — گاه کرم گاه سیاست نمود
چوں فلک از شیشه خود گاه شام — جام فرو برده بدور مدام
هم بفرو برد جام از دروں — داد همه گوهر خود را بروں
شاه طلب کرد شراب رحیق — شیشه در آمیخت گهر با عقیق
شد لب قرابه ز مے خوں فشاں — گشته رگ چنگ بجوشش کشاں

---

[1] یعنی از مالیدن پیلاں ۱۲ [2] تکیه، در داول پیلاں را تعلیم به برانداختن تکیه می کنند ۱۲

منزل چیور ز نزول سپاه — ماند تهی از علف و از گیاه
حکم چنان رفت ز زرّین سریر — کز صف لشکر ز دو سو چند میر
نامزد و باربک و رگهند — در همه تدبیر به و همرهند
باربک و تیغ زنانِ سپاه — طبل زنان پیش گرفتند راه
کوچ بکوچ از شدن بی درنگ — لشکر شان رفت گذارای گنگ
گرم بآبِ سرو در رسید — در سرو رفت عنان در کشید
پیش در آمد ز بزرگان پیش — چند ملک با سپه و ساز خویش
خانِ گره چهجو کشور کشای — کز لب خانان گره بستش بپای
چند هزارش ز سوار نبرد — ساخته[۱] هر چه نخیزد ز مرد
خان عوض نیز بفرمانِ شاه — کرد بیک جای فراوان سپاه
باربک و شان همه یکجا شدند — ساخته کار مهیا شدند
لشکر شان شد ز صف با شکوه — از لب آب سرو بشش کروه
تیغ زن مشرق از آن سوی آب — تیغ برون آخته چون آفتاب
در همه خشکی و تری لشکرش — برده ز عالم همه خشک و ترش
یافت خبر ز آمدن آن سپاه — کز پی شمشیر بریده است راه
از غضب افگنده بر ابرو گره — وز پی کین کرده کمان را بزه

---

۱ هر قدر که مردانگی از مرد بظهور آید یا قدر که سلاح مرد بردارد و آنها برداشته بودند ۱۲

نامزد گشتن لشکر بیرک سوے اودھ
صد سرافراز و ملک باربک اندر سرِ شان

گرد چو شب نوبت خود را تمام — صبح[۱] دہل برد ببالاے بام

نوبتِ شاہ شد اندر عمل — نوبت او شد بہ ماہ بدل

لشکر اقلیم ستان کوچ کرد — چرخ و زمیں ہر دو یکے شد ز گرد

ماہ علم بعد دو منزل بجون — عکس نما شد بلبِ آبِ جون

گرد ہمی آں سپہ اندر شتاب — ہم ز زمیں کاہ ہم از جون آب

گرد چناں کرد دراں رہ اثر — کآبِ رواں تیرہ نمود ش بدر

گرد سپہ بس کہ بجون او فتاد — جون جزیرہ شد و پایاب داد

گر بدے آنجا دو سہ روزے مقام — بستہ شدی پل ز غبارش تمام

آمدہ با لشکر دریا شکوہ — رفت بپایاب گروہا گروہ

عبرہ[۲] شد داد بیک روز جون — عبرہ[۲] یک روزہ عالم بجون

غنہ ز لب جون سپہ را نخواست — دور نشد دست چپ از دست راست[۳]

روز دگر چوں فلکِ آبگوں — داد رواں چشمہ خود را بروں

کوکبہ شاہ رواں شد ز آب — کرد سوے منزل جیور شتاب

---

۱ یعنی صبح بلند شد و بر آمد ۱۲ ۲ یعنی در آمد شہ یک روز عون داد جون را ۱۲
۳ بالکسر خراج و بالفتح گذار شدن ۱۲

لیک چو هم چشم[۱] من این نور برد — چشم خود از خود نتوان دور برد
من ز پدر فسرِ پدر یافته — تاج درین ملک پسر یافته
چون کلهم را بسرم شد پناه — کس نرباید ز سرم خود کلاه
هر که فرستادهٔ آں درگہ است — بندهٔ موروث درِ این شه است
بنده که پادشاه شود کینه جوے — خلق چه گویند تو هم خود بگوے
خود که تواند که درین داوری — پیش من آید بزبان آوری
این قدرم دست درین کار هست — کت بنمایم بچنین کار دست
لیک چو من با تو شوم همعناں (برابر) — فرق چه گوئی چه بود در میاں
مس که زر اندود کند زرگرش — کس نستاند بهاے زرش
عیب ترا از دوست که چوں برکشد — آهن و زر هر دو برابر کشد
نے ز فرستاده دلم عیب جست — آنکه فرستاده عتابم بر اوست
در دلم آید که بر آیم به تیغ — خوں بدلِ خاک دهم بے دریغ
مشرقیم هندیِ[۳] (تیغ، شمشیر ۱۲) من چرخ تاب — کس نزده تیغ به از آفتاب
لیکنم این پایه زیانِ خود است — حرمت تو نیست از آن خود است
گر سپهم در تو رساند گزند — جان من است آنکه بماند نژند
ور ز تو در قلب من آید غبار — هم تو شوی در رخ من شرمسار

---

۱ فرزند من پادشاه شده ۱۲ ۲ یعنی در حالت حیات خود غیاث الدین مرا مرتبهٔ پادشاهی داده بود ۱۲
۳ هندی تیغ دو رویه و پولاد هندی رمز آفتاب زیرا که آفتاب هم دو رویه است ۱۲

جُست رسولے کہ گذارد پیام   ہرچہ بگویند بگوید تمام
گر سخن از صلح بود یا نبرد   کم نکند ہیچ ز نیروے مرد
دید کہ کس نیست ز برنا و پیر   در خور این کار چو شمس دبیر
پیش طلب کرد پیامے کہ خواست   سوے مخالف ز کرشمے کرد راست
کیں منم اینک شہ مشرق کشای   بر حد مغرب شدہ تیغ آزمای
آنکہ علم[1] از سر مغرب کشید   پایش ازیں پایہ[2] بمنصب رسید
لشکر آں ملک غلام من ست   خطبۂ آں تخت بنام من ست
ملک ز من چشم[3] مرا داد نور   خانۂ خویش ست ز رفت ست دور
رشتۂ من گر گہر بر دہد   مالک[4] آں سلک منم در گہر
آنکہ برآرد ز میانہ غبار   تیغ بدست ست مرا آبدار
اے کہ بپیش آمدی از راہ دور   کیں نتواں گفت مگر در حضور
چوں تو نمک خوردہ از خوان ما   دست چہ داری ز نمکدان ما
چوں تو نمک در ہمہ مذہب حلال   گر تو حرامش کنی اینک وبال
گر پسر از غیبت من ملک یافت   روے نخواہد ز پدر باز تافت
ہم تو کزیں راہ ترا آگہی ست   وارث ایں ملک ندانی کہ کیست
گرد گرے در محل من بدے   تیغ منش بر سر و گردن زدے

---

[1] یعنی از مرتبہ من ۱۲   [2] یعنی پسر زند را بادشاہی ۱۲   [3] مالک آں بادشاہی ۱۲

رفت فرستادۂ رازِ نہفت | ہرچہ کہ بشنید بشہ باز گفت
شہ چو خلافے ز مخالف ندید | زانچہ ہمی گفت زباں در کشید
دست بہ بربود و بیار است بزم | دور شد از پیش ہمہ سازِ رزم
گشت بمیدانِ طرب ناشکیب | بس کہ گراں شد ز تمکینش رکیب
بادہ ہمی خورد بر آئینِ کے | گنج ہمی داد بہر جام مے
گنج برو رنج و لے گنج سنج | در کششِ گنج ہمی برد رنج
لعل فشاں ساقیِ زرّیں کمر | گشتہ چو خورشیدِ فلک لعل گر
شاہ براں سو بطرب گستری | باربک ایں سوے بعشرت گری
ساغرِ ضحاک ہمی خورد شاد | از کرمِ شاہِ جہاں کیقباد
باد خوش از بادۂ شادی سرش | شاہدِ دولت بکنار اندرش
سازِ طرب مطرب او را چنگ | بر دلِ زہرہ شدہ زو پردہ تنگ
کردہ بگوشش غزلِ من عمل | حالِ منش گفتہ بگوش ایں غزل

غزل

از دل پیامے دارم بر دوست چوں رسانم | آنجا کہ اوست جاں را پنہاں فرو رسانم
گفتی کہ جانِ خود را کس چوں بکس رساند | گر در حضور باشی دانی کہ چوں رسانم

---

۱ عبارت از شراب پیالہ ۱۲

باش که تا در رسد آن کینه کوش | مهر مرا بیند و ماند خموش
رفته فرستاده و برد این پیام | گفت بلشکرکش کشور تمام
خان سپه باربک تیزهوش | کرد چو زان گونه پیامے بگوش
درخور آن داد جوابے سره | سخته بمیزان ادب یکسره
گفت ازیں بندهٔ حضرت پناه | سجدهٔ تعظیم رسان پیش شاه
باز نما کاے بسریر سرے | یافته از تاج گهر برترے
تاج ترا از گهرت باد نور | چشم بد از گوهرِ تاجِ تو دور
من که فرستادهٔ شاه خودم | بر خط اخلاص گواه خودم
شاه که از تاج کیان سرکش است | تخت پدر داشت نگه زان خوش است
غیبت تو جاے تو نگذاشته است | غیبت ازیں به که نگهداشته است
شیر وگر در پئے این صید بود | شیرے ادبیں که چگونه ربود
نامزدم کرد که در هر دیار | دشمن او را نه‌هم زینهار
زانچه اشارت بمن است از سریر | تیغ گزارم که ندارم گزیر
گر دگرے پیش من آید به تیغ | تیغ خورد از من و از خود دریغ
ور ز تو از دور ببینم حضور | گر نه گریزم شوم از پیش دور
عطف کنم لیک نه از بیم کس | از پئے تعظیم شکوه تو بس

ا فرزندِ تو ترا تاج ترا نور شده است ۱۲ | ے یعنی من با معزالدین بدل و جان موافق هستم ۱۲

هر دم صبحی که دما دم گرفت — آتش خورشید بعالم گرفت

دشنهٔ که خورشید زد و سایه خورد[١] — در سپر سایه بسے رخنه کرد

ماند دراں رخنهٔ ز آتش نشاں — چرخ بہر رخنه شد آتش فشاں

بسکه شد روز جهاں راز تاب — دیده نشد نقش شب الا بخواب

صبح هم از تافتن شب برست — طالب شب گشت چراغی بدست

تافته از گرمی خود آفتاب — تابش او کرده جهاں را بتاب

شب شده چوں روز وے اندر گداز[٢] — روز چو شبهاے زمستاں دراز

بیش بقا روز بماند بسال — بیش بقا تر شده بعد از زوال

تیزے خورشید هم از بامداد — کرد حک از کاغذ شامی[٣] سواد

خلق کشاں در پے سایه رخت — سایه گریزاں به پناه درخت

جانب سایه شده مردم رواں — سایه بدنباله مردم دواں

بسکه شده سایه زگرمی سیاه — گرم[٤] درانداخته خود را بچاه

خواست کند خلق زگرمای خویش — در پے سایه خود جای خویش

لیک ز تاب فلک تابناک — سایه[٥] نماند از تن مردم بخاک

گرم چناں گشت هوا در جهاں — آتش گوینده بسوزد[٦] زباں

١؎ اے سایه پاره پاره شد ١٢ ٢؎ در ماه دوے چوں آفتاب در قوس رسد روز کوتاه و شب دراز گردد ١٢ ٣؎ کاغذ شام تیره رنگ پیدا شد کنایه از روز ١٢ ٤؎ شتاب یا سوزاں ١٢
٥؎ وقت استوا آفتاب ١٢ ٦؎ یعنی اگر لفظ آتش بر زباں آرند زباں بسوزد ١٢

آں بادرا که جاناں از تو جوابم آرد — یک جاں اگرچه باشد صد جاں فزوں رسانم

جاں می بری ز سینه داری گرانی از غم — تو دست خود مرنجاں تا من بتن رسانم

گیرم جواب ندہی دشنام گوے بارے — تا من بداں عنایت دل را سکوں رسانم

آنجا که کشته شد دل شمشیر تیز برکش — تا سر نهم بجانب خوں را بخوں رسانم

حکم ارکنی بمردن بر دیگراں تو دانی — لیکن اگر بخسرو فرما کنوں رسانم

صفت موسم گرما و بره رفتن شاه

ابر بالاے سر و باد بدنبال دواں

(ابر: عبارت از چتر — باد: عبارت از بادبان)

خانه چو خورشید بجوزا گرفت — رفت درانخانه درون جا گرفت

رفت درانخانه تیر از مسیر — محترق[1] از آتش خورشید تیر

باد ز جوزا شده[2] آتش زهر — سوخت جهانے ز زمیں تا بپهر

چرخ چو شد صیقلی تیغ خور — بست ز جوزاش دو[3] رویه کمر

خانه[4] خیش از خنکی و تری — یافته از خنجر گه مه برتری

اختر بد مهر فلک گرم کیں — گرم شده مهر[5] فلک بر زمیں

مهر (آفتاب) ز جوزا بدر و (دوپهر) گرم خوے — گرم[6] (منافق) بود هر که بود از دو روے

---

[1] یعنی با هر ستاره که آفتاب قران کند آں ستاره را محترق خوانند گر باه و عطارد اکثر اوقات در احتراق باشد ۱۲

[2] چوں آفتاب در جوزا در آید باد گرما بسیار باشد ۱۲ [3] بسبب دو پیکر دو رویه گفت ۱۲

[4] خیش نوعے از کتاں که در گرما از و خانها آراسته کنند ۱۲ [5] سقف و آفتاب ۱۲ [6] کثرت التوضیح من النفاق ۱۲

صفت خربزه کز پردلی آنجا که بود

تیغ و طشتیش مهیا بسرآید غلطاں

خربزه گوئی که بصحرا و کشت ‌‌ ‌‌ گوئے ربود از ثمرات بہشت
گوئے شکم بستہ بچوگانش دہ ‌‌ ‌‌ گوئے یکے بینی و چوگانش دہ
سبز خطے در خط او موئے نہ ‌‌ ‌‌ مشک دمے مشک بآں بوئے نہ
ساختہ در آب کمانش کمیں ‌‌ ‌‌ چاشنی و آبِ کمانش ببیں
رنگ[۱] زہش سبز و کماں آبگوں[۲] ‌‌ ‌‌ زہ ز بروں بستہ کماں از دروں[۳]
بر سرِ ہر میوہ کلہ در شدہ ‌‌ ‌‌ بہر کلہ را ہمہ تن سر شدہ
از مزہ گرد آمدہ در روئے نبات ‌‌ ‌‌ خام خضر (سبز ۱۲) پختہ چو آب حیات
گرچہ از و چشم کساں درد کرد ‌‌ ‌‌ روشنی چشم من ست آں نہ درد
خلقِ جہاں را چنیں وقت شاہ ‌‌ ‌‌ داشتہ در سایۂ چترِ سیاہ
ہیچ ز خورشید نبود آگہی ‌‌ ‌‌ در کنف دولت ظل اللہی
با چنیں آتش کہ بود سنگ نرم ‌‌ ‌‌ بر سپہ شاہ نشد باد گرم
ہیچ کسے را نہ ز خورشید غم ‌‌ ‌‌ سایہ کناں بر سرِ لشکر علم
با ہمہ تابی کہ نمود آفتاب ‌‌ ‌‌ تافتہ از خیمہ نشد یک طناب

---

[۱] یعنی خط سبز خربزہ ۱۲ ‌‌ [۲] پرکالۂ خربزہ با مغز ۱۲ ‌‌ [۳] خط سبز خربزہ ۱۲

خون برگ مرده زبون آمده　　خوی شد از پوست برون آمده

پای مسافر بره گرم دور　　ز آبله پر تبه چو نان تنور

ز آتش گرما که شد از سر جوان　　آهوی صحرا شده آهوی خوان (بریان ۱۲)

چوب شد از غایت خشکی نبات　　از پی یک شربت آب حیات

سبزهٔ در پاشش زمرد نمای　　کاه شده بلکه شده کهربای

خشک شد اندام گل از رنج باد　　باد در اندام کسی را مباد

لاله سیه گشت ز خشکی چو مشک　　خون بسیاهی کشد از گشت خشک

سنگ که آتش ز رخی آید برون　　ماند ز خورشید در آتش درون

باد زنه دست بدست همه　　وز دم او باد بدست همه

یافته دامی بطلسمی تمام　　باد هوا[۱] کرده مسلسل بدام

نخل[۲] ز نخلی که بمریم رسید　　باد مسیحش بنفس هم رسید

گرم هوا بر سر هر میوه زار　　گرمی او پختگی آورد بار

بر سر هر میوه ز تاب تموز　　مرغ شده پخته مخور و خام سوز

ز آتش خورشید که شد میوه پز　　بلبل و گنجشک شده میوه گز

خشک شده برگ درختان شاخ　　میوه ترگشته ببستان فراخ

---

۱ یعنی معجزهٔ دم عیسی در احیاء اموات ۱۲　　۲ یعنی درخت خرما باد زده از برگها او راست کنند دوران شب که حضرت عیسی علیه السلام زاد درخت خرما که خشک بود بدعای حضرت مریم آن سبز شد و بار آورد و گویا که درخت را باد مسیح رسید که سبز شد ۱۲

یوز رواں گشتہ بہر سوے صف زو ہمہ پُر خال شدہ زی صف
تند چو شیرے کہ بجا یک روی شیر ہمی گشت زبے آہوئی
بود بسر بچۂ آہو رباے دست درازیش بکوتاہ پاے
سگ کہ بے خون شکارے فژ داد بخصم ازبن دنداں گزید
رفتن خرگوش بصحرا چو باد پس کہ بسگ بازی روباہ داد
از زدن تیغ سواراں بوزن گشتہ بصد شاخ سر ہر گوزن
گرگ گریزاں بوحل شد اسیر شیر نہاں شد بنیستانِ تیر
گرگ کہ بارانش بسے بود یاد دید چو بارانِ خدنگ ایستاد
شیر بہ تپ لرزہ بُد از بیم مرگ بود گراں روز و تب اندام گرگ
بہر نہاں کردن بالاے خویش غار کناں گرگ ہم از پای خویش
خوک کہ دنداں گرازی نمود طعمۂ سگ شد زگرازی چہ سود
لشکر ازیں گونہ جہاں می نوشت ناحیہ بر ناحیہ بر روے دشت
تا علم شہ بعوض در رسید از پئے دہلی عوضے شد پدید
نصب شد اعلام شہنشاہ دہر برلب گنگر بحوالی شہر
گنگر ازیں سو، سرِ زاں طرف از تف لشکر لب آوردہ کف
روز دگر شاہ برآئین گشت آمدہ زاں سوی عوض برگذشت

۱؎ یعنی جزیہ کہ از کفار ستانند ۱۲ ۲؎ مخفف گرگدن دگینڈا ۱۲ ۳؎ یعنی رفتار کہ از روے ناز وتکبر باشد ۱۲

تاب خور از چار فلک در گذشت / خیمهٔ کیوش گذشته نگشت
پرتو خور نیز گه گرم گاه / در پس خیمه همی جست راه
لیک همه پرده کشان بر طناب / تا نرود چشمه درون آفتاب
گشته پر از خرگه شاهان زمین / بر همه چون مه شده خرگه نشین
خانه که یک روزنش اندر میانست / از تف خورشید درو صد فغانست
خرگه شه بین همه روزن تنش / پرتو خور در نشد از روزنش
خانه چو بیش از خشکی تری / یافته از خرگه[1] مه برتری
خلق ز گرما شده جویای خیش[2] / کرده کتان لرزه ز سرمای خویش
لرزهٔ یک توی بهای بدن / برگ گل صد تو بدریده کفن
بس که کتان در بر شاهان خزید / ماه سما را بلت خود کشید
جامهٔ تنک ساخته هر کس چو گل / خانهٔ خنک داشته بر بوی مل
شه بگه کوچ همی شد چو شیر / چتر بسر کرده و توسن بزیر
تابش گرماش گزندی نداد / کش بزبر ابر بد و زیر باد
تند همی راند گشاده عنان / از گذر و دشت تنکار افگنان

---

[1] خرگه مه کنایه از برج سرطان که خانهٔ قمر است و آن برج بر فلک هشتم است و یا مراد فلک اول که قمر بر فلک اول باشد ۱۲

[2] نوعی از کتان که در موسم گرما می پوشند ۱۲

تیر بر آورد ز کیش خدنگ	وز سر کیں کرد کماں را بچنگ
غرق در آورد چناں بر کشاد	کاتشے از تیر بکشتی فتاد
گرچہ کہ آں زخم بکشتی رسید	خستگی زخم بدریا کشید
تیر کہ در کشتی شاں رخنہ کرد	از سر کشتی بتہ افتاد مرد
رفتہ فرستادہ بصد حیلہ باز	پیش شہ شرق عیاں کرد راز
شاہ کہ از خون خود آں زخم دید	نالہ چو تیر ز دل بر کشید
خشم ہمی گفت ز کینش سخن	مہر ہمی گفت کہ بے بے مکن
گفت بخود کای دل تنگ و خراب	قلب شدہ نام تو از انقلاب
مہر چہ جوئی بوفائے کہ نیست	روی چہ بینی بصفائے کہ نیست
چوں طلبی داروی چشم از کسے	کز پے چشمت خلہ دارد بسے
بہ میش کہ گویم ز خودم شرم باد	کز پے خون خودم اندر فساد
گشت چو فاسد بتن مرد خوں	بہ کہ بہ نشتر کند از تن بروں
تیر کہ بر دیدہ رسد خوں بود	دیدہ کہ خود تیر زند چوں بود
آنکہ چنین ست نویدم ازو	بہتر ازیں بود امیدم ازو
حیلہ چہ سازم بچنیں کار تنگ	با پسر خویش کہ کردہ ست جنگ
گر پسرم راز جوانی و ناز	عزم بر آں شد کہ شود رزم ساز
من کہ جہاں دیدہ و کار آگہم	چوں غلط افتد بچنیں جا گہم

کرد صفے برلب آب رواں　　سو دہم پہلوے ہر پہلواں
در عقب شاہ سوارے ہزار　　جملہ سران سپہ و نامدار
تیغ زن مشرق ازاں سوی آب　　کرد چو روشن کہ رسید آفتاب
کوکبۂ خویش چو مہ راست کرد　　ماہ از و کوکبہ درخواست کرد
برلب آب آمد و آراست صف　　تافت دو خورشید ز ہر دو طرف
چشم پدر بہر جگر گوشہ تر　　گوشۂ ہر چشم شدہ پُر جگر
در پسر از دور نظر در فگند　　وز مژہ در آب گہر در فگند
روے بدستارچہ میکرد پاک　　تا نچکد گوہر چشمش بخاک
ورنہ بدستارچہ شد بار ہا　　رشتۂ دُر گشت ہمہ تار ہا
در عرقیہ قطرات عرق　　شبنم گل بود بروے ورق
دید چو شہ سیل مژہ بیکراں　　حاجب خود کرد بکشتی رواں
گفت بحاجب کہ ازیں چشم تر　　مردمک چشم مرا دہ خبر
نیست بتو حاجت دیگر سخن　　خود سخن من ببرد اشک من
حاجب فرزانہ بآنجا شتافت　　شست بکشتی و رواں شد چو آب
چوں بمیانِ سرِ دُر در رسید　　بود معزّے ز کرانش بدید
گرچہ بباطن اثر مہر داشت　　لیک بظاہر نظر کیں گماشت
دید بکشتیش براں گونہ تیز　　کا تشے برخاست ازاں آب خیز

مهر نما گشت چو آبا سپهر   خونِ شفق گشت کشان سوی مهر
جُست پیام آوری از آگهان   آمده و رفته به پیش شهان
گفت بدو نکتهٔ پنهانِ خویش   کرد بتلقینش زبان دانِ خویش
کز پدر اوّل برسانش سلام   وآخرش آئینِ دعا کن تمام
وانکه از آئینه برون ده خیال   صورت این حال بگویش بحال
کای خلف از راهِ مخالف بتاب   تیغ بیفگن که منم آفتاب
در نسب از ملکِ خلافت مراست   تو خلفی سر بخلافت[1] خطاست
غصب مکن منصبِ پیشینِ ما   غصب روا نیست در آئینِ ما
از پدرم کے رسد این فن بتو   از پدرِ من بمن از من بتو
گر ز خود این نقش گرفتی بدست   سوی خدا بین مشو خود پرست
ور ز بد آموز رسید این ره پدید   گفت بد آموز نباید شنید
خصم بصد دست گر افسون کند   ناخن از انگشت جدا چون کند
دجله چو آمیخته گردد به نیل   هست جدا کردنِ آن مستحیل
کار شناسانت که پیرامنند   گر بزبان با تو بدل با منند
گر ز زرِ پخته دهی شان عیار   نیز ز خامیت کنند این شمار
آنکه شکوه منش اندر دل ست   خدمت تو کردن ازو مشکل ست

---

[1] خلافت بمعنی دشمنی و ناسے خطاب است ۱۲

گر رسد آزار ز تیغ منش — جان من آزرده شود در تنش
ور ز خدنگش بمن آید گزند — او هم ازین درد شود دردمند
ورنه زنم تیغ بران تیغ زن — حل شود هم بزبونی من
چاره ندانم که درین کار چیست — بخت که داند که درین یار کیست
باخود ازینسان گله مے نمود — وانچه بپیر گفت ز دل مے شنود
روز چو در پرده بپوشید راز — راز برون داد شب پرده ساز
گرد همه شب گله آفتاب — کاو دست من زاده و من زو خراب
یاد شهِ شرق همه شب نخفت — جز گله زین سان که بگفتم نگفت
بود بحیرت که چو شب بگذرد — روز دگر چاره چه پیش آورد
گر پسر از تیغ کشاید زبان — چون گرهِ صلح نهم درمیان
ور ز رخ صلح بر افتد نقاب — معذرتش را چه نویسم جواب
تا بسحر بود بگفت و شنید — کز شب زاینده چه آید پدید

ذکر پیغام پدر سوی جگر گوشهٔ خویش
سوی یاقوت روان گشتن خونابهٔ کان

چون دل شب حاملهٔ مهر گشت — بر شب حامل مهِ کامل گذشت
حامل یک ماهه نه بل یک شبه — تاجوری زاد دوران کوکبه

خون منی و دل من مہر جوست　　جوشش بسیار کمن زیر پوست
گوش کن این گفت و کمن گفت کس　　بشنو و مشنو سخن این ست و بس
رفت فرستادہ و بگذشت آب　　کز وازاں جوے بدریا شتاب
بادشہ روی زمین کیقباد　　بود ہم از اوّل آں بامداد
ہمچو گل از بالش خود خاستہ　　جایگہ بار برآراستہ
بار گراں داد گراں تا گراں　　پست شدہ خاک ز فرق سراں
رفت رسول شہ مشرق چو باد　　خاک ببوسید و زباں برگشاد
پردہ برانداخت ز راز نہفت　　ہر چہ شنیدش گفت بشہ باز گفت

گفتن شاہ جہاں پاسخ پیغام پدر
قصۂ یوسف گم گشتہ بہ پیر کنعاں

شاہ ازاں چاشنی تلخ و تیز　　تیز شد و تلخ ز روی ستیز
پاسخے انگیخت ز جنس پیام　　قوت شمشیر و مدارای جام
گفت بحاجب کہ بشہ باز پوی　　خدمت من گوی و پس آنگہ بگوی
کای سرت از افسر دولت بلند　　رائے تو از گنج خرد بہرہ مند
با منت از بہر تمنائے ملک　　خام بود پختن سودای ملک
ملک جہاں پختہ بمن شد تمام　　کے دہم از دست بسودای خام

تا بچمن سرو بود سایه وای — کس نخسپد زیر گیا سایه وای
در غلطی با من ازین دم بترس — وز غلط اندازی عالم بترس
گرچه جهان جمله بدیدی چو روز — لیک جهاندیده نگشتی هنوز
گرچه کنی دعوی دانش ولیک — نیک بدانم که ندانی تو نیک
خردی و در کار خرد نارسید — درد و سر خلق نیاری کشید
کودک اگر چند هنر پرورست — خرد بود گر همه پیغمبرست[۱]
هر که درین ملک شبی روز کرد — بی‌ادبان را ادب آموز کرد
چون تو شب و روز ادب افزون کنی — بی‌ادبی با چو منی چون کنی
گرچه جوانی همه فرزانگی ست — این نه جوانی ست که دیوانگی ست
ای پسر ار چه بسری درخوری — لیک مکن با پدر این سروری
طفل شدی عمر چو طفلان گذار — جای بزرگان به بزرگان سپار
دُرِ بزرگ از پی تاج شه است — لولوکِ خورد نثار ره است
کسوت شاهی که تو داری بدوش — شوکت من بنگر و بر خود مپوش
گرچه بگوهر ز تبار منی — کی بمحل مرتبه دار منی
چشمهٔ چه ار چه که بالا شود — چشمه محال ست که دریا شود
بر سر خوان آی که هم توشهٔ — یاد نمک کن که جگر گوشهٔ

---

۱ قال النبی علیه السلام الصبی صبی وان کان نبی ۱۲

هر دو جوانیم من و بخت من — با دو جوان پنجه بهم بر مزن
ملک و جوانی چو بهم بر فروخت — کیست که از تاب وی آتش نسوخت
سایهٔ من کیست که جوید دلیر — صید بقوت که ستاند ز شیر
ور چه برآئی تو بجهت چو میغ — هست مرا حجت قاطع ز تیغ
گرچه برویت نکشم دست تیز ق — از پی تعظیم تو شمشیر تیز
لیک تو دانی که چو کین آورم — شیر فلک را بزمین آورم
در سپهم پا برکاب آورد — ریگ بیابان بحساب آورد
شاه از ایشان و سپاهی چنین — گرد نینگیزد براهی چنین
جز تو کسے گر دم ازین در زدی — سرزنش تیغ منش سر زدی
لیک توئی چون پے این سر بری — من نه بهم گر تو توانی بگیر
مرد سخن گوی چو پاسخ شنید — زانچه همی گفت زبان در کشید
راز نهان را بدل اندر نوشت — سوی فرستندهٔ خود باز گشت
رفت بشه پاسخ پیغام برد — هر چه بدل داشت زبان را سپرد
شاه ازان زمزمهٔ بحر جوش — چون صدف بحر فرو هشت گوش
لختے از اندیشه فرو شد بخویش — تا دل داناش چه آرد به پیش
مصلحت آن دید ز راے صواب — کانچه بگفتند بگوید جواب

له در وقت واحد ۱۲ — ٔه برج اسد ۱۲

پخته آخر دم خامان مزن   من ز تو زادم نه تو زادی ز من
تخت نه زآباست مرا کز من ست   ملک عقیم و فلک آبستن ست
ملک گر از ارث بدی نی ز بخت   کے شدی پیشتر از تو بتخت
ملک بمیراث نیابد کسے   تا نزند تیغ دو دستی بسے
ور تو ز میراث پدر دم زنے   قصر شه جد راست ز من روشنی
هست یکے سو بتو میراث شاه   من ز شه شاهم بتو میراث خواه
حضرت سلطان شهید کریم   خلده الله بجنان عظیم
راند چو در راه ابد مهد خویش   خواند و مرا کرد ولی عهد خویش
خود چو ازیں عالم خود رای رفت   جاے خودم داد و خود از جاے رفت
کرد بجاے تو مرا تاجور   من پسرم لیک بجاے پدر
شه بحیات خودم ایں نقش بست   ملک من ست ایں دگر از چه دست
گر تو از آں شاه نکو زاده   من ز تو زادم که از و زاده
مثل من اے یاد تو شادی مرا   هم تو نزادی که بزادی مرا
از تو اگر نام پدر روشن ست   خطبهٔ جد بیں که بنام من ست
نیستم آں طفل که دیدی نخست   بالغ ملکم بلاغت درست
خرد مخوانم که ز دور زمن   داد خدا دور بزرگی بمن
شرط ادب نیست مرا خرد خواند   بخت چو بر جاے بزرگم نشاند

[illegible]

پیشِ من از پری لشکر ملاف	حاضرم اینک من و اینک مصاف
لشکرِ من نیست کم از لشکرت	کشورِ من بیشتر از کشورت
من که سپه را بوغا رانده ام	نه از سرِ بازی و دغا رانده ام
تیغ بران گونه کشیدم برون	کش لب بسند بشویم زخوں
کافر اگر رخ بتابد زپیش	از کجکِ پیل کشم سوے خویش
تا بگلوشاں فگنم در رحیل	سلسله از حلقهٔ خرطوم پیل
با چو منے تیغ فشانی مکن	دولتِ من بین و جوانی مکن
لشکرِ من گشت چو صحرا خرام	دَور زمیں گرد نماید تمام
در صفِ پیلانِ من آید بکار	ابر بود قطره صفت بے شمار
پیل بجائے که بجنبد زجاے	پشت هزار اسپ کند زیر پاے
ورچه هزار اسپ کنند ایستاد	کوه چه غم دارد از آسیبِ باد
اسپِ تو باد آمد و پیلم چو کوه	باد بکهسار ندارد شکوه
پیل بیک حمله صفے بشکند	در صفِ پیلاں که شکست افگند
اسپ چو با پیل نماید ستیز	چاره تو دانی که چه باشد گریز
پیل چو خرطوم بر اسپ افگند	برکند از خاک و بخاکش زند
اسپِ ترا گنبد اگر بے حد است	پیلِ مرا خود همه تن گنبد است
قیمتِ یک پیل هزار اسپ بیش	کز دو هزار اسپ یکے پیل بیش

باز پیغام پدر بر پسرِ خود که بر زم
پیلِ خویش از می خوں مست کند در میداں

جست اگر موے شگافی شگرف
عمرو بگفتار چو مو کرده صرف

راز که باریک تر از موے بود
موی بموی‌اش همه بشگافت زود

کز منِ بیدل بسوے جاں خرام
جان مرا از دل من ده پیام

کاے سر از آئینِ وفا تافته
وز تو دلم تافتگی یافته

گرچه بغیبت شدیم کینه توز
رنج چه داری بحضورم هنوز

آدمئے را که بود گرم خوں
خونش به پیوند بود رهنموں

طرفه که تو خونی دلبند من
لیک نه گرم به پیوند من

با چو منے دور کن از سر منی
چوں بصفت من تو ام و تو منی

مشک شوم هم نکشی بوی من
چیست بنزدیکِ تو آهوی من

تیغ مکش تا نشوی شرمسار
از من اگر نیست ز خود شرم دار

گرچه که تیغت بگهر روشن ست
گوهرت آخر نه ز تیغ من ست

تیغِ زباں را چه کشی در عتاب
نیست حسابیت ز روزِ حساب

به که دریں کار زباں درکشی
تیغ کشی به که زباں بر کشی

تیغ خوش و تیغِ زباں ناخوش ست
تیغ چو آب ست و زباں آتش ست

باز پاسخِ پسر سوے پدر کاسپ مرا

پیل بندست و اسپ کہ بپیچد لجناں

داد جوابے ادب آمیختہ   لعبتی ہائے عجب انگیختہ
کاے بزخم چشم جفا کردہ بائ   دیدہ مہر تو بروئیم فرازئ
چند زنی لاف ز پیلانِ مست   کانچہ تراہست مرانیز ہست
پیل ترا آنچہ دمار اصد ست   واسپ تو دانی کہ بروں از حدست
ور نبود پیل چو توسن بود   پیلِ تو در سلسلۂ من بود
ز اسپ تواں پیل گرفتن بسے   لیک ز پیل اسپ نگیرد کسے
گر ہمہ عمر اسپ بود زیرِ شاہ   حاجت پیلش نبود ہیچ گاہ
ور بودش پیل دمے زیر راں   حاجتِ اسپش بود اندر زماں
اسپ چو در راہ نباشد دلیل   شاہ پیادہ است ببالای پیل
گر نبود پیل تواں ملک داشت   ور نبود اسپ بباید گذاشت
پیل ترا اسپ مرا در خورست   زانکہ ز پیل اسپ بسے بہترست
بیں کہ بشطرنج ہم اُستادِ کار   پیل کم از اسپ نہد در شمار
کم مزن اسپانِ مرا کز نشاں   پیل شکارند سوارانِ شاں
پیل تنانی کہ دریں لشکرند   نے کم ازاں پیل خصومت گرند

اسپ بهر خانه بود در سپاه پیل بجز شاه که ندارد نگاه
از پی خویشش چه رانی سخن حملهٔ پیلانِ مرا یاد کن
چرخ بیفتد چو بخیزم ز پای خاک بلرزد چو بجنبم ز جای
گر نکشم تیغ که خونِ تو ام تا تو ندانی که زبونِ تو ام
لیک از آن تیغ نرانم همی کز تو بریدن نتوانم همی
چون پدر من ز جهان رخت برد ق در بامانت بتو کاری سپرد
هم تو بدانی که نه آن کارِ تست دشمنِ تست آنکه درین یارِ تست
تخت رها کن که سزای تو نیست تا منم این پایه بپای تو نیست
گر مگر کینه کنی استوار پیش تو پیش از تو در آیم بکار
در بدارا کشد این گفتگوی نیز نتابم ز وفای تو روی
لیک بشرطی که درین رای من جای پدر گیرم و تو جای من
گرد روان رشته کشِ سلکِ دُر تا کند از دُرِّ صدف بحر پُر
پیش سریر آمد و بوسید خاک لب سخن آمیز و دل اندیشه ناک
چونکه نبودش ز گزارش گزیر سِرِّ سخن باز گشاد از ضمیر
شاه که آن سلسلهٔ پر گره ق دید مسلسل چو شکنجِ زره
کرد پر از چین سر ابرو ز کین بلکه در آمیخت بهم روم و چین .

بہر تو شد ساختہ چترِ شہی — داد بمن پرتوِ ظلِ الٰہی
تخت جہاں بہر تو برپاے کرد — لیک بر آں تخت مرا جاے کرد
کرسیِ زر بہر تو کردند ساز — پاے عرش لبست بگوہر طراز
خواست یکے خواستہ لیکن نیافت — وانکہ نمی خواست براو خود شتافت
محنتِ دریا ہمہ غواص برد — شاہ گہر بر کمر خاص برد
رفت یکے در طلبِ لعلِ سنگ — ریزۂ سنگیش نیامد بچنگ
واں دگرے را کہ غمِ آں نبود — لعل چناں یافت کہ در کاں نبود
کوششِ بیہودہ ز غایت بروں — کوبش آب ست بہاون دروں
گفتن چیزے کہ در و مغز نیست — نے ز تو کز ہیچ کسے نغز نیست
در نظرِ من کہ فلک سر نہد — جز تو کرا زہرہ کہ افسر نہد
این تن من نیست کہ بر تخت تست — عکسِ تو در آئینۂ بخت تست
ماہِ فلک غرّہ نماے من ست — روت مہ پرتو راے من ست
تیز مبیں در رخِ نورانیم — کاخترِ بخت ست بہ پیشانیم
طلعت من بین و بو حشت مکوش — مہر خود و روشنیِ من بپوش
در یقیں در دل تو ایں ہوس ست — بندۂ فرمانم و فرماں تراست
تاج زمن[لہ] می طلبی چرخ ساے — بر سرم آ تا کشمت زیر پاے

لہ اے اگر تاج از من می طلبی مانند آسمان بر سرم آ (یعنی نزدیکم بیا یا مہر بورز) تا آن تاج را زیر پایت کشم ۱۲

گرچه که پیلان تو کوه آمدند — کوه تنانم همه پیل افگنند
شیر نبردم چو بر آیم دلیر — شیر بود هر که بر آید ز شیر
با همه این قوت و جوش سپاه — نیستم اندر پے آزار شاه
با تو برابر نشوم در مصاف — ورچه بدوزم بسنان کوه قاف
قصه شود در دهن مرد و زن — کین پسر با پدر خویشتن
تیغ که سهراب بر رستم کشید — هیچ شنیدی که ز گیتی چه دید
گر کند صلح پذیرد نظام — حلقه بگوشم برضاے تمام
ور ز سر کینه فرازی سنان — باز کشم تا بتوانم عنان
گرچه که از گردش دور سپهر — تافته بر سر من هم چو مهر
ور همه آتش زنی از چار سوے — روے نتابم ز تو از هیچ روے
تیر تو گر خواست بجانم خلید — من بکشم تا بتوانم کشید
چشم تو ام تیر برابر مکش — خون تو ام تیغ جفا بر مکش
تیغ کشم سوے تو ام خون کشد — بر سر خود تیغ کسی چون کشد
گر بکمر تاج ستان توام — عیب مکن گوهر کانِ توام
در هوس تاج ترا در سر است — من گهرم تاج بمن در خور است
ورچه تویی در خور تاج و نگین — ملک بمن میدهد انگشترین
چون سرم از بخت سرافراز گشت — تاج تو بر تارک من باز گشت

منت بخواهم تو نخواهی اگر ورت بخواهیم چه خواهم دگر

من بخودم آمده پهلوی تو کآرزو آورد مرا سوی تو

جز بتمنای تو سودام نیست بهتر ازین هیچ تمنام نیست

قاصد تو گر کند اینجا گذر در رهش از دیده فشانم گهر

ور ز توام حاجبی آید به پیش شانمش از مرتبه بر چشم خویش

پیک تو گر نامه رساند بمن درد دلش سازم و تعویذ تن

گرد سمندت که برآید بماه سرمه کنم از پی چشم سیاه

تیغ کشی تیغ تو جان بخشدم زآینهٔ بخت نشان بخشدم

ور نی تیر تو ببویم جهد هر گرهش تازه فتوحم دهد

گرچه که سلطان جهانم بملک تاج ده و تخت ستانم بملک

لیک چو دورم ز تو ای نیکبخت نی خوشم از تاج و نه شادم ز تخت

بخت من ار پایه بر افلاک سود با تو چو یکدم ننشینم چه سود

تاج خود ار پُر دُرِ مکنون کنم با تو چو همسر نشوم چون کنم

در شده در چشم کسان از تو نور دیدهٔ من مانده ز روی تو دور

مردمک دیدهٔ غیری شوی طرفه که از دیدهٔ من در روی

دیده که نادیدهٔ دیدار تست دیده و نادیده گرفتار تست

نیست بنزدیک من از بیش و کم بیشتر از دوری تو هیچ غم

بازپیغامِ پدر جانبِ فرزندِ عزیز

ماجرائے کہ زخوں بود دلش را بمیاں

مرد نیوشندہ ازاں امر حسیب — باز شد ذکرِ حکایت درست
شاہ سخن را دگر از سر گرفت — نکتہ بآزرم تری در گرفت
کای ز نسب گشتہ سزای سریر — در پسرے ہمچو پدر بے نظیر
چشم منے ہیچ غبارے میار — چشم نشاید کہ بود پُر غبار
در چہ غبارست زکار توام — سرمۂ چشم ست غبار توام
کیں نکنم لیک بکمیں کنم — مہر ہا گر کنم کیں کنم
تا تو ندانی کہ دریں جست و جوے — از پئے ملک ست مرا گفتگوے
گرچہ تو امن ز تو ایں پایہ برد — از تو ستانم بکہ خواہم سپرد
لیکنم ایں راہ نمودی بملک — از پئے آنست کہ چونی بملک
شکر کہ شد زندہ در ایام تو — من ز تو و نام من از نام تو
باش بکامم کہ بکام توام — زندہ و تا زندہ بنام توام
من بتو ام زندہ تو زی پر سال — تا ز تو من نیز بوم زندہ حال
زندگی از مرگ ندارد گزیر — لیک تو خوش می زی و ہرگز ممیر
خواہمت از جاں کہ پناہے مرا — گر تو بخواہی و نخواہی مرا

کاے شدہ مشرق شدہ چوں آفتاب   وز تو جہاں تا حد مغرب بتاب

من کہ گل رستہ ز باغ توام   پرتوے از نور چراغ توام

شاہ نشانم شدہ بر ہمگناں   گر زہ فرمان تو تابم عناں

گر ہمہ بر ماہ رسد افسرم   ہم بتہ پاے تو باشد سرم

من کہ ز دروازۂ اقلیم ہند   لشکرے آراستہ ام تا بہ سند

سد سکندر زدہ ام از سپاہ   فتنۂ یاجوج مغل را تباہ

تا بحد شاہ ز بالا نشاں   من چو بوم پیش نیاید زیاں

رد تو چو خورشید ز مشرق براے   من بہم اسکندر مغرب کشاے

شو تو سوے کامرو انگیز رخش   من کنم اقصاے عراقین بخش

خیز تو از قلعہ سین[1] جوے گنج   من ز در روم شوم سیم سنج

عبرہ[2] از معبر دریا تو جوے   من[3] دہم از تیغ بحریں شوے

نا بروے خود کن تیغ اشارت بہ چیر   من سر خاقاں فگنم بر زمیں

از من ہند ست ترا زیر دست   کار من بالاست ز من در شکست

رو تو در آں قلعہ کمن پیل بند   اسپ بخواہم من ازیں سو فگند

از تو ز ہندو شدن پیل و مال   وز قبل من مغل قتیل و قتال

---

[1] قلعہ سین نام قلعہ کہ در ولایت ہند ست ہندوی اورا تا بہ گرہ گویند ۱۲

[2] خراج کہ تماملے از مطلوبے ہر سال بستانند یعنی محصول از گذرگاہ دریا طلب کن ۱۲

[3] یعنی من آب شست و شوے تیغ در بحرین افگنم ۱۲

دل که نزدیک تو مجنون بود — دور ز تو دور ز تو چون بود
شربت دوری نتوانم چشید — درد جدائی نتوانم کشید
هجر تو بشگافت دلم نرم نرم — درد و پیوند کن از خون گرم
ای مدد جان شده حاصل ز تو — کی شودم دل که کشم دل ز تو
می شودم دل که جگر بر کشم — پس بدلت همچو جگر در کشم
گرچه جگر هست بهر گوشهٔ — به ز تو ام نیست جگر گوشهٔ
خود ز پی دیدهٔ مردم پرست — جز تو مرا مردمک دیده هست
لیک ازین خز نتوان حله دوخت — شمع بمهتاب نشاید فروخت
سکه چو زد در دل من کیقباد — نامهٔ کاوس کی آرم بیاد
نام برادر معز الدین
بهر خدا صورت خویشم نمای — روی مگردان و بترس از خدای
نقش چو بر زد ورق ساده را — باز فرستاد فرستاده را
آمد و آورد پذیرای راز — قصهٔ آزرم بآزرم ساز
شاه چو پولاد پدر نرم دید — تیغ سیاست بمیان در کشید
گوهر دل را بوفا آب داد — سلک سخن را ز گهر تاب داد
گفت بتدبیر پسندیده زود — باز جوابی که پسندیده بود

باز از شاه جهان پاسخ پیغام پدر
شربت آب حیات از پی سوز هجران

خازن شه آمد و در باز کرد — دادن افسر ز سر آغاز کرد
گشت جهان معدن دُرّ عدن — کرد زمین باز ز رصامت سخن
هر که دران بزم طرب ساز گشت — دامن پر گوهر و زر باز گشت
بسکه ز زر گشت زمین ناپدید — هر که زمین جست نشانش ندید
شاه چو از خون قدح گشت خوش — دل بجگر گوشه شدش سر گَش
خواست دلش تا بخوشی جام مے — نوش کند بر رخ کاؤس وکے
کرد اشارت که در آمد بہ پیش — خاکِ[۱] ببوسید بر آئینِ خویش
زان گل نورستہ دل تاجور — شد ز گل تازه و تر تازه تر
بر رخ آن گل مے احمر کشید — لیک بوی گل دیگر کشید
دیده بران نور پسندیده داشت — دل بدگر مردمک دیده داشت
زیور افسر بکلاه او فگند — قرعۂ خورشید بماه او فگند
گرچه دلش مهر بکاؤس داد — هم ز دلش دور نشد کیقباد
باده همی داشت بر آتش گہ خیز — قصۂ غیبت بحضورش بریز
لیک سریر سری و تاج کے — دست بدامانش همی زد که ہے
چون اثر شوق ز غایت گذشت — کفهٔ دانش ز کفایت گذشت
روے بکاؤس کے آورد و گفت — تا شود آن ماه بخورشید جفت

---

[۱] یعنی آں کاؤس برسم قدیم ۱۲

تاج ز تو سر ز من افراختن | عاج ز تو تخت ز من ساختن

تا تو بمشرق بوئی و من بغرب | حربه خورد هر که درآید بحرب

در بملاقات ره و رای تست | افسر من خدمتی پای تست

نیست مرا آن محل و آن شکوه | کز سر خود سایه فشانم بکوه

ور فگند رای تو بر بنده تاب | ذره شوم پیش چنان آفتاب

شاه بترتیب صوابی که بود | چون برضا گفت جوابی که بود

داد بحاجب سلب زر نگار | بافته بحیره در شاهوار

بس که گران شد سلب زرکشید | حاجب ازان بار چو ابرو خمید

خرم و خندان چو گل از بارگاه | سوی گلستان دگر جست راه

رفت و نمود از خود آنچه نمود | هر چه ز دُر یافت بدریا نمود

معزالدین — نصیرالدین

غالیهٔ صلح که در نافه برد | شمه بشمه همه شه را سپرد

بادشه شرق چو این مژده یافت | روش چو خورشید ز مشرق بتافت

کرد نشاطی و رامشگران | مجلسی آراست گران تا گران

باز طلب کرد بغنه هاے | خون خروس از بط سرخاب رای

گیسوی چنگ و قدح آب رنگ | دو ربی داد و تسلسل بچنگ

داشت اصول طرب از قیل و قال | ریختن خون صراحی حلال

کاے غم تو کردہ بجانم اثر — تو ز من و حالت من بے خبر
جاے تو در چشم و تو در جاے نہ — ہیچ سوے مردمیت راے نہ
تا شدی از چشم من اے آفتاب — دیدۂ خود خویش ندیدم بخواب
خواب من از دیدہ من آب برد — آب من این دیدہ بیخواب برد
این منم و نقش تو و آب چشم — عکس خیالت شدہ مہتاب چشم
گرچہ ز چشمم برخت روشن ست — صورتت آخر بخیال من ست
گرچہ پرستیدن صورت خطاست — صورت تو گر بپرستم رواست
اے بصر دیدہ و جان پدر — نان دگر کس شد از آنِ پدر
صبر من از دوری تو رفت دور — مرحمتے کن کہ بمانم صبور
من کہ صبوری نتوانم ز تو — واے کہ محروم بمانم ز تو
می نکند سوز من اندر تو کار — باش کہ تا در رسد آں روزگار
آمدنم نہ از پئے این کار بود — کافر و اسلیم توانم ربود
این قدرم عرصہ درین ملک ہست — کم ز دو سوی دگر پایہ دست
لیکنم از بس کہ بتو دل کشید — میل توام رخت بمنزل کشید
ہجر بس ست آنچہ کہ بد پیش ازین — نیست مرا طاقت غم بیش ازین
تشنۂ دیدار توام روز و شب — شربت خود باز بگیرم ز لب
از تو نشاید کہ بدین سان روم — تشنہ دل از چشمۂ حیوان روم

سوی برادر شود آراسته | با سپه و کوکبهٔ خواسته
جست بسی هدیهٔ بقیمت گران | دیده فروز همه قیمت گران
بی عدد از رشتهٔ دُرّ دری | دوخته زان رشته لب جوهری
سلک دگر از گهر شب چراغ | هر گهری مملکتی را فراغ
لعل که بوده است نهایت برون | سنگ مهر از پی شان خورده خون
جامهٔ هندی که نه دانند نام | کز تنکی تن ننماید تمام
مانده به پیچیده بناخن نهان | باز کشایش بپوشد جهان
عود بخروار و قرنفل بمن | خرمنی از نافهٔ مشک ختن
عنبر و کافور معنبر سرشت | صندل خالص چو درخت بهشت
ساختهٔ هند بسی تیغ تیز | تیز تر از آب گه آب خیز
سر بفلک برده بسی زنده پیل | کوه گران را بقیامت دلیل
هدیه چو آراسته شد بی شمار | چار طرف گشت طرائف بکار
داد بشهزاده و کردش روان | ساخته با کوکبهٔ خسروان
وانچه سخن بود ز اسرار ملک | کن مکن از ضابطهٔ کار ملک
چون دگری محرم آن سر نبود | محرم سر دید فرو خواند زود
تا بامانت بودش در ضمیر | باز رساند بامانت پذیر
راز که داند که چه بد در نهفت | ظاهرش از باطن آشفته گفت

بر درِ دہلیزِ شہِ تاج بخش | جاے ادب دید و درآمد زرخش
تحفہ آوردہ ہمہ کردہ راست | شد و وصف آراستہ از چپ و راست
پیشترک شد بزمیں بردہ روے | رُفت زمیں را ز تواضع بموے
شاہ برویش چو نظر کرد چست | دید[۱] درآں آئینہ خود را درست
گرم فرو جست ز تختِ بلند | کرد بآغوش تنِ ارجمند
داشت بآغوش خودش تا بدیر | سیر نشد چوں شود از عمر سیر
باخودش از فرش باورنگ برد | تخت کیاں باز کیاں را سپرد
گاہ ہمش خواند برغم سپہر | گاہ ببوسید سرش را بمہر
گاہ ز پایش بکف افشاند خاک | گہ ز بناگوش خویش کرد پاک
گاہ ز دیدہ بہ نثارش گرفت | گاہ دوبارہ بکنارش گرفت
گاہ نظر بر رخِ زیباش کرد | گاہ دل از مہر شکیباش کرد
گاہ بیک دیدہ شدش ہمنمای | گاہ بچشم دگرش کرد جاے
چوں کہ دو افسر بوفا شد یکے | در تتقِ نور دو جا شد یکے
پرسش از اندازہ و غایت گذشت | حد نوازش ز نہایت گذشت
از درِ دیگر سخن آغاز گشت | قفل ز گنجینۂ سر باز گشت
شاہ بکاؤس کے آوردہ گوش | نکتہ[۲] برون داد خداوند ہوش

---

۱ اے در روی او زیرا کہ ہر دو برابر بودند ۱۲ — ۲ نکتہ کہ پدر گفتہ بود با برادر گفت ۱۲

شاد کن این جان غم اندیش را | روے نما منتظر خویش را
تختۂ حال دل ریشم بخواں | یا بمن آیا برِ خویشم بخواں

از پدر آمدنِ شاہ جہاں کیکاؤس

بر برادر چو گلِ نوبرِ سروِ رواں

گشت رواں موکب کاؤس شاہ | سوے فریدون سریر و کلاہ
آمد و زآب سرو واگذشت | چشمۂ خورشید زدریا گذشت
یافت خبر صاحب تاج و سریر | زآمدن آں دُرِ دریا نظیر
تاج بسر کرد و برآمد بہ تخت | تا نگرد ہمچو خودے را زبخت
گشت مہیا ہمہ ترتیب بار | چتر کشاد از دو طرف چتر دار
کرد زباں آوری دور باش | چشم زدن دیدۂ بدرا خراش
روے زمیں از سپر و رمح و تیغ | گشت پُر از بارقۂ برق و میغ
گشت صف آراستہ تا چند میل | زانبہی آدمی و اسپ و پیل
پیش دویدند سران و سپاہ | تا لب آب از پے تعظیم شاہ
پیش رکاب شہ مسند نشیں | جبہہ نہادند بروے زمیں
شیر[1] شدند بزیر عناں | تا بدر شاہ نثار افگناں

---

[1] پیادہ شدہ و آمدند ۱۲

فروغ روی تو تیزست زلف بر لب تو خوش | ز آفتاب بنه آن شراب در سایه
بگفت خسرو بکشای زلف تا بخند | حریف مطرب و چنگ و رباب در سایه

رفتن شاهِ کیومرث بتوزک عارض

بر شه شرق بیکجا عرض این جوهر آن

روز دگر گرد چو ناف جهان | مشک شب از آهوی مشرق نهان
ناف جهان مشک زمین اسپرد | باد شد آهو تگ و آن مشک برد
شاه شد از سیرت خود مشک سای | خوں بسوی صلح شدش رهنمای
شمع دلِ ملک کیومرث شاه | خلده الله بمجد و جاه
خواند و روان کرد بسوی جدش | چند ادب کرد برون از حدش
هدیه زر بفت خطا و عراق | هر یک از آن طاقه در آفاق طاق
از خز و اکسون دو گر پرنیان | زیب تن تاجوران و کیان
اسپ همین اصل و لایت نورد | گاه تگ از باد برآورده گرد
سخت کمانها زمه نو فزره[1] | درخور زه کردن و ناکرده زه
ساده غلامان خطا و تتار | موی شگافنده بشب روزگار
اشتر پوینده و پولاد پای | کوه نما از تن کوهان نمای

---

[1] فزره بیشی و سبقت ۱۲

گنج سخن باز گشاد از ضمیر ‌ ‌ ‌ ‌ داد امانت بامانت پذیر
شاه پذیرفت بدل در گرفت ‌ ‌ ‌ ‌ دزد دگر اندیشهٔ سخن بر گرفت
جام طلب کرد و بعشرت نشست ‌ ‌ ‌ ‌ نے زدے از خون عدو شست و دست
از رخ فرخندهٔ این هر دو کے ‌ ‌ ‌ ‌ بلبلهٔ بلبل شده گل کردمے
رهزن عشاق شد آواز چنگ ‌ ‌ ‌ ‌ باده روان گشت در ایام تنگ
هر چه بمجلس غزل تر زدند ‌ ‌ ‌ ‌ جمله بنام شه کشور زدند
بر در او مطرب فرخنده فال ‌ ‌ ‌ ‌ دور مباد از غزل و از غزال
با خوشی دل چو شود باده کش ‌ ‌ ‌ ‌ زین غزلم گوش گرامیش خوش

غزل

بباغ سایهٔ بید است و آب در سایه ‌ ‌ ‌ ‌ از این سپس من و جانان و خواب در سایه
کنون چو باد بباید چمید پیش از صبح ‌ ‌ ‌ ‌ بگلشنے که روان باشد آب در سایه
ببانگ نوش مگر ساقیم کند بیدار ‌ ‌ ‌ ‌ چو خفته باشم و مست و خراب در سایه
بسایه خفته بدم دی که یار آمد و گفت ‌ ‌ ‌ ‌ چه خفته که رسید آفتاب در سایه
ببوستان منم امروز و مجلسے و گلے ‌ ‌ ‌ ‌ روانه گشت می چون گلاب در سایه
در آفتاب همه ساقیان هم از رخ خوش ‌ ‌ ‌ ‌ دگر صراحی و نقل و کباب در سایه
هوای گرم تو نازک بود مزاجانرا ‌ ‌ ‌ ‌ بنوش با من صهبای ناب در سایه
چو باید بند تو شد جان در آفتاب مگرد ‌ ‌ ‌ ‌ مسوز جانم و باز آ شتاب در سایه

پیشتر از جنبش این دار و گیر   باعث برانگیزنده بود مراد در ضمیر

کم زچه رو دست بر آں ور شود   کیں شرف تم زود میسر شود

در سبق از شاه قدم پیش راند   ایں سبقت باور قم باز خواند

آمدم اینک بهزاراں نیاز   تا کنم این دیده بروے تو باز

بود بے پرسش شاه زمن   کامدن از خود طلبی باز من

من بدر شه بسر آیم دواں   چوں پسراں بر پدراں بیگماں

لیک مرا پایه نو یافت پاے   گلبن نو به که بجنبد ز جاے

لیک خداوند سریر و کلاه   بود همه وقت بر او رنگ شاه

مملکتش ضبط و جهاں زیر دست   هر چه کند باک نه از هر که هست

شرط چناں ست که در بحر و بر   چشمه کند بر لب دریا گذر

لیک سزد گر شه دریا فشاں   بر سر ایں چشمه شود در فشاں

شاه چو فارغ شد ازیں گفت و گوے   کرد رواں عارض فرزانه خوے

عارض دانا و کیومرث شاه   سوی شه شرق گرفتند راه

زاب گذشتند و بلطاں شدند   چوں گل و بلبل بگلستاں شدند

حال بگوش شه کشور رسید   کز چمن آں میوهٔ دلبر رسید

رفت بر اورنگ سکندر نشست   در صف پیلاں سندیا حوج است

لشکر را از چه نوع و صورت دست بر آں ور شود ۱۲

جنس دگر هرچه توان برد نام | وانچه کسش نام نداند تمام
ساخته کردند ز هر جنس صد | وز در و یاقوت برون از عدد
داد بشهزاده که برجه رسان | خدمت من خدمتی خود رسان
دید که آن طفل وشی خرد سال | رمز بزرگان نشناسد بحال[۱]
توزک آن عارض شهزاده را | خواند و تهی کرد نهان خانه را
هرچه ز کاوس شنید از نهفت | پاسخ آن را بنهان باز گفت
کانچه دل شاه بدان مائل ست | رای مرا نیز همان در دل ست
دل نه ز کین کرد روانم به تو | کارزو آورد کشانم به تو
تن بوفا گرچه که جاشی نبود | دل ز تمنای تو خالی نبود
ورنه تو دانی که بشمشیر تیز | کس نکند با پدر خود ستیز
ظاهرم ار نقش خلافی گذشت | باطنم از حد وفا بر نگشت
این نه خلاف تو پسندیده ام | مصلحت ملک چنان دیده ام
تاچو شوم با تو مخالف بپوست[۳] | دشمن تو باز شناسم ز دوست
جلوه کنم از همه رو آن جمال[۲] | تا ز هر آئینه چه بینم خیال
دوست بود راه به نیکی برد | دشمن از اندیشه بد نگذرد
آرزوی من که گذر بر تو کرد | مهر من ست این که اثر در تو کرد

---

۱ فی الحال ۱۲ ، ۲ آراسته ۱۲ ۳ این جمال مخالفت ۱۲

کرد چو نورش بدل دیده جای — گاه سرش بوسه زد و گاه پای
مهر جگر گوشه ز سر تازه کرد — جنبش خوں را ز جگر تازه کرد
گاه ز رحمت بکنارش گرفت — وز سر تا پا بنثارش گرفت
گاه بیاقوت لبش داشت هوش — کرد پر از لولوی ناسفته گوش
روی ورا آئینهٔ ملک خواند — آئینه را بر سر زانو نشاند
دید ازاں گوهر نیکوی خویش — ز آئینهٔ زانوی خود روی خویش
بس که مبارک نظر تاجور — ماند به نظارهٔ لولوی تر
دیده زمانے ز رخش بر نکرد — میل بآئیندهٔ دیگر نکرد
در رخ آں دیده همی دید شاه — هیچ نمی کرد بعارض نگاه
عارض از آئین ادب پروری — بود کمر بسته بخدمت گری
تا نظر شاه بر آں سوی تافت — خدمت عارض محل عرض یافت
تحفهٔ شاهانه که با خویش برد — کرد نمودار و بخازن سپرد
هدیه چو از ره بگران بر درخت — گشت سخن تازه ز اسرار تخت
مرد خردمند پسندیده هوش — ریخت ز لب هر چه در آمد بگوش
شاه بر آں مژدهٔ شادی فزای — هیچ نگنجید ز شادی بجای
داد بعارض ز قباهای خاص — نادره چرخی[له] همه زر خلاص

له جنسے از جامه ابریشمی ۱۲

چتر برآمد ز دو سو گیره ساخته شد میمنه و میسره

بار گهر داد کیانی درخت پیش ستادند بزرگان تخت

درش کشادند تتق بر زدند پردهٔ دهلیز بر اختر زدند

ساخته شد پرهٔ پیلان مست صف جنیبت ز دو سو راه بست

مفرد[۱] کژ بند کله کژ نهاد راست به پیرامن داخل ستاد

پایک هندی بمعلق زنی در صف خود گشته به تیغ افگنی

شعشعهٔ تیغ فلک تاب گشت چشمهٔ خورشید ز سهم آب گشت

گر مگسے زد بر تیغ پر شعشعه در پر مگس کرد اثر

کارگزاراں همه رفتند پیش سجده کناں پیش خداوند خویش

پیش عناں بانگ روا رو زدند سکهٔ نو بر درم نو زدند

رفت خراماں ملک ارجمند تا در دهلیز به پشت سمند

چشم چو بر گلشن بخش فتاد گشت پیاده چو گل از پشت باد

روے چو گل سود به پشت زمیں گشت زمیں پر سمن و یاسمیں

آمد ازو رنگ بزرگی فرود دست بگل در زد و گفتش درود

برد و ببالاے سریرش نشاند وز مژه بر ماه گهرے فشاند

خون خودش دید بجاں در کشید خون خود از دیده رواں بر کشید

---

[۱] مفرد کژ بند سپاہی که در حفاظت پادشاه باشد و در زیر حکم کسے نبود ۱۲

ساقی خورشید وش و ماه چهر — دور همی گرد چو مه بر سپهر
شاه زهره که بکف برگرفت — جام زکف درّ درد گوهر گرفت
جام همی داد بخورشید و ماه — زهره همی رفت ز دورش براه
زخمه رباتوں که همی کند تا — بود از و در رگ جاں خار خا
مجلسی از خلد برین تازه کرد — شاه ز طوبی فلک آوازه کرد
تا ابدش باده خوش باد نوش — نغمهٔ طنبور نشاطش بگوش
این غزلم گرچه ندارد محل — مشکل من از کرمش گشت حل

غزل

وه که اگر روی تو در نظر آید مرا — پیش زخورشید و ماه رو ننماید مرا
بستهٔ تست این دلم باد گرانش مبند — کاش که با دیگراں دل بکشاید مرا
روی سیاه شد ز اشک چهرهٔ من تا هنوز — از تو چه خونابها رو ننماید مرا
خون مرا آب کرد گریه که در خدمتت — پیشتر از من دود هیچ نپاید مرا
دل بشنیدم که دوش لعل تو بوسید و خورد — پیش چنیں حرونی زیست نشاید مرا
جان من آں روز رفت کم زخشت بو پیش — یارب کایں روز بیش پیش نیاید مرا
سینهٔ خسرو ز تست آئینهٔ زنگ خورد — مصقلهٔ وصل کو تا بزداید مرا

داد بشهزاده کیومرث نیز — تحفهٔ آن ملک ز هر گونه چیز
یافت چندیں گهر از در و لعل — دشت نوردانِ بزرینه نعل
پیل بسے زیر عماری زر — بارِ عماری همه گنج و گهر
وعده چناں رفت که فردا پگاه — جنبش خورشید شود سوے ماه
منزلِ سعدین شود برج تخت — مجمع بحرین شود روے بخت
از دو طرف بخت مطرف شود — وز دو طرف تخت مشرف شود
گشت مقرر چو قراری چناں — سکه چو زر شد ز عیاری چناں
خرم و خوش عارض و فرزند شاه — باز نوشتند سوے خانه راه
حال نمودند بدارائے ملک — کآب درافزود بدریاے ملک
کار که اقبال خداوند خواست — شد همه ز اقبال خداوند راست
وعده بفرداست ملاقات را — ساخته شد رسم مراعات را
شاه بفرمود بفرماں بران — ساختن برگ و نوالے گراں
از تحف و خدمتی و یادگار — گوهر و یاقوت ز هر نثار
کانچه بباید همه یکجا کنند — جمله بترتیب مهیا کنند
کار چو بر کارگزاراں گذاشت — خود می و شادی و طرب پیش داشت
جام همی خواست ز ساقی مدام — تا فلک از دور فرو برد جام
ساغر خور چوں بزمیں داد تف — کرد پُر از دُر قدح شب بکف

روز چو آخر شد و گرما گذشت　　چشمهٔ خور خواست ز دریا گذشت
تاجورِ شرق بر آهنگِ آب　　کرد طلب کشتیِ گردون شتاب
پیش کشیدند مبشی شگرف　　سدره و طوبی مجمل کرده صرف

صفتِ کشتی و دریا بمیانِ کشتی

موجِ دریائے کہ رفتہ ز کراں تا بکراں

ساختهٔ از حکمت کار آگهان　　خانهٔ گردنده بگرد جهان
نادرهٔ حکمِ خدائے حکیم　　خانه روان خانگیانش مقیم
اہلِ سفر را همه بروے گذر　　همرهِ او ساکن و او در سفر
گاه روش همرهِ او گشته آب　　آبله در پاش شده از حباب
جاریهٔ هند زبانش سلیم　　حامل چندیں بچه لیکن عقیم
عکس که بنمود بآب اندروں　　کشتیِ خصم ست که بینی نگوں
ماه رسن بسته چو دلو استوا　　یافته در خانهٔ ماهی قرا
ماه نوے کامل وی از سال[1] ساخت　　یک مه نو گشته بده سال راست
گشته گر سیرِ هلالش زبوں　　عکسِ هلال ست بآب اندروں
صورتِ آں تخته که بد بے بہا　　عین چو ابرو شده بر چشمها

---

[1] سال نام درخت کہ ازو کشتی وغیرہ سازند و از ہلال مراد کشتی ۱۲

اتصالِ مہ و خورشید قرانِ سعدین

چرخ گردانست بگردِ سرِ ایشان گرداں

گشت چو دریاے سپہر آبگوں | داد رواں چشمۂ خور را برون
کشتی مہ سوے کراں ساز کرد | چشمۂ خورشید بدو باز کرد
شب کہ بکف داشت درِ شاہوار | کرد براں چشمہ و کشتی نثار
شاہ دراں ناحیہ کاول نشست | دشتگہے دید درو تنگ دست
از چپ و از راست نظر برگماشت | تخت دو جمشید مسافت نداشت
شہ ز زبر دست عوض کوچ کرد | سوے فرو دست برآورد گرد
پیشتر ک شد قدرے زاں سواد | نصب علم را رقمِ فتح داد
دور سراپردۂ سیارہ ساے | برلبِ آب سرو شد بپاے
در محلے کاب رواں تنگ بود | گرچہ کہ پہناش بفرسنگ بود
تابگہ عبرۂ آں شاہ شرق | زود ترے سیر نماید چو برق
تاجور آں سوی خود از جای خویش | آمدہ بد پیشتر از شاہ بیش
کرد سراپردہ مقابل بلند | منتظرِ دیدنِ آں ارجمند
شاہ ہمہ روز متاعے کہ خواست | جملہ بترتیب ہمی کرد راست

۱؎ کراں یعنی کنارہ ۱۲

تخته تہی حرف گرفت بکیش — باد بر آب از ہوس حرف کش
تخته نشد پیش معلم درست — طرفه که صد تخته بیکبار شست
دست چو در آب فراز افگند — آب بدست آرد و باز افگند
ہمچو جوان مرد کش آید بدست — سیم فشردان و نپاید بدست
لطمه زنان بر رخ دریا بزور — آب ازان لطمه بفریاد و شور
دیده دل و دست خداوند خویش — بر رخ دریا زده صد لطمه بیش
تا عمل جسر شدش مستقیم — آمده از عبرهٔ دریاش بیم
پیشهٔ ملاح درو شیم پاش — تیشهٔ نجار ازو در خراش
مرکب بحری ز سفر گشته چوب — بر طرف بحر شده پای کوب
بگذرد از آب سوارش بخواب — غرقه نگردد چو سواران آب
در ته او آب سبک خیز نیست — گرچه که صد نیزه بود تیز نیست
جوی که بگریست تر و آبدار — گاه لبش گیرد و گاہی کنار
ہر که پی آب برو شد سوار — آب گذارد چو بگیرد کنار
در ره بی آب نداند شدن — کیست که بی آب تواند شدن
خاک نخواہد که غبار آورد — تیرگی دیده ببار آورد
آب اگر گرد بگردد برش — ہیچ ز گرداب نگردد سرش
با سبکی بار تواند کشید — از سبکان بار کشیدن که دید

لیک جزیں فرق ندانم کنوں | کوست سرافراختہ ابر نگوں
ابروے او داده بہر چشم نور | چشم بدا ز ابروے نیکوش دور
ہمچو کماں پرخم و تیر از میاں | تیر بشاد ست و کمانش رواں
راه نخواهد بمدارا شدن | راست چو تیرے بگذارا شدن
او برسد تیر فلک را با وج | تیر بہ تیرش نرسد گاه موج
تیر در و گرچہ کہ بیش افگنند | پس فتدش گرچہ کہ پیش افگنند
بیشتر از مرغ پرد در کشاد | پیشتر از باد رود روز باد
وقت دو منزل بدے بل دو چند | بار سن و سلسلہ و تختہ بند
بستہ بزنجیر مسلسل دراز | بحر رواں زو شده زنجیر ساز
یک زدن چشم کہ بینیش پیش | تا بزنی چشم نہ بینیش پیش
بر پرواز جاے نہ جنبیدنی | نیست دریں ہیچ پرانیدنی
ہمچو کلنگاں بہوا سر فراز | پر چو حواصل زده سو کرده باز
مرغ کہ آں از پر چوبیں پرد | طرفہ بود لیک نہ چندیں پرد
ہر طرفش ره بشتابے گر | ہر قدمش سیر بر آب دگر
از تگ طوفاں شکنش در شتاب | معجز نوح آمده بر روے آب
گرچہ زدریا گذرد بیش و کم | آب نباشد مگرش تا شکم
دیده شب و روز بسے گرم و سرد | رفتہ بہر سو زپے آب خورد

صبر ہمی خواست نمی آمدش   گریہ نمی خواست ہمی آمدش
بود ازیں سوے معزِ جہاں   ساختہ بر جاے ادب چوں شہاں
چوں کہ دراں شیفتہٴ خویش دید   شیفتہ تر شد چو ازو بیش دید
پیش شد از دیدہ نثارش گرفت   شہ بدوید و بکنارش گرفت
تشنہ دو دریا بہم آورد میل   تشنہ و از دیدہ ہمی راند سیل
یکدگر آوردہ در آغوش تنگ   ہر دو نمودند زمانے درنگ
چوں گل و غنچہ کہ جہد از خزاں   دور نشد آں ازیں و ایں ازاں
جاں بدو تن بود یکے از نخست   صورتِ تن نیز یکے شد درست
قدِ دو فرقد کہ بہم باز خورد   کار دو در دیدہ ہمہ یک رویہ کرد
چرخ بکف کردہ طبقہاے نور   فاتحہ می خواند بریشاں ز دور
از پسِ دیرے کہ بخویش آمدند   ہمدگر از عذر بہ پیش آمدند
گفت پسر با پدر اینک سریر   جاے تو من بندہٴ فرماں پذیر
گفت پدر با پسر ایں خود خطاست   ہم بتو ایں پایہٴ دولت سزاست
باز پسر کرد بگوشش خطاب   کاے مہ ازیں منزلِ خود رو متاب
باز پدر گفت کہ ایں ظن مبر   کز پسر افسر برباید پدر
باز پسر گفت کہ بالا احترام   کز تو برد پایہٴ تخت تو نام
باز پدر گفت کہ ایں جاے تست   کز تو شود سکہٴ نامم درست

موج گراں یافت سبک بر رود | ارچہ گراں گشت سبک تر رود
گرچہ کہ دہ سال بر پیداز درخت | ہم تہی از بار نگشت این بخت
طرفہ درختے ست نمودار او | کادمی واسپ بود بار او
شاہ دراں خانۂ چوبیں نشست | وزپل چوبیں ہمہ دریا ببست
آب شدازبحر رواں تختہ پوش | گردہ زہر تختہ معلّم خروش
موج سوی جاریہ می برد دست | پیل بسیلیش ہمی کرد پست
نعرۂ ملاح کہ می شد باوج | برتن خود لرزہ ہمی کرد موج
سلسلۂ موج زوامی کہ بافت | ماہی ازاں دام خلاصی نیافت
بس کہ بجوشید زمیں ہمچو دیگ | آب رواں تشنۂ گل شد بریگ
آب ازاں غلغل زاندازہ بیش | گرد ہمی گشت بگرداب خویش
کشتی پوئیدہ کہ چوں تیر بود | بود بجاے کہ زمیں گیر بود
وزخلۂ[1] پشت کشف ناتواں | داشت بسے رخنہ بہ برگستواں
عکس رسنہا کہ فرو شد بآب | بست بپہلوے نہنگاں طناب
کشتی شہ تیز تراز تیر گشت | در زدنِ چشم زدریا گذشت
راست کہ شہ برلب دریا رسید | گوہر خود برلب دریا بدید
خواست کہ از سوزِ دل بیقرار | برجہد از کشتی و گیرد کنار

---

[1] یعنی از خلش خلہ (پتوار) بر پشت کشف رخنہا مثل برگستواں (جہال) اسپ پیدا شدہ بودند ۔

دو نیقان ہر طرفی بستہ صف   کردہ طبقہاے جواہر بکف
لعل و زر برجہ کہ برآمیختند   بر دو سر افراز ہمی ریختند
تودۂ لعلی کہ بہر گوشہ بود   رُوے زمین پُر ز جگر گوشہ بود
زاد تو گوئی ز زمین زر و سیم   حاملہ شد خاک ز دُرِّ یتیم
چون پدر اقبالِ پسر تازہ کرد   زان شرف آفاق پر آوازہ کرد
گفت کہ امروز بس است این قدر   روز دگر جلوۂ ملکِ دگر
شکر خدا را کہ رسیدم بکام   کام دلِ خویش بدیدم تمام
زین نمط از کام چو دمساز گشت   فرقِ پسر بوسہ زد و باز گشت
رفت پدر کشتیِ مقصود راند   باز پسر بحر بکشتی نشاند
کرد طلب کشتیِ دریا نشان   کشتیِ زر داد بدریا کشان
سیل روان کرد محیط شراب   تا لب آمد ہمہ را جوش آب
غوطہ خور انید ز سر بر گذشت   کیست کہ جز شاہِ جہان بر گذشت
ہوش بگردابِ قدح در فتاد   داد ہمہ رختِ ادب را بباد
عقل شد از بہر کشیدن رو دل   او ہم ازان قعر نیامد برِ دل
چنگ ز گیسوے سیہ دام بافت   گرچہ در انگند نشانی نیافت
عقل اگر شد بقدح ناپدید   عقل عقیلہ است نیامد کشید

لہ بحر کنایہ از شراب و کشتی از جام ۱۲

باز پسر گفت کہ بر شو بتخت — کایں محل از بہرِ تو آراست بخت

باز پدر گفت کہ اے تاجدار — تخت ترا یہ کہ توئی بختیار

دیر بماندند دریں گفت و گوے — پائے کسے پیش نشد پایہ جوے

چوں پدر از جانبِ فرزندِ خویش — شرطِ ادب دید ز اندازہ بیش

گفت کہ یک آرزویم در دل است — منت اللہ کہ کنوں حاصل است

ایں کہ بدستِ خودت اے نیکبخت — دست بگیرم بنشانم بہ تخت

زانکہ بہ غیبت چو شدی بر سریر — من نہ بدم تا شدمے دستگیر

گرچہ تو محتاج نبودی بمن — کافسر ملکی بسرِ خویشتن

با پسر ایں نکتہ چو لختے براند — دست گرفت و بسریرش نشاند

خود بنعال آمد و بربست دست — ماند ازاں کار عجب ہر کہ ہست

داشت دریں زیر خیالے نہاں — آگہیئے داد بکار آگہاں

کاے درمِ تاں در رہِ اخلاص چست — بہ کہ نباشید دریں کار سست

من پدرم صاحبِ تخت و کلاہ — بندہ بریں گونہ شدم پیشِ شاہ

ہر کہ ازیں پایۂ والا برد — نسبتِ خدمت ہم ازینجا برد

بود ستادہ نفسے ہم بپاے — ہم نفسش نیز ستادہ بپاے

گرچہ پدر بر سرِ تختش کشید — نشست و فرود آمد و پیشش دوید

چوں خلفاں شرطِ وفا می نمود — خواہش عذرے بسزا می نمود

شد گرهٔ چرخ چو گنبد نمائے | نعلِ مہ افگند گنبد ز پائے

زردهٔ صبح از طبقِ خاک جست | رفت و بمیدانِ افق برنشست

شاهِ فلک مرکبِ جوزا ستام | ہم شہ و ہم شاہسواری تمام

جست ہنگانہ تگاور بہ پیش | در دلِ دریا شدہ از آبِ خویش

رفت امیر آخور و آورد زود | ہرچہ در اطرافِ جہاں باد بود

پس کہ پر از بادِ رواں گشت دشت | مرکزِ خاکی کرهٔ باد گشت

وصفِ اسپاں کہ ز سرعت بخروج و بہ دخول
نتواں خارجِ شاں گفت نہ داخل چو جاں

تیز تگانِ ہمہ تازی نژاد | چوں دمہ آتش و انبانِ باد

گرد سرینے ہمہ گردن و دُم | تا بہ فلک گردنِ شاں سرفراز

تیز تگ و گوش چو پیکاں پدید | بر سرِ یک تیر دو پیکاں کہ دید

سر چو مہ افراختہ بر اوجِ مہر | ساختہ از چشم چراغِ سپہر

از ہنر آراستہ پا تا بفرق | گاہ روش برز بجستن چو برق

در گلہ بے دست زدن جستن | کوفتنِ پا بطرق کردہ فن

نازکناں در صفتِ نازکی | زخم نخوردہ گہے از چابکی

۱؎ امیر آخور را امیرِ اصطبل داں و از باد مراد اسپاں۔

عاقلِ دولت کہ مبا داش نقل | بادہ سرافراز جہانی چو عقل
بادہ کہ از عقل رباید چراغ | تا ابدش عقل فزائے دماغ
چنگی او عقل فزائے جہاں | قافلۂ عیش و نشاط شہاں
ایں غزل از تار ترنم سرائے | در سرِ او یافتہ چوں عقل جائے

غزل

خرم آں لحظہ کہ مشتاق بیارے برسد | آرزومند نگارے بہ نگارے برسد
دیدہ بر رُوئے چو گل بند دو نبود خبرش | گرچہ در دیدہ ز نوکِ مژہ خارے برسد
تن چو بینش کہ بر سیلِ مژہ کشتی راند | از پسِ قطعِ سواحل بکنارے برسد
لذتِ دیدنِ دیدار بجاں کار کند | جانِ بیکار شدہ باز بکارے برسد
گرچہ در دیدہ کشد ہیچ غبارش نبود | ہر کجا از قدمِ دوست غبارے برسد
اے خوش آں تلخیِ پاسخ کہ دہد بعد از ہجر | کہ خمارے شکن از بر خمارے برسد
لذتِ وصل نداند مگر آں سوختہ | کہ پس از دوریِ بسیار بیارے برسد
قیمتِ گل نشناسد مگر آں مرغِ اسیر | کہ خزانِ دلِ بود پس بہارے برسد
خسروا یارِ تو گر می نرسد خود می پوے | بہر تسکینِ دلِ خویش کہ آرے برسد

ذکرِ در اسپ فرستادنِ سلطان معزالدین
ہم براں گونہ کہ در باغ وزد بادِ دورنگ

کانہ سمِ طنق[1] آزاد گشت | گرد بصحنِ زمین آسمان[2] دشت
باد گرفت اسپ کسان ابجو | وز رہِ شان رفت بصحرا خسو
گرچہ کہ زادہ شدہ پابند پای | ہم کہ تنگ بندۂ[3] صبا را بجای
بر سرِ نہ چرخ بود جای شان | گر نہ بود بند بہر پای شان
پیکرِ آن آہ نوردانِ پاک | بادِ مجسم شدہ بر روی خاک
بر سرِ ہر جواہ روان تر شدہ | وز سبکی دیدہ درون تر شدہ
صورتِ شان از روشِ دلپذیر | وہم مصور شدہ اندر ضمیر
گشت چو سیارہ منازل سپر | ماہ سبک سیر شدہ نعل زر
زالِ جہ رہ یافتہ در برجِ باد | بادیے گرد بسیارہ داد
جوشش کمیت از سرِ میدانِ شاہ | مست ہمی کرد کسان را براہ
شکلِ سیاہانِ[4] سرافراختہ | آتشے از دودِ سَلَب ساختہ
آتشِ سوزان کہ زتابِ وجود | ہم زتنِ خویش برآوردہ دود
تیزیِ خنگانِ محیط آزمون | آب ببرد از فلکِ آبگون
گنبدِ شان کردہ فلک را خراب | گنبدِ آبی شدہ بر روی آب
سوسنیان[5] خوش فش و نرگس دلما | وز دمِ شان نرگس و سوسن دلما

---

۱ طنق نام بہاری کہ در پشم اسپ می باشد ۱۲ ۲ ای زمین را می نوردیدند ۱۲
۳ گذشتہ بودند ۱۲ ۴ اسپان مشکی ۱۲
۵ سوسنیان۔ اسپان برنگ سوسن و فش موئے یال۔ دمان مُعنی دہندہ ۱۲

کبکِ خرامنده بصحنِ سرائے   کبکِ روان ابر زده بر اعضائے
ہیکلِ شان گرم چو آتش گئے   آتشِ شان چوب نخورده گئے
کوه گران لیک گران سنگ نے   یک تگِ شان جز بسه فرسنگ نے
سنگ دران کوه تنان ناپدید   کوه که بے سنگ بود کس ندید
ز آتشِ خود گرم روان ہمچو تیر   سوختہ شد کرهٔ گرمِ اثیر
از تگِ شان کانِ دِ صرصر خرده   باد بدیوار پئے سر زده
سرعتِ شان از تگِ شان بیشتر   گاه تگ از خود قدمی پیشتر
ور رهِ جولان بفلک راهِ شان   سنبلهٔ چرخ چرا گاهِ شان
بے سمِ شان کوه نیارد خمید   بے تگِ شان فتح نیاید پدید
پا نه نهاده بزمین ہیچ جائے   بر سرِ گردون شده جولان تجلّی
گرده ہوا در تهِ ایشان زمین   پا ننهاده بزمین جز جبین ها
آب روان از پئے صحرا گشت   بادِ صبا از پئے گلگشتِ دشت
گر بلگد خشتِ زمین بشکنند   گاه بیک جست دو گنبد کنند
از لگدِ پا که بیک پے فشرد   خرگهِ پرنده کره را گرد و خرد
چون سمِ شان لرزه بگیتی فگند   کرهٔ تا گنبدِ زمین را بکند
گاه روشن زان سمِ گیتی نورد   از کرهٔ خاک بر آورد گرد

لہ خرگہ پرندہ کرہ - آسمان ۱۲

بستهٔ بریشم گهرِ مهره وار — مهره نگویم که دُرِ شاهوار
شاه چو در مهرهٔ شان چشم داشت — چید یکے از صد و دیگر گذاشت
گرچه همه مهرهٔ شان چیده دید — عاقبت از گوهرِ شان مهره چید
کرد گزین زان همه گردون تگان — پنج هزار و صد و پانصد یگان
داد بدانا که بریں نزد شاه — عذرِ قدم زآمدنِ رفے بخواه
وعدهٔ امروز فرازم رساں — جان بجنابش برو بازم رساں
رفت پذیرنده و آں هدیه برد — خدمتے خاص بخدمت سپرد
خواهشِ عذرے که به پنهانش بود — کرد بفرمان دِه فرمانش زود
داورِ دولت که دراں داوری — دید ز دارائے خود آں داوری
سکهٔ مهرے که عیارش نمود — گرچه یکے بود هزارش نمود
داد بآرنده لباسے عجیب — قیمتی و در همه عالم غریب
سُرخ بطاقی همه از لعلِ ناب — لعل که خورشید ندیده بخواب
از پےِ شه چند طرائف دگر — طُرفهٔ اطراف همه بحر و بر
وعده چناں رفت که هنگام شام — جلوه کند مهر بماهِ تمام
مرد سخن سنج گراں سلکِ دُر — کفِ خود و کفهٔ خور یافت پُر
آمد و بگشاد تراز روے راز — نکتهٔ سنجیده بسنجید باز
شاه بفرمود بفرشش کشاں — زینتِ فرش و تتق زرفشاں

چالِ[1] زگلرنگ تراِنگیخته — بادِ صبا را بگل آمیخته
پشتِ قله[2] از خطِ مشکینِ خویش — سبق ہنر دادہ صبا را بہ پیش
زردہ شاں چوں زِ قیمت فزائے — گرچہ نہ یکجا دہ دلی کہربائے[3]
خنگِ نگس[4] دشت خورد کاسہ سم — بر نگس کردہ نگس راں زدم
لیک[5] چہ راند زِ نگس کز سُرین — خواست بلغزد نگس اندر زمیں
اَبرشِ شاں ابر تگ و برق تاب — برقِ فلک سُرعت و ابرش خطاب
در تگِ شاں گاہ کشادن زِ بند — کم شدہ ایں ابلق دنداں بلند
ابلقِ شاں از بیاض و سواد — خامۂ نقاشش نشانے نداد
دہر شد از نسختِ شاں نا امید — گرچہ بسے کرد سیاہ و سپید
صورتِ شاں خامہ نداند نبشت — بادِ صبا را کہ تواند نبشت
از تگِ شاں گر بنویسم سخن — باد رباید قلم از دستِ من
مہ زِ پئے آخورِ آں مہوشاں — ساختہ خرمن بَرہِ کہکشاں
کار گزار عملِ پائے گاہ — می گزرانیدگاں پیشِ شاہ

---

[1] چال- اسپی کہ سُرخ رنگ باشد ۱۲ [2] قلہ اسپ کہ رنگش مائل بزردی باشد ۱۲
[3] در لفظ یجادہ و کہربائے صنعتیست یعنی کہ اوہم جوہر است یعنی زبرجد و کہربا ہم جوہر است یعنی خون خورندہ کاہ ۱۲
[4] خنگِ نگس اسپِ سفید کہ بر آں نقطہائے سیاہ باشد ۱۲
[5] لیک چہ راند الخ - یعنی اگرچہ دم آں نگس راں ست گر نگس را چہ گونہ راند کہ از فربہی دیرینی نگس از سُرین او می لغزد و بر زمین می افتد ۱۲

من از آرزوت مُردم ولت ار چه نیست پروا — بتکلف ار تو دانی شبے آرزوے من کن
منم و دلے و دردے ز غمت چو ناتوانان — بزکوةِ تندرستی گذرے بسوے من کن
همه بوے عود نبود که ز غنچش بسوزی — دلِ سوخته است رغبت قدری ببوے من کن
اگر این ست رسمِ خوباں که بمو ببندد دلها — دلِ من بیار و جایش تنِ چو موے من کن
بدو زلف طوق داری نه یکے که هر دو خم — وگرت هزار باشد همه در گلوے من کن
ز شکنجِ زلفِ مشکیں چو نهی بدوشِ چوگاں — بفدائے حالِ گاهش سرِ همچو گوے من کن
تنِ خاکیم لبالب همه پُر ز خوں ست از تو — لبِ خویش را تو ساقی ز سرِ سبوے من کن
بگراں مشو ز خسرو که چنیں بدستِ خویم — نفسے بیا و بنشیں بدر خو نکوے من کن

صفتِ آں شبِ با قدر که تا مطلعِ فجر
نزدِ آں روح ملک بُرد سلامِ یزداں

شب چو بیاراست سرِ سپهر — گشت مکلّلِ تتق ماه و مهر
یافت فلک پردهٔ گوهر نگار — رشتهٔ شب از پے آں پود و تار
چرخ بهر زاویه شمع سوخت — خاک بهر خانه چراغے فروخت
طاقِ سما کرد چراغ آشکار — طاق یکے بود چراغش هزار
دهر شد از دود معنبر دماغ — کم نه بود دودهٔ چندیں چراغ
سرمه بود از دُرِ گردوں براں — از دُرِ سیاره شده سرمه‌ساں

هر همه در جملهٔ بار آمدند | بارکش از دد بکار آمدند
نصب شد اندر تگِ آن پیشگاه | پایه بپایه سرِ او تا بماه
تاجِ مرصع که در آویختند | گوهر از آب گهر آمیختند
بود تتق جمله ز زر بافته | پردهٔ در ها ز گهر یافته
پردهٔ دیوار ز یاقوت بود | کلهٔ بالا ز زمرد نمود
فرشِ زمیں بود مسلسل بزر | در تهٔ آں خاکِ زمیں نقره گر
هر که در آمد بچناں منظری | صورتِ خود دید ز هر گوهری
یک تنه زو شد بتصور هزار | بیں که هزارش چه نمود از شمار
شاه در آں خانه در آمد بتخت | آئینهٔ دید نمودارِ بخت
خانه از و شد همه صورت پذیر | با همه تصویر نبودش نظیر
خواست ز ساقی مے آئینه فام | دید در و صورتِ خود را تمام
گشت سکندر که ز گنجینه ها | داد و زر و کرد تو آئینه ها
بادلِ آئینهٔ اسکندرش | بادل گلرنگ صفا پرورش
داد مرا ایں غزل اندر خیال | بردلِ چوں آئینه او جمال

غزل

زسرِ کرشمه یکے ره گذرے بسوے من کن | بنیاز تیے که دانی نظرے بروے من کن

کرمکِ شب تاب بصحنِ جہاں　　ہمچو شرار از سرِ آتش جہاں
چرخِ کماں شکل بہ تیرِ شہاب　　شاندہ پرِ زاغ بپرِ عقاب
تیرِ شہاب از دلِ اختر گزشت　　روشن ازیں ہفت سپر در گزشت
آتشِ خورشید کہ گرمی نمود　　ز آتشِ او چرخ بر آورد دود
روز ز دریاے فلک شست دست　　چشمۂ خور در تہِ دریا نشست
طرفہ کہ خورشید چو در شد بچاہ　　گشتہ روان زر و رقِ زرینِ ماہ
در شدہ آں چشمۂ روشن بچاہ　　خونِ شفق سرخ شد آنگہ سیاہ
پرتوِ خورشید کند از عمل　　سرخیِ خوں را بسیاہی بدل
بلکہ چو خورشید شد آتش فشاں　　زود دہد از رنگِ سیاہی نشاں
طرفہ کہ خورشید چو رو در کشید　　روئے زمیں گرد سیاہی پدید
خور چو شود تافتہ از تابِ وے　　روئے پر از قطرہ نماید ز خوے
طرفہ کہ چوں تابشِ خور شد نہاں　　گشت پر از قطرہ رخِ آسماں
نافہ دہد آہوے مشکیں عطا　　ہست طلب کردنِ مشک از خطا
طرفہ کہ گم گشت چو آہوے مہر　　مشک فشاں گشت بگیتی سپہر
قرصۂ خور تا بسرِ خوان بود　　خلق بر و آختہ دندان بود
طرفہ کہ چوں قرصِ خور از خوان فتاد　　چرخ لبالب ہمہ دنداں کشاد
مست شدہ از قدحِ دورِ مہر　　بر زمیں افتاد ز روئے سپہر

چرخ که شد حقهٔ او سرمه زای — سنگ‌نما رو زچه شد سرمه سای
دیدهٔ انجم بسیاهی درون — دیده درون ماند سیاهی برون
ریخته از شیشهٔ گردون مداد — مجمرهٔ گل شده زد پر سواد
جوهری شام بسوداگری — کرد گهر پیش کش مشتری
گاو فلک ریخته عنبر براه — گاو زمین ساخته پرچم سیاه
طاس فلک شد علم زرنگار — روی زمین شد ز علم سایه‌دار
از نم شبگیر که هر سو فتاد — کوس سحر هیچ صدای نداد
ادهم شب گشته بتندی روان — پر ز جلاجل شده برگستوان
گرچه هوا پر ز جلاجل نمود — هیچ طرف بانگ جلاجل نبود
چرخ یکی حلقهٔ انگشترین — بر سر یک حلقه هزاران نگین
خوان فلک پر ز نگینهای زر — زرد چو زنبور بر آورده سر
زان همه زنبور که از نور بود — پردهٔ شب پردهٔ زنبور بود
خوشهٔ چرخ از علف خانه خیز — بهر خروسان سحر دانه ریز
بود خروس سحر اندر عدم — ورنه چرا دانه نمی گشت کم
مرغ شب آهنگ نواگر شده — نغمهٔ زیرش بهوا بر شده
شپرک از بس که ببالا پرید — مرغ مسیحا بمسیحا رسید

ل از پردهٔ زنبور مراد سقف زنبور است که سوراخ داری باشد ۱۲ ـه خوشهٔ چرخ برج سنبله و خروسان صبح یا ملایک و دانه ها ستاره ها ۱۲

ساخته از دود مداوی زسر | داده به پروانه سوادی زسر
بس که گزیده شده از زخم گاز | داده سرِ خویش گزیدش براز
زان همه نیشے که ز زنبور خورد | عاقبتش سوختن آغاز کرد

صفتِ نورِ چراغ که اگر پرتوِ او
نبود در دلِ شب کور بود پیر و جوان

گشت روان خانه بخانه چراغ | آتشِ او در دلِ شب کرده داغ
گرم دماغ آمده در هر وثاق | بینیش از گرم دماغی بطاق
پنبه دهانی بزبانِ دراز | با همه کس گرم سر سوز و ساز
پنبهٔ و آتش شده در روغنش | در تن و نا سوخته هر گز تنش
پیش رو راه ز نورِ بصر | گم شده را در دلِ شب راهبر
تا شب از و نور نیامد پدید | دیدهٔ تاریکِ جهان را ندید
چرب زبانی بدلش گشت جمع | چرب تن و چرب زبان تر ز شمع
شعلهٔ او گر خسے آشوب یافت | صد خله از سیخک جاروب یافت
نادرهٔ گرد عیان دل پذیر | سیخک جاروب بر آتش امیر
خس برد بینیِ او در لبے | چون ببرد بینیِ آتش خسے
کرد بچوب آتشِ خود را ادب | وز پے چوب آمده جانش بلب

صفتِ شمع که چون بسرش آید مقراض
در زمان چاک زند پردهٔ ظلمت نسیان

شمع بهی رنگی سرفراز | خاصه ببزمِ شهِ عالم نواز
شمع نه بل اخترِ عالم فروز | در دلِ شب شعشعه پیوند روز
از همه سو روی و همه روی چشم | نی پلکش دیده و نی موی چشم
پاسِ نفس داشته تا بامداد | هر که برو زد نفسی جان بداد
اولِ شب آمده عمرش بسر | زیستنش آخرِ شب تا سحر
نادره شخصی که ز نورِ صفات | زنده بماند چو سر آید حیات
زنده شد آتش ز نفس چون بمرد | و آتشِ تیزش ز نفس جان نبرد
جانش که از سوز رسیده بلب | زنده از آن داشته بسیار شب
چون دلِ سوزانش ز سر برگذشت | جان شد و از وی دلِ شب زنده گشت
شد نگهِ صبح حیاتش تمام | عمر ز سر یافت بهنگامِ شام
کرد چو مقراض ببوسش گذر | بوسه زدش بر لب و ببرید سر
بس که سرِ او شده بارِ زبان | کرد سر اندر سرِ کارِ زبان
تیغ رسید و سرش از تن ربود | او بزبان کرد حرارت چه سود
سوز بسر داشت که چندان گریست | تا نبریدند سرش زانه زیست

ثور گرفته ز ثریا نثار — کوهه کوهان ز گهر زیر بار
ساخته ثور از دبران[1] چشم خویش — کحل جواهر فلک آورد پیش
هقعه[2] سه سیاره روشن بدور — گشته مثلث چو سه نقطه بنور
هنعه[3] دو آتش که بیکجا نمود — داغ وی از گردن جوزا نمود
بس که دراع[4] اطلس گردون نوشت — پردهٔ اطلس همه بیموی گشت
نثره[5] چو ابری شده گوهر فزای — چار گهر ریخته بر هیچ پای
طرفه[6] بیک طرف دو چشمش پدید — دیده چنین طرفه بچشمی ندید
قلب فلک در طلب جبهه بود — جبهه بقلب آمد و بهجت فزود
زبره[7] زبردست شده چون اسد — بهر اسد کرده ز آهن جسد
مهره صرفه[8] بدم شیر گم — مهره بسر باشد و او را بدم

---

۱ دبران بفتحتین وال نیز نام منزل ماه است و آن پنج ستاره اند در ثور یعنی فلک بجای دبران (چشم ثور) کحل جواهر آورد تا که چشمش روشن شود ۱۲

۲ هقعه سه ستاره روشن در برج جوزا ۱۲

۳ هنعه بفتحتین نیز نام منزل قمر و آن پنج ستاره اند بر گردن جوزا ۱۲

۴ دراع گز مراد ماه است یعنی ماه اطلس گردون را در نوشت ۱۲

۵ نثره نام منزل قمر و آن چار ستاره اند در برج سرطان ۱۲

۶ طرفه بالفتح نام منزل قمر و آن دو ستاره اند در یک طرف یعنی این طرفه تر است که طرفه دو چشم در یک طرف ۱۲

۷ زبره تراشه آهن و آن ستاره ایست در برج اسد که جسد اسد را مثل آهن مضبوط کرد ۱۲

۸ صرفه نیز ستاره ایست بر دم اسد یعنی این عجب است که مهره بر سر باشد و اسد را بر دم ۱۲

بسته جهان چشم چو گاوِ خراس | گوش بفریاد ز آوازِ پاس
گردِ عسس بر سرِ هر کو کمین | کیست که جنبد به بساطِ زمین
مردمِ هر خانه شد از رهگذر | مردمکِ دیده فرو بسته در
موسمِ گرما و تن از خوی بجوش | دیدهٔ مردم ز پلک شقه‌پوش
شقه‌گری از پلک آموخته | در فرّهٔ قند ز مگران دوخته
موی بهم کرده فره داد تاب | دام ز مو بافته از بهرِ خواب
فتنهٔ چشم آمده زان مو بدام | تیغِ زبان خفته میانِ نیام
همچو فلک پُر ز ستاره جهان | همچو زمین پُر ز چراغ آسمان

صفتِ سیرِ بروج و روشِ منزلها
که همه کارگزارِ فلک اند از دوران

میرِ منازل[1] همه نزدیک و دور | منزلتے داده فلک را ز نور
قرنِ[2] حمل کرده قرار یکدگر | وز حدِ شرطین برآورده سر
بسته حمل حمل بنافِ بُطین[3] | زاده سه سیاره به تثلیثِ بطین

---

[1] میرِ منازل - ماه ۱۲

[2] قرن یعنی شاخ و حمل برجی که بصورت برهٔ گوسپند است شرطین بفتح شین نام منزلِ اوّل ماه و آن دو ستاره اند از برجِ حمل بجائے دو شاخ آن واقع شده اند ۱۲

[3] بطین بضم با نام منزلِ دوم ماه که در هیئت ماه در شکم برجِ حمل می باشد و بطین سه ستاره اند با یک دیگر بشکلِ مثلث بدین شکل ∴ ۱۲

بلدہ چناں از نظر آنجا تہی | ہست و بے لیک ز مردم تہی
سعد شدہ ذابح بزد رہناں | از پے آرایش خوان جہاں
سعد بلع[1] در شکم بزدروں | رفتہ و آوردہ دو بچہ بروں
سعد سعود از دو طرف درفشاں | با اثر سعد ز تثلیث نشاں
اخبیہ[2] با چار حریف درشت | دلو کشاں گشت ز بالای پشت
کردہ مقدم ز قدم پیش و پس | آب کش دلو شدہ از ہوس
دست موخر سوے ماہی دراز | در دل ماہی شدہ تاخیر ساز
کردہ رشا[3] رشتہ پیچاں بدست | در شکم حوت در افگندہ شست

صفت اختر و آں طالع و وقت مسعود
کہ گرفتند دو مسعود بیک برج قراں

زہرہ و برجیس بہم بستہ جعد | ثور مشرف بہ تراں دو سعد
ماہ و ذنب ہر دو بیکجا مقیم | ماندہ ز پشت برہ مہ در گلیم
برج دو پیکر زدہ در رو پر ز نور | دیدۂ اختر زدہ زاں ماندہ دور
شاہ کواکب شدہ کرسی نشے | کرسی او گرد فلک پنج پاے

---

[1] سعد بلع دو ستارہ اند در برج دلو و میاں آں ہر دو یک ستارۂ دیگر ست گوئی آں را مبلوع گویند ۱۲
[2] اخبیہ یعنی خیمہ با دو نام منزل و آں چار ستارہ اند و یعنی آنہا باعتبار نجوم ست ایں منزل ست یعنی دلو ۱۲
[3] رشا نام منزلے ست و آں ستارہ است بشکل رسن دلو ۱۲

پنج گہر یافتہ عوا بزیر — پنجۂ شیر آمدہ بر ران شیر

رامح سماک از حد تیر آمدہ — رفت بمیزان و ترازو شدہ

غفرہ چو سطرے کہ زدو ری سہ حرف — راستی اندر خط میزانش صرف

شکل زبانا بیمنان آوری — بر سر عقرب بزبان آوری

عقرب از اکلیل سہ گوہر بہ پیش — ہر سہ گہر سفتہ بیک نیش خویش

روئے چو بکشاد مہ مہر جوئے — قلب شدہ عقرب و پوشید روئے

شولہ شدہ بر سر عقرب چو خار — داد دوگاں شعلۂ آتش شرار

شکل نعائم چو سریری بجاے — کژ شدہ با راستی ہشت پاے

---

۱ عوا سگ عو عو کنندہ و نام منزل قمر و آں پنج ستارہ اند بر ران شیر یعنی این عجب ست کہ پنجۂ شیر زیر آن عوا آمدہ ۱۲

۲ رامح نیزہ و سماک بالکسر نام منزل چہاردہم ماہ و آں یک ستارہ است و سماک دو نوع ست یکے رامح یعنی نیزہ دار و دیگرے اعزل یعنی بے سلاح۔ میزان یعنی ترازو و نام برج۔ یعنی سماک از حد مسافت عطارد آمدہ بہ برج میزان مقابل شد زیرا کہ ترازو شدن بمعنی مقابل شدن ست ۱۲

۳ غفرہ نام منزل قمر و آں سہ ستارہ کژ واقع شدہ کہ آں را سہ حرف گفتہ یعنی در برج میزان آں راست شدہ ۱۲

۴ زبانا بالضم نام منزل قمر و آں دو ستارہ اند بر سر عقرب ۱۲

۵ اکلیل نام منزل قمر و آں سہ ستارہ اند در برج عقرب یعنی عقرب از نیش خود سہ گوہر را بسفت ۱۲

۶ قلب عقرب برقع ست یعنی ماہ از دیدن عقرب منحوس روئے خود پوشید ۱۲

۷ شولہ دم کژدم و نام منزل قمر و آں یک ستارہ است بر سر عقرب و دوگان دو چند یعنی عقرب نیش خود را دو چند ظاہر کرد ۱۲

۸ نعائم بالفتح نام منزل قمر در برج قوس و آں بشکل تخت ہشت پایہ واقع شدہ است یعنی نعائم د شتر مرغ، با وصف راستی ہشت پا کژ گردید ۱۲

گشت چناں ظلمت شب کم فراغ — کش اثر دود نماند از چراغ
دیدهٔ سیاره ز نورے که زاد — داده همه سرمهٔ شب را بباد
روشنیِ گشت بعالم پدید — کاولِ شب صبحِ دوم در دمید
مشعلها هر چه درآمد به پیش — نورِ جهاں گشت ز اندازه بیش
تا بچنیں کوکبهٔ آں آفتاب — ذرهٔ خاک شد از برجِ آب
ریختنیها ز دو سو شد بکار — بسته شد از بارِ گهر جاے بار
ریزشِ زر کز زمیں آمیختند — خاک تو گوئی که ز زر ریختند
آنکه همی چید بدامن گهر — دامنِ پُر چید ز لولوے تر
خلق سر از چیدنِ زر خم نکرد — سر چه کند خم که نظر هم نکرد
بسکه دُر و لعل بخواری نشست — کس بجهاں آب نیالود دست
نورِ دو خورشید شده همقراں — انجمن انجم فگن از هر کراں
هر دو بیک تن چو دو پیکر شدند — بر فلکِ تخت چو مه بر شدند
گشت ببرجے دو قمر جاے گیر — گشت مزین بدو سلطاں سریر
برجِ شرف کرده دو اختر یکے — سلکِ نسب کرده دو گوهر یکے
ملک بیک تخت دو دارا نمود — دهر بیک آب دو دریا نمود
روے زمیں فرِّ دو جمشید یافت — چشمِ جهاں نورِ دو خورشید یافت
خاتمِ جم را دو نگیں دست داد — افسرِ کسریٰ بدو فرق ایستاد

گشته عطارد باسد جای گیر | شه زده گوئی بدل شیر تیر

شیر چو پهلوی عطارد بجست | سنبله در سوگ میانرا ببست

راس[ل] چو مریخ ترازو بچنگ | هردو برابر شده در وزن سنگ

عقرب دم دار شده قلب دان | کرده هم از کوکبهٔ خود کمان

مشتری از خانهٔ خود بی خبر | قوس تهی تیر بجای دگر

بزکه شدش هندوی گردون شبان | رفته شبان از سر آن بی زبان

دلو شده در ته دریا نشست | کاب کشان زو همه شستند دست

کرده زحل در دل ماهی مقام | طرفه که ماهیش به بسته بدام

تیره شبی دمهٔ گردون بخواب | ماه زمین منتظر آفتاب

تا کیش آن اختر عالم فروز | روی نماید که شب آید بروز

نوبت خفتن چو نوا بر کشید | بانگ دهل دم بهوا بر کشید

کاسه برون زد شغبی کان درست | گفت سخن کوس فلک را بپوست

ناگهی از دور در آب روان | مشعلها شد چو کواکب عیان

پرتو شان نادره خوش نمود | کاب پر از شعلهٔ آتش نمود

عدل شه این تعبیه انگیخته | کاتش و آبی بهم آمیخته

دهر بنوعی فلک افروز شد | کاختر شب اورگی روز شد

ل راس نام ستاره مقابل ذنب یعنی راس و مریخ هردو در برج میزان بودند ۱۲

زاں سرا بود کہ در گل نشست — کاسہ ہم خود و سراسر شکست

گرد شدہ خاصگیاں ہر طرف — وز دو قمر یافتہ پرویں شرف

گاہ نشستہ بمقام نشاط — گہ بزمیں بست چو نقش بساط

جملہ کلہ در شدہ کہ تا بمہ — سر ز کلہ گشتہ سزاوار زہ

جبہت شاں از کلہ بے بہا — گشت دُر افشاں چو مہ از ابرہا

از کلہ لعل و سپید و سیاہ — گونہ بگونہ شدہ رخسار ماہ

نقش قباہاے ز خز آب گوں — موج بروں دادہ دُر دریا دروں

کوہ تنانے ہمہ بستہ کمر — تا بکمر غرق شدہ در گہر

قامت شاں زاں کمر زر کہ بست — تیر تو گوئی بدو پیکر نشست

مجلسے آراستہ شد چوں بہشت — خاک شد از غالیہ عنبر سرشت

بس کہ فشاندند گلاب نشاط — شستہ شد از وی ہمہ روی بساط

بوے گلاب از تنہ آستیں — کرد زگل جامہ گل آستیں

عود قماری کہ ہمی داد دود — غالیہ می ساخت گل از دود عود

عود ہمی سوخت چو عنبر بداغ — مشک ہمی گشت بگرد دماغ

بس کہ شد آلودہ بعنبر زمیں — گاو زمیں شد ہمہ تن عنبریں

نقل فشاندہ بطبق ہاے زر — میوہ ز ہر جنس چہ خشک و چہ تر

دیدۂ بادام کہ سختیش بود — خستگے داشت شکستی نمود

دبدبهٔ کوس دو لشکر زدند — نوبتِ اقبال دو سنجر زدند

گلشنِ دولت بدو گل تازه گشت — صوتِ دو بلبل بیک آوازه گشت

گشت یکے تاجِ کیاں را دو سر — گشت یکے قصرِ شہاں را دو در

مصقلهٔ چرخ دو خنجر زدود — آینهٔ ملک دو صورت نمود

نور یکے داد دو لوحِ جبیں — لمعه یکے زاد دو نورِ یقیں

سایه یکے کرد دو فرِ ہمائے — پایه یکے ساخت دو کشور کشائے

شاخ بہم سود دو سروِ جواں — موج بہم داد دو آبِ رواں

گشت یکی باغِ وفا را دو جوے — گشت یکی تیغِ صفا را دو روے

کشتِ زمیں آبِ دو باران چشید — مغزِ جہاں بوے دو بستاں کشید

چرخ یکے شد بدو ماهِ تمام — بزم یکے شد بدو دورِ مدام

گشت یکے غم زده دل خاسته — گشت بیک جاں دو تن آراسته

بود دو سرو آمده ہر دو بپائے — سروِ دو بد پائش ایشاں جائے

صف زده از ہر دو طرف صفدراں — انجمنے ساخته نیک اختراں

بر ہمه در رشتهٔ طاعت قطار — راست چو در رشته دُرِ شاہوار

سر بزمیں خانِ خطا می نہاد — خانِ مغل کاسه کجا می نہاد

بود گہِ سجده بروں از شکے — نقشِ بساط در رخِ مردم یکے

فرشِ زمیں بود ز صورت نشاں — از چه ز نقشِ رخِ گردنکشاں

از سرِ جوشش ہمہ گنبد نمود | گرچہ کہ میدانِ مے از شیشہ بود
او ز عمل کردہ بسے زر بدست | آمدہ بر شیشۂ مسکیں شکست
مے کہ ازو صد ہنر انگیختہ | موے بموئیش ہنر بیختہ
بہرِ دہن ہاے چو انگشتریں | ساختہ از لعل مصفا نگیں
بود بر آتش قدمش دیرپاے | زاتشِ دمید آبلہ[1] سرتا بپاے
نام حرام ارچہ بر وشد وبال | ہرچہ نمک خورد ہماں جز حلال
لاجرم او داشت نمک را عزیز | حرمت او داشت ہمہ خلق نیز
طرفہ حرامی کہ بہر دشتگاہ | حقِ نمک دارد ازیں ساں نگاہ

وصفِ قرابہ کہ بہرِ حرمِ دخترِ رَز شیشہ خانہ است ببالاے سرِ تُرش رُوشنداں

سینہ قرابہ برآورد شور | وازخس وخم چشم بداں کرد کور
راست چو دریا زبروں دُردل | دُر ز درونش اشنہ خس از برش
ہرکہ گذر کرد گہی در رہش | غرقہ شد از آب بزیر کَش
گرچہ ز پیری سرِ او پنبہ گشت | ہم ز مے و جام نداند گذشت
پُر شدہ تا لب ز مے و گشت مست | ریختہ از سینہ برش ہرچہ ہست
بستہ میاں را کمر از لعل تر | طرفہ کہ در زیر قبایش کمر

[1] از آبلہ مراد حباب ہاے شراب ۱۲

شد بطبقِ پستهٔ شکّر شکن — بهرِ زمیں بوس لبالب دهن
چربیِ چلغوزه ازانجا که اوست — چرب زباں بود ولے زیرِ پوست
سرخیِ ما[1] بود ز عنّاب کم — سرخیِ خود کرد فزوں دمبدم
سادگی از پرتوِ مجلس بتاب — سایه همی جست دراں آفتاب
هیچ کسے آب ز آبے نخورد — سیب شد از بس خجلی سرخ و زرد
قهقههٔ بے ادباں کرده نار — شد همه دندانش بدامن نثار
بود هم از میوهٔ هندی بسے — کاں مزه را نام نداند کسے
موز که همسایگیِ "بهی" نمود — به بتری بود اگر به نبود
نُقل ازیں گونه دل آسا و نغز — باده کز و پرورش آید بمغز

صفتِ باده که بینی چو خطِ بغدادش
بے سوادیش بخواں نسخهٔ آبِ حیواں

مے که عرق از تنِ مرداں کشید — گوهرِ هر مرد شد از وے پدید
پیشِ چناں گوهرِ یاقوت رنگ — کوه زده بر سرِ یاقوت سنگ
بس که ز هر کف گهر انگیز گشت — معبرش از معبرِ دریا گذشت
تند کمیتے که بهنگامِ جوش — کف بلب آورد و شد اندر خروش

---

[1] ما در عربی آب را گویند و آبی بهی را گویند یعنی سرخیِ بهی ۱۲

گشت لبالب ز مے جانِ شستر | کرد حدیث از لبِ جوے بہشت
جاں بلبش تا نرسید از طلب | بر لبِ جاناں نرسانید لب
نوشِ لبش زاں مے نوشیں کہ خورد | نوش لباں را ہمہ لب نوش کرد
بس کہ خورد بادہ نداند ستاد | تا ش نگیری نتواند ستاد
مے بدلِ آب فرو ریختہ | وآب بے پیچ نیا میختہ
بادہ تو گوئی کہ درو از صفا | ہست معلق بمیانِ ہوا
کرد چو ساقیِ تہش زیر دست | رفت ز بر دستِ بزرگاں نشست
دستگہے یافتہ در خوردِ خویش | کردہ بہ پیش ہمہ کس دست پیش

صفتِ ساقیِ رعنا کہ کند مستاں را
بیک آمد شدِ خود بیہش و مست و غلطاں

ساقیِ صوفی کُش و مردم فریب | برد بیک غمزہ ز عالم شکیب
خم بخم آویختہ جعدِ ترشش | یک خم و صد بر شکناں بر سرش
نرگسِ نازندۂ او نیم باز | نیمے از و خواب و دگر نیمہ ناز
گرچہ کہ چشمش شدہ با خواب جفت | لیک گہی فتنۂ چشمش نخفت
عکسِ جناں نرگسِ مستِ خراب | ہر ہمہ را سر مدہد در شراب
خطِ تو آغاز شدہ گرد رُدے | خاستہ زو بر تنِ خورشید موے

رنگ خضر داده ز سبزی برش　　تا بزرهٔ چشمهٔ حیوان سرش

می طلبی روی بخدمت نهد　　هم بکمند خدمت و هم می دهد

خون دلش گرچه بساغر خوری　　هم بکمند سر تواضع گری

لعل که در سنگ درون آمده　　حل شده زان شیشه برون آمده

سنگ بسی هست که یاقوت داد　　شیشه که دیدست که یاقوت زاد

سخن از وصفِ صراحی که گر آن نازک را

در گلو دستِ نی خونش برآید ز دهان

بس که صراحی طلب گشت صاف　　باده درو دیده شد اندر طواف

گوئی از اوصافِ صفاش از برون　　باده برون ست صراحی درون

حاملهٔ دخترِ خلف از وی نزاد　　گر چه پسش حمل کند بر فساد

گرده درو دایره دورِ شراب　　خیمهٔ آن دایره گشته حباب

در شکمِ او کفِ صافی گهر　　از هوسِ باده شده شیشه گر

سخن از وصفِ پیاله که ز بس جنبشِ خوں

خونِ قرابه بسوی دست همه وقت کشان

شکل پیاله چو فلک گاهِ دور　　زو همه بر مردمِ هشیار جور

صفتِ چنگ کہ بے موست تنِ تحیا نہ وقتش

موے ساقِ دگرش تا بزمیں آویزاں

چنگِ سر افگندہ سر افراختہ   موے بموئیش ہنر ساختہ
یک شبہ ماہے ز سر انگیختہ   سی شب و سی روز در آمیختہ
نیم کمانے و زہش ہست چار   زخمۂ پیکانش بجاں کردہ کار
کشتیِ کاغذ بر و بحرش گذر   کاغذِ او تا شدہ از رود تر
رشتہ کہ در گردنِ خود آورید   گردنِ او راشدہ حبل الورید
شیخِ عبا پوش ببزمِ شراب   پیرِ دلے ساختہ بہرِ شباب
گرچہ چو معشوق کشندش ببر   ہم دہد از نالۂ عشاق اثر
بسکہ نماندش برگ از نالہ خوں   رگ بزنی خونش نیاید بروں
زادہ بسے زخمہ کہ در جاں نہی   لیک شکم تا بہ تہیگہ تہی
پردہ ز ابریشم و از مو طناب   گاہ بریشم گرو گہ موی تاب
صد فنِ باریک چو مو بافتہ   زاں ہمہ مو چند رسن تافتہ
ہر سرِ موزاں رسنِ جاں فشاں   ہست ز باریکی علمے نشاں
ہست لباسش ز بریشم مقیم   ہم نکشد پاے بروں از گلیم

مست رود چوں بسوی می پرست عقل شود شیفته بیچاره مست
هرکه بیک جرعهٔ او سر نهد بیهشیش بیند و برتر دهد
مے دهد و خوں خورد از دل تمام جرعهٔ باقی نگذارد بجام
ور نشود مست حریف از شراب رو بنماید که بیفتد خراب
مست درو بیند و او سوے می او شده مست از می و مستاں ز وے
بسکه همه جور بود دور او هرکه بود خوں خورد از جور او
از کفِ او دور دمادم خوش ست ور بمثل جور بود هم خوش ست
چوں بدهد باده و گوید که نوش مست بروزِ دگر آید بهوش
ساقی ازیں ساں و حریفانِ نغز در شده آوازِ ترنم بمغز
حاصل ازیں مجلسِ فردوس وش شاه خوش و باده کشاں نیز خوش
صفِ حریفاں زده جانب قطار هر یک ازیشاں ملکے نامدار
جام مے آنرا که بلب باز خورد بستد و چوں جرعه زمیں بوس کرد
کرد سوے تخت بحرمت نگاه خورد بیادِ رخِ میمونِ شاه
بانگِ ندیمانِ قصیده سرا باز رسانیده سخن بر سما
روزنِ هر گوش پُر از بانگِ رود گنبدِ سر پُر ز صداے سرود
مرد بیک رو همه سازے بدست ساخته تا مجلسیاں گشته مست
زانکه دگر سوے بریشم زنے رشتهٔ جاں ریشهٔ هر دامنے

معنزتهی کرد معلم مثال | طفل صفت ساخته باگو شمال
طفلِ بریشم گروتارش چهار | پردهٔ دوشش ساخته زان چارتا

صفتِ نائے کہ ہر لحظہ زدم دادنِ او
کلۂ مطربِ پرباد شود چوں انبان

نائے دہن بستہ و بسیار گوے | نائے گلوکش بفسوں مارگوے
مارِ سیہ کردہ بسوراخ رہ | مار یکے بینی و سوراخ دہ
مارِ شکر خوارہ وُ افسون پذیر | گشت بدستِ گراں پارہ گیر
گاہ بصورت شدہ زنگی سلب | گاہ بمعنی شدہ زنگی طرب
طرفہ سیاہی زعراق آمدہ | سوختۂ دردِ فراق آمدہ
نیست دہن تات نگوئی سخن | نیست سخن تات نبندی دہن
سر فگند پیش تو گردم زنی | دم نزند تا سر او نشکنی
چوں ہوس آید بسرود ترشش | دور کند ہرچہ بود در سرش
مطرب گیرا نفس و سحر ساز | سر زنخش کندہ و پیوستہ باز
گاہِ سخن گشتہ سراسر زبان | ہر نوا[1] بودہ لبالب دہان
باز کند لب چو زبان آورے | لیک زبانش بلب دیگرے

---

[1] بمعنی آواز ۱۲

صفتِ کاسۂ رباب و بسرش کفچۂ دست

کہ دراں کاسۂ خالی ست نغم چند الوال

کاسِ رباب از شغبِ دل نواز
بردہ دل از مردمِ جان دادہ باز

نبض نگیرندش و رنجور نے
پردہ بہ بندندش و مستور نے

زخمۂ تیزش چو تراشیدہ گشت
حلق نہ گاو از خراشیدہ گشت

روے ورق ساختہ مسطر زرود
گرچہ نگنجد بکتابت سرود

زخمہ زناں گشتہ زبہرِ فغاں
خونِ جگر خوردہ بزخمِ زباں

او چو زدہ راہِ حریفاں بسے
زخمہ زدہ در حقِ او ہر کسے

راہ زدن چوں ہمہ سازش بود
چوں نہیش زخمہ نوازش بود

گرچہ گرہ دہ جاے گرفتش کنند
خود غلط افتند و را بنگنند

چوں بہ بلندی کشد آوازِ او
پردہ درِ زہرہ شود سازِ او

در کند آوازِ حزیں بے خروش
نشنود آوازِ خود ار ہست گوش

کاسہ تہی در نغمِ بیشِ او
دستِ کساں کفچہ شدہ پیشِ او

بستہ چو خر چوب بزیریں رسن
طرفہ کہ خر گنگ و رسن در سخن

خر شود از خوردنِ نشتر دواں
طرفہ کہ خر ساکن و نشتر رواں

گاه ز خشکی چو شود گرم تاب　　تر دهد آواز نخواهد جز آب

صفتِ پرده وُ آں پرده شناسانِ شگرف
که بهرِ دست نمایند هزاراں دستاں

رود زنانے همه باریک سنج　　پرده برابریشم باریک رنج
تارِ بریشم رگِ جاں ساخته　　جاں ز رگِ چنگ بر انداخته
ایں بصفت مرغ نموده دو رنگ　　مرغ وے چنگلِ بازش بچنگ
آں شده کنجشک بگاه نوا　　مرغ در آورده زِ روے هوا
گاه ترنم بنواے که خواست　　جانبِ چپ برده شد از راه راست
گه بجبینی طرفے رود زن　　پرده کشا گشته بوجه حسن
گه ز نوازن که نوازنده گشت　　جانِ جهانے بنوازنده گشت
گاه بر آورده نوا بوسلیک[1]　　دل شده چوں دز بریشم سلیک
گه غلط[2] انداز هنرمند را　　تنگ شده عرصهٔ نهاوند[3] را
گاه به نغماتِ ترانه دو دگاه　　یافته در عرصهٔ باخرز راه
گاه ببر چنگ چو معشوق تنگ　　در زده در پردهٔ عشاق چنگ

---

[1] بوسلیک نام پردهٔ موسیقی وسلیک یعنی رونده ۱۲

[2] در فریب دادن ۱۲　　[3] نام سرود ۱۲

کرده بهر دستے از آن و از تر　　　زیرِ هر انگشت هزاران هنر
خانۀ چوبین بمیانش ستون　　　تنگ دلی باد گذار از درون
مطرب ازان دم که دماد دم بداد　　　دمبدم اندر سرِ شش اُفتاد باد

صفتِ دف که در دستِ کسان کوبد پاے

صحن کرده داشته و کوبش پابین تحپ ساں

دائرۀ دف که حصارے ز چوب　　　صحنِ وے از پنج عروس[1] نکب
زهره ز دورش بسرود آمده　　　چنبرش از چرخ فرود آمده
بستہ جلاجل بکمر جا بجاے　　　چوں کمرِ چرخ جلاجل نماے
بر زبرِ دست گرفته نشست　　　گه زبرِ دست گهے زیرِ دست
چار زبان و دو زبان در دهاں　　　نغز سخن لیک دوئی در زباں
هر سخنِ نغز که با دوست گفت　　　آں همه در پرده و در پوست گفت
گشته دو رو لیک چو بر روی خورد　　　دستگه خود همه یک رویه کرد
روئیش ازیں سو و ازاں سوی هم　　　گفتنش ازیں روی و ازاں روی هم
بر کفِ مطرب ز اصولِ لطیف　　　گاه ثقیل آمده گاهے خفیف
گه ز نمی لرزه کند پوستش　　　کاتشِ خورشید بود دوستش

---

[1] یعنی پنج انگشت ۱۲

دورِ قمر رفت فلک را ز سر
کز دو قمر یافت دو دورِ قمر

دورِ سرِ شاں ساقیِ دوراں زدو
خواند هنیئاً بشرابِ طهور

هر چه تهی گشت ز می جامِ پُر
باز نبردند مگر پُر ز دُر

یعنی اگر کس تهی آید بشاه
دامنِ پر باز خر آید براه

چوں اثرِ باده در آمد بمغز
طبع کشاں شد بغذاهاے نغز

صفتِ مائدهٔ خاص که از خوانِ بهشت چاشنی داد بهر کام و زباں لذتِ آں

گرم تریں کارگزارانِ خواں
مایده کردند ز مطبخ رواں

خوانچه آں آراسته بیش از هزار
بر همه الوانِ نعم کرده بار

بانگِ سوا رو که ز اختر گزشت
بلک زنه خوانچه صلا بر گزشت

گشت علم از خورشِ ارجمند
خوانچه ازاں ساخت سه پایه بلند

صد قدح از شیرهٔ آبِ نبات
در مزه همشیرهٔ آبِ حیات

کرد گزر سوے حریفاں نخست
کام می آلوده ز جلاب شست

شربتِ لبگیر کزاں آب خورد
جانِ گسسته بتواں وصل کرد

ازپسِ آں دور در آمد بخواں
دائرهٔ مهر شده دورِ ناں

نانِ تنک صاف براں گونه بود
کز تنکی رو بدگر سو نمود

گہ چو دلِ سوختگانِ فراق — نالۂ فغاں کردہ براہِ عراق
گہ ز مخالف کہ نوازندہ ساخت — دوست بگشتار چہ مخالف نواخت
گاہ فرخ دمِ نائی بکام — دادہ بفرخانۂ فرخ تمام
بر دلِ عاشق کہ بجستن سزاست — راست چو تیر آمدہ تیزی راست
نیزہ زنِ چنگ تہمتن مثال — رخش دواں کرد بزابلِ خوزال
بستگی بربط مشکل کشاے — جاے کشادہ زپیے بستِ پاے
نغمہ چو در زیر و بم آہنگ برد — زیر کشیدہ و بحسینی سپرد
زمزمۂ سازگری در عراق — کردہ باہنگِ عراق اتفاق
سازگری را ہمہ خواہاں شدہ — نغمۂ او تا بسپاہاں شدہ
عقل مسافر شدہ زیں کارگاہ — تیزی باخرز کساں قطع راہ
گشتہ از آں قول کہ قوال راست — گفت گہی راست گہی نیم راست
زخمۂ زنگانہ زبم تا بزیر — گشتہ ز بے جاے گہے در نفیر
پیش چناں منطقِ طیر از قبول — فاختہ در باغ نشا زد اصول
بزم چو زینگونہ شد از نای و نوش — واز شغب چنگ شد آسودہ گوش
خاست دو مجلس بدو شہ یکسرہ — دور زدہ میمنہ و میسرہ
ہر دو طرف ساقیٔ بر پاے خاست — دادمی از دستِ چپ و دستِ راست
دَور قدح چوں بدو سلطاں رسید — نور دو خورشید بکیواں رسید

در تنِ مرداں مزه ذاتی شده — ناطقه هم روح نباتی شده
بیره خود برد چو کام از خورش — یافت ز لذت دل و جاں پرورش
چند سرائی بمیاں ایستاد — وز پی هر نام فقاعے کشاد
جوشش تیزش که بجاں باز خورد — صد گره از رشتهٔ جاں باز کرد
مایهٔ خواں چوں ز میاں رخت برد — نوبتِ تنبول بمجلس سپرد

صفتِ بیرۂ تنبول که نزدِ همه خلق به از آں نیست نباتی بهمه هندوستاں

بیرۂ تنبول که صد برگ لبست — چوں گلِ صد برگ بیاید بدست
نادره برگی چو گلِ بوستاں — خوب ترین نعمتِ هندوستاں
تیز چو گوشِ فرسِ تیز خیز — صورت و معنیش بصفت هر دو تیز
تیزی ازو یافت گوشِ دگر — داد بهر گوش ز تیزی خبر
تیزی او آلتِ قطعِ جذام — قول نبی[لہ] رفته علیه السلام
برگ و در رگ نه نشانی ز خوں — لیک هم از رگ و دش خونِ دل
طرفه نباتی که چو شد در دهن — خونش چو حیواں بدر آید ز تن

لہ در حدیث آمده است ان فی الهند شجرة ورقها کاذن الفرس من اکلها امن من الجذام والبرص
یعنی در هند درختے است که برگ آں مثل گوش اسپ است هر که آنرا بخورد از جذام و برص محفوظ ماند ۱۲

نان نگوئیم کہ قرصِ خورست | عیسیٰ اگر خوان بکشد در خورست
نانِ تنوری ز رطب قندلبست | زانکہ بخوانِ شہ عالم نشست
کاک[1] دراں مرتبہ رو ترش کرد | لاجرمش روئے چناں ماندہ زرد
دید فلک گرمیِ ہر قرصِ نور | قرصۂ خور گرم ز خواں کردہ دور
ماہ بکا ہید کہ خود را بخواں | دید یکے قرص و دو سہ ریزہ ناں
یافتہ سنبوسہ ز تثلیث اثر | برّہ بریاں شرف از قرصِ خور
خواند زبانِ برّہ پیلوئے بز | بر سرِ پولاؤ کہ مینی اُرز
پیلوئے مسلوخ ہلالی کشاد | طرفہ کہ سی غرہ بیک سلخ زاد
چرب دمِ دنبہ دو من یکسرہ (استخواں) | چرب تر از دنبکِ آہو برہ
خندہ بروں داد سرِ گوسپند | ہم بجوانی شدہ دندان سپید
دنبۂ کوہی کہ بسر خوانچہ بر | دہ مہ رفتہ و دو قرنش بسر
صد نعم از ہر منطے دیگ پز | مردم ازاں لب گزو انگشت مز
پختہ بسے مرغ بہر گونہ طرز | از وَلَج[2] و تیہو و دراج و چرز
صحنک حلوا ہمہ شکر سرشت | جا نشینش از طبقاتِ بہشت
تحفۂ صابونیِ شکر نوید | راست چو جامہ سفیدی سپید
دادہ بسے طیب معنبر براں | خوردہ کافور تر و زعفران

---

[1] کاک نانیکہ او را از خمیر ترش سازند [2] وَلَج سلوی (دیبشر؟)

غمزه زنانی همه مردم فریب — سیبِ زنخ خالِ زنخ تخم سیب

چاهِ زنخ روشن و صافی چو ماه — روی نما گشته چو آبی بچاه

پرده بر انداخته چون آفتاب — کرده بیک غمزه جهانی خراب

روی چو خورشید برافروخته — جانِ کسان ز آتش خود سوخته

از رخِ شان کامده مقنع فرود — رفته بچه ماه مقنع[۱] فرود

ز ابروی خم پشت کمان ساخته — تیرِ مژه نیم کش انداخته

ناوک شان چون شده بیرون ز کیش — دیده سپر کرده سیاهی خویش

بسته بلا در همه در شش بلا[۲] — داده به بیهوشی عالم صلا

رشته در بسته بر وا ز دو سوی — چون قطرات عرق از گرد روی

سی مه یکروزه فگنده بگوش — حلقه بگوی یک مه سی روزه گوش

خوبی شان لیک یکی صد شده — حلقه بگوش رخ خود خود شده

از کف خود آئینه بنهاده پیش — دیده رخ خود بکف دست خویش

موی میانِ سر شان فرق جوی — شکل هلال آمده بغیرق موی

جعد کمند پیچیده به پا در خرام — ماهی ساق آمده در پای دام

بر زمین افگنده چو گیسوی خویش — رفته ره خویش هم از موی خویش

---

۱ مقنع حکیم نخشبی که از صنعت خود از چاه نخشب ماه بر آورده بود

۲ بلاده لروسی از سمیات که آنرا بهندی بهلاوه گویند و نام زیوریست که زنان بر سر بندند

خوردنِ آں بوئے دہن کم کند | سستیِ دنداں ہمہ محکم کند
سیر خورد گر سنہ در دم شود | گرسنہ را گرسنگی کم شود
کس نخورد خوردہ دندانِ کس | وانچہ تواں خورد ہمیں ست بس
از درِ تعظیم فتادہ ببند | صد درِ تعظیم کشادہ ببند
سرخیِ رویش زسہ خد متگرش | چونہ و فوفل شدہ رنگ آورش
طرفہ کہ بااین سہ شریکش بہ پس | مرتبہ و نام ہموں راست بس
گرچہ کہ آبش بنوی ہست بیش | کمنہ شود بیش کند آبِ خویش
گرچہ کہ از آب شود زرد رو | لیک ز زردیش بود آبرو
برگ کہ باشد بدرختاں فراخ | زود شود خشک چو افتد ز شاخ
برگ عجب بیں کہ گستہ ز بر | وز پیِ شش ماہ بود تازہ تر
حرمتش از پیشگہ و پائگاہ | ہم بگدا محترم و ہم بشاہ
شاہ چو زیں تحفہ تہی کرد لب | باز رواں گشت رحیقِ طرب
رقص بر آمد بترنم زناں | زمزمہ برخاست ز مطرب زناں

صفتِ نغمہ گرہائی زنانِ مطرب
کہ بیسے لحن کند زہرہ چو گیرند الحاں

شد زنِ مطرب بنوا پروری | انجمنی پر زمہ و مشتری

صفتِ تاجِ مکلّل کہ پسر یافت ز شاه
آں پسر کز سرِ کیں تاج ستد از خاقاں

تاجِ مکلّل بدُر از ہر طرف — یافتہ ماہی ز ثریا شرف
جفت ندیده دُرِ ناسفتِ او — مہرۂ پیشانیِ شہ جفتِ او
گوہرش از شاه شده سربلند — بلکہ ز شہ یافتہ گوہر بلند
فرق نشینِ شہِ والا شده — موج گہر بر سرِ دریا شده
ہر دُر و گوہر کہ براه افگند — خود بدو بر سرِ شاه افگند
نیست سرش کو بدوم سر رود — یکسر ازاں بر سرِ شہ بر رود
بس کہ فشانده بسرِ شہ گہر — رشتۂ گوہر شده ہر موئے سر
سر شده بر فرقِ بلند افسراں — وآمده بر سر ز ہمہ سروراں
او سرِ شہ را گہر آرائے کرد — شہ بتبرک بسرش جائے کرد
چوں ز سرِ شاهِ جہاں برگذشت — گرد جہاں رفت ز دو سر گذشت
شاه بدولت بگہر یاریش — تخت ستد تاج بسر باریش

صفتِ تخت کہ ہمچوں فلکِ ثابتہ بود
واز شہِ شرق بخورشید شرف داد مکاں

قامتِ شاں سروِ لے رنگیں / پرزگل از ساعدِ شاں آستیں
یافتہ از نغمہ گلوشاں خراش / صوتِ خراشیدہ شاں جاں خراش
سینہ بسے خستہ و دل کردہ ریش / ہر نفس از تیزیِ آوازِ خویش
قامتِ شاں بود بپا کوفتن / گیسوئے مشکیں بزمیں روفتن
رقص کناں چوں بزمیں پا زدند / در حق ناہید لگد ہا زدند
از روشِ جنبشِ دستانِ شاں / مجلسیاں ہر ہمہ حیرانِ شاں
ہر کہ دراں شعبدہ ہشیار بود / مست نہ از مے کہ ز دیدار بود
دور چو دوراں خوشی تازہ کرد / راہ تکلف سوئے دروازہ کرد
ہر کس از انجا کہ مزاج وی ست / داد بروں ہر چہ مزاج وی ست
ایں سخن سلک گہر کردہ ضم / او سخنِ خویش بروں داد ہم
چرب زباناں شدہ شکر دہن / چرب زباں گشتہ ز مغز سخن
رمز بہر حیلہ نمی گشت حل / بلکہ ہمی کرد حکایت بدل
وقتِ خوش و خوش منشاں بادہ کش / وقتِ دو شاہ از خوشیِ وقت خوش
گفت ز خاصاں بیکے شاہِ شرق / تا رود از آب گذارا چو برق
آورد و پیش کشد از اختصاص / تختِ زر و تاجِ زر و پیل خاص
رفتہ شتابندہ باورنگ گاہ / کرد رواں جملہ بفرمانِ شاہ
آنچہ گزر بر نفسِ شاہ کرد / در نفسے حاضر درگاہ کرد

وان جبل زرخیش بفر و شکوه　　سایه همی کرد ببالاے کوه

سود بگردون سر شنگرف سای　　رنگ شفق زو شده شنگرف زاے

پیچش خرطوم لبان کمند　　اژدرے افتاده زکوه بلند

اژدر آں کوه شده پاپیچ　　مار ازو یافته در غار پیچ

در زمیں آنجا که سر افراخته　　مار زسر غار زپا ساخته

گر بدل غار بود جاے مار　　زو بدل مار شده جاے غار

در دم او را بود آخر فتنه　　باذنبش سلسله با هم فتنه

(ذنبش شتره ۱۲)

بر شده بالا دو سوارش بلند　　چوں دو پیاده به پس پیل بند

در ته پا کوه زمیں ساے او　　پایه کوهے بصفت پاے او

زاں سپر انگیز پے سهمناک　　در ته پایش سپری گشته خاک

شاه زبندی که بپایش فگند　　مات شده صد شه ازاں پیل بند

گر مثل[له] پاے برآرد ز جاے　　سلسله فریاد برآرد ز پاے

کشتی عاج ست تو گوئی رواں　　گشته دو گوشش زدو سو بادباں

کشتی و در معبر ملکش گزر　　لنگر کشتی شده صندوق زر

گوش که با چشم همی کرد لاغ　　مروحه بود به پیش چراغ

طرفه که آں مروحه زآسیب باد　　هیچ گزندی بچراغش نداد

له در نسخهٔ دیگر بجائے مثل پل بفتح سین معنی ناخن نوشته و ایں لفظ ثقیل است و ترجمه او بعید ۱۲

تخت نگویم که سپهر بلند — هفت سریر از شرفش بهره‌مند
بهر سر تاجوران تکیه‌گاه — تکیه بدو کرده سرانِ سپاه
اوج مکان یافته زامکانِ ملک — چار طرف گرد وی ارکانِ ملک
بازوی او دستگهِ شهریار — مملکت از دستگهش پایدار
پا نکند عرش به پیشش فراز — گر همه تا عرش کند پا دراز
ساخته از چوب و گرفته بزر — چوب ولی یافته پایش ز سر
پایش چهار و نکند رای گشت — کز دولتِ هر شاه شکرپای گشت
کرده جهان را بسکونت خدم — ثابتِ مطلق به ثبات قدم
صد قدم آید جم و خاقان به پیش — او نرود یک قدم از جای خویش
نشسته مربع به بساطِ زمین — بر سرِ او شه شده زانونشین
پایهٔ او شاه بجای کشید — کو هم از آنجای بجایی رسید
منزلتِ ملک چو جاییش داد — خویشتن از کبر بجایی نهاد
پیشِ شکوهی که شهنشاه راست — کیست جز آن کس که نهد پای راست

صفتِ پیل که شه داد بفرزندِ عزیز
که شد از جنبش او کوه چو دریا لرزان

پیل چو کوهی که بود بی‌سکون — چار ستون زیر کُهِ بی‌ستون

شاه بنظارهٔ این هر سه جنس   ماند عجب بلکه همه جن و انس
صنعت لکهنوتی ازاں تخت و تاج   داد بتبرزگر همه چین را خراج
پیل کے خود چه تواند ستود   کس بصفت نیز چناں کم شنود
هست سه چیز آنکه چو آرند پیش   پیش کشد دل چو ببینند بیش
بوزنه و طفل سخن گو و پیل   دیده ام این را بتجارب دلیل
هست خود این وصف بهر پیل جفت   خاص به پیلے که تواں پیل گفت
کس شنودن کند این وصف راست   من که بدیدم به از ینش سزاست
از پدر این جمله بشه نیکنام   گشت پذیرنده و میل تمام
هم بزماں تخت هماں نصب گشت   تاج هماں بر سر سلطاں گذشت
تاجوراں بر سر آں تخت زر   هر دو نشستند کمر با کمر
باز دو گنجینه گره کرده باز   گه سخن اندرز شد و گاه راز
کرد پدر روے بدلبند خویش   کآرزویم جمله برآمد به پیش
لیک دو حسرت دگرم در سر است   گر به برآید ز تو ام در خور است
اولم آنست که چتر سپید   بر سرم آید ز تو دارم امید
دوم پیش آں شد که کلاه سیاه   هم تو نهی بر سر صاحب کلاه
از پدرست این دو مرا یادگار   زو بتو آمد تو بمن وا سپار
من بتوانم که بجاے سری   زین کله و چتر کنم سروری

رخشے چو در حملہ بند گاہِ کیں
ز آدمیاں حاملہ گردد زمیں

برکشد از تارکِ بدخواہ مغز
وز بنِ دنداں کند ایں کارِ نغز

در صفِ کیں کردہ بدنداں ستیز
خونِ عدو خوردہ بدندانِ تیز

خصمِ ترشس را کہ بدنداں درید
زاں ترشی کندیِ دنداں ندید

گاوِ زمیں کز سرِ دندانش جست
شیرِ فلک را ز دو در ہم شکست

چوں جرسش در روش آواز داد
گنبدِ گردندہ صدا باز داد

ور بفغاں برکشد آوا بلند
گوشِ فلک نشنود الا بلند

بانگِ بلندش زدہ بارعد کوس
ابرِ بلندش بقدم داد بوس

خوردہ ز خمخانۂ دولت شراب
مست شدہ کردہ جہانی خراب

از مے شہ بس کہ خرش یافت تنگ
کرد فراموش خورشہای بنگ

تا زمیِ مجلسِ شہ مژدہ یافت
بنگ رہا کرد و بمجلس شتافت

الغرض آں پیل و ہماں تاج و تخت
کاں نرسد جز بخداوندِ بخت

دید شہنشہ چو مہیا بہ پیش
روئے کرم کرد بدلبندِ خویش

گفت کہ ایں افسر و ایں پیل و گاہ
بہرِ ترا داشتہ بودم نگاہ

تا چو صلاحی ہمیاں رہ برد
ہدیۂ ایں صلح ہمیں در خورد

نیست مرا بہتر ازیں ہیچ چیز
تا دہم از دیدہ بچشمِ عزیز

ہدیۂ من جملہ ز من در پذیر
خاص کن اندر نظرِ بے نظیر

دلِ من کشته شد بقاے تو باد — چه توان کرد حکمِ بیچون را
از درونم نفے روی بیروں — در گرفتے درون و بیروں را
نامِ لیلی بر آید اندر نقش — گر بریزند خونِ مجنوں را
گریه کردم بخنده بگشادی — لبِ شکر فشانِ میگوں را
نیش گشت از لبِ تو گریهٔ من — شهد هر چند کم کند خوں را
هر دم الحمد می دمم بر تخت — گرچه خوانند بر گل افسوں را
گفت خسرو نگیردت ماناک — خاصیت سلب گشت افسوں را

صفتِ صبح و کلاهِ سیه و چترِ سپید
رفتنِ شبِ پیدر روز و شبِ نور افشاں

صبح بر آورد چو چترِ سپید — بست سیاهی بسپیدی امید
کالبدِ چرخ ز زریں کلاه — دوخت زهٔ زر بکلاهِ سیاه
کوسِ سحر گه فلک آوازه گشت — دید به روز ز سر تازه گشت
یافت ضیا گنبدِ آئینه رنگ — رفت بروں آئینه چیں ز زنگ
تیغ کشید اخترِ عالم فروز — لشکرِ شب کرد هزیمت ز روز
ابروے مه تا بسحر چشم داشت — کش فلک از وسمه بخواهد نگاشت
چشمهٔ خورشید ز موجے که راند — ابروے مه شسته شد و وسمه ماند

لیک چو تختِ پدرم جای تست | از تو به این سکه گه گردد درست
تا سرم این هر دو بزرگی بسر | هم ز پدر یابد و هم از پسر
مردمکِ چشمِ بزرگان شنود | سوی سر و دیده اشارت نمود
آنچه دلِ شاه زمن چشم داشت | خاصهٔ شاه است که بر من گذاشت
نیست دگر آرزویم نیز پیش | کان بسرت بنگرم از چشمِ خویش
تاجور آن وعده که از شاه یافت | حاجتِ خود را بوفا راه یافت
مستیِ دولت بسرش بود تیز | دولتِ سرمست بگفتش که خیز
خاست بپا تاجورِ سربلند | وعدهٔ دیدار بفردا فگند
فلکِ فلک مرتبه را پیش جست | رجعتِ خود کرد بمنزل درست
او بشرف خانهٔ دولت شتافت | شاه بدولت شرف از خانه یافت
نوش همی کرد مےِ دل فروز | در شبِ دولت همه شب تا بروز
روز بشوش خوردنِ می کار باد | روز بداندیش شبِ تار باد
تیغِ ظفر تو ز سر اندازِ رزم | عودِ عدو سوز طرب سازِ بزم
این غزلِ بنده که بتوان شنود | حالِ منش گفت بهنگامِ جود

غزل

مهر بگشای لعلِ میگون را | مست کن عاشقانِ محزون را
رخ نمودی و جانِ من بردی | اثر این بود فالِ میمون را

مہر چو یک نیزہ ببالا دوید　　نانش ہمہ کس بسرِ نیزہ دید
ناں نتواں گفت کہ قرصِ خور است　　عیسیٰ اگر خواں کشدش در خور است

صفتِ چشمۂ خورشید بدریاے سپہر
کہ گنبدِ پرتوِ او ماہِ سمارا تاباں

روے زمیں کردہ بیک چشمہ پاک　　گازرِ آلودگیِ آب و خاک
چشمۂ آتش نشنیدہ ست کس　　چشمہ بر آں آب ندیدہ ست کس
چشمہ کہ دادِ آب فراواں بود　　آب خورد چشمہ عجب آں بود
در دلِ دریا چو شود چشمہ غرق　　چشمہ ز دریا نتواں کرد فرق
طرفہ کہ آں چشمہ بدریاے نور　　روشن و صافی بنماید ز دور
طفلِ کہن سال و لعابش دواں　　دایۂ او چرخ و لے مہرباں
قرطۂ[1] زر دوشش کہ ز زر بافتہ　　جبۂ مسکیں ہم ازاں یافتہ
با ہمہ چوں سایہ شدہ ہم نشست　　یکتن و ہر جا کہ بجوئیش ہست
گرچہ نگنجد ز فلک تا ثرے　　لیک بگنجد بشگافِ درے
نورش از آفاق بروں برود　　لیک بیک رخنہ دروں رود
عالم نورِ او شدہ روزن در دل　　بلکہ بسوراخِ سوزن درون -

[1] قرطہ لباس ۱۲

شب که سفیدیش در آمد بموی — هم نشدش رنگ سفیدی ز روی
صبح سپیده که درین حقه بیخت — حقه نگون بود سپیده بریخت
زنگی شب کرده سپیده بروی — خنده زنان شد فلک از چار سوی
صبح چنان زلف تر شب بتافت — کآب چکیده و نم شب نام یافت
طرهٔ شب را چو زنم یافت تر — شانه ز سر داد خروس سحر
مرغ سحر شانه صفت افسرش — شانهٔ آواره شده بر سرش
یعنی اگر نعرهٔ بیگه زنم — تو هم ازین اره ببر گردنم
باد صبا پردهٔ شب برگرفت — مرغ سحر نغمهٔ تر در گرفت
دیدهٔ شب روشنی آغاز کرد — کوری خفاش نظر باز کرد
خواب که در دیدهٔ مردم نشست — شب بمیان کرد و ز مردم بجست
صبح بیکدم که برون زد بلاغ — کشته شد از وی شبی صد چراغ
شمع هم از دوری شب جان نبرد — سوخته شد اول و آنگاه مرد
خلق در آمد بثنا و دعا — قامت خود کرد موذن دوتا
دانه در انداخت شب اندر خراس — قرص شد آن دانه نا کرده آس
مشعلهٔ صبح که شد نوردار — ساخت یکی شعله ز چندین شرار
از تف آن شعله که در تاب شد — سیم کواکب همه سیماب شد
صبح ز بس دم که دما دم گرفت — آتش خورشید بعالم گرفت

شمع و چراغی که بود شب فروز / کشته شود گر برون آید بروز
الغرض آن سالک گردون گرا / رفت چو پیچ یک آماج وار
زان علمی تا بفلک خاسته / کوکبهٔ روز شد آراسته
شاه که تا صبح بُد اندر صبوح / صبح برو فاتحه خوان از فتوح
بود خوش از خوردن آن آب خوش / کرد ز مستی نفسی خواب خوش
چون ز سرش رفت خماری که داشت / بار بیاراست بهنگام چاشت
فرش کشادند بساط آنگسان / پیش شه آوند سماطین زنان
گفت بفرزانه که در خورد شاه / چترِ سپید آرد و کلاهِ سیاه
حاجب درگاه ز ایوانِ بار / شد بسوی بقچه کش و چتر دار
جستهٔ شه کرد بر ایشان درست / برد و رسانید بشاه آنچه جست
تاج ور آن چترِ و کلاهِ سیاه / کرد بمیعاد روان سوی شاه
برد فرستاده بحکم شهی / بر شهِ شرق آن دو نشان مهی
شاه شد از دیدنِ آن سخت شاد / بستد و بوسید و بسر برنهاد
داد بآرنده آن هر دو چیز / خلعتِ خاص و زر بسیار نیز
خواست بسی عذر ز پیوندِ خویش / شکرِ خدا گفت ز اندازه بیش
هدیه بسی بهرِ خداوندِ تاج / هدیه بدل مملکتی را خراج
مردِ رساننده خوش و شادمان / آمده زانجا بخوشی در زمان

آن‌ جوے پوینده بہ بالا و زیر | خانہ خود ساختہ در کام شیر
مشرق و مغرب ہمہ یکروزہ گشت | یک مہ یک برج نیارد گزشت
شاہ جہانگیر بشمشیر تیز | چتر سیاہِ شب ازو در گریز
لشکرِ انجم ہمہ چرخِ کبود | او بکشد خنجر و گوئی بنود
لشکرش از خانۂ شمشیرزن برون | لیک بگنجیدہ بروزن درون
ماہ ہم از وے علم افراشتہ | غیبتش آنگاہ نگہ داشتہ
گرم شود بر ہمہ بے ہیچ کیں | پس ز حیا در رود اندر زمیں
بیند اگر تیز بکوہ اندرون | زہرۂ کوہ آب شود بلکہ خوں
گر نظرِ گرمی و تیزی در دست | ریختنِ آبِ خودش از دست
گرچہ کند تیزی و گرمی بسے | تیز در و دید نیارد کسے
سینۂ شام از شفقش خوں شدہ | شب بمیاں کردہ و بیروں شدہ
مشرقیش[1] قبلۂ خود کردہ نام | سجدہ او جانب مغرب بشام
سجدہ کناں ہندو از آں سوے گشت | رُئے بدو کردہ سیہ روئے گشت
نورِ بصر ہست بمعنی ازو | چشمہ ہمہ تیرہ بود بے ازو
بے رخِ خورشید بود تیرہ باغ | شب کہ کند چرخ و زمیں پُر چراغ
نورِ بچشم ہمہ از وے پدید | کوری خفاش کہ او را ندید

---

[1] مشرقی مجوسی ‹آفتاب پرست› (م)

بس که پر از غبار شد دل ز تو گر نفس زنم — خاک بروَیم افگند این دلِ پر غبارِ من
دولتِ روزگارِ من آه و فغانِ روز و شب — دولت اگر چنین بود وائے بروزگارِ من
رنجه مشو بکشتنم زانکه برخصتِ غمت — فتنه تمام می کند محنتِ نیم کارِ من
لاغ مکن که خسروا دامنِ خود ز من بکش — چونکه ز دستِ من نشد دامنِ اختیارِ من

شبِ دیگر زپئے عیشِ ملاقاتِ دو شاه
وز پدر دادنِ پند و ز پسر گوش براں

مجلسِ انجم چو بیاراست شب — کشتیِ مه برد ثریا به لب
خاست ز گردابِ فلک موجِ دُر — ماه ز دُر کشتیِ خود کرد پر
شاهِ جهاں باز بآئینِ دوش — کرد فلک زمزمهٔ نای و نوش
تخت خود آرایشِ دوشینه داشت — پایهٔ شرف برسرِ گنجینه داشت
از نمطِ مجلس و مے آنچه بود — بیشتر آراسته شد زانچه بود
شست صراحی بدو زانو بپیش — دخترِ رز شاد بزانوے خویش
آئینهٔ می چو بزانو نهاد — بر سرِ زانوش دو آئینه زاد
آتشِ مه گرچه جهاں برفروخت — پنبهٔ قرابه ز آتش نسوخت
گرچه پیاله نفسے آرمید — خاست چو قُم قُم ز صراحی شنید
جام ز رعنائی به نشستن شتافت — هم زدمِ قهقهه شستن نیافت

پیش جهان دار شد و هدیه برد — جمله بگنجینهٔ خازن سپرد
عذر زبانیش که در گوش بود — خواند بگوش شهٔ آفاق زود
شه ز خوشی روی چو گلنار کرد — عزم می و بزم بگلزار کرد
بزم نشین ساغر زر می کشید — بدرهٔ دینار بسر می کشید
بر سر هر مست زری بی گران — مست شده هر همه و سر گران
مجلس شه را همه مجلس نشین — مست چنان بود و گران سر چنین
شاه گران سر ز می خوش اثر — باد مبادش گرانی بسر
دست سبک زخمهٔ مطرب بود — عود گران سر ز نوای سرود
مجلس او زین غزلم گشت مست — مست گران سر شده هر کس که هست

غزل

آفت زهد و توبه شد ترک شراب خوار من — یار گر او ست کی بود توبه و زهد یار من
باده هجر خورده ام رنج خمار در سر ست — جز بحلاوت لبش نشکند این خمار من
بود قرار وصل وی گر بود این ست دولتی — ورنه قرار بگذرد نی من و نی قرار من
ای چو توی نخاسته پهلوی من دمی نشین — تا بنشیند از درون آتش انتظار من
رغبت اگر بمی کنی ساقی خون خود شوم — مطرب رایگان تو ناله زیر و زار من
بی تو دو چشم چار شد خاک در تو سرمه ام — سرمه گر از تو نایدم خاک بسر چهار من
چون تو سوار بگذری دیده گهرفشان کنم — خواه قبول خواه رد نیست جز این نثار من

گاه پسر در پدر خویش دید | مهر خود از حسرت او بیش دید
گاه پدر تنگ ببر در گرفت | افسرش از گریه بگوهر گرفت
گاه پسر دست پدر بوسه داد | خاتم جم را بکف جم نهاد
گاه پدر پیش پسر داشت می | گفت که خوش باد حیاتت بوی
گاه پسر پیش پدر برد جام | گفت که باد آب حیاتت بکام
گاه پدر گفت بدرد فراق | کز تو چگونه شوم ای دیده طاق
گاه پسر گفت دلم چون بود | کز نظرم نقش تو بیرون بود
گاه پدر خواست کز اوقات خویش | دیده کند پیش پسر پیشکش
گه پسر از ذوق چنان گشت مست | کش ز زمین ریخت پیاله ز دست
زین نمط از هر دو سخن میگذشت | آرزوی دل بدهن میگذشت
چون سخن رفت بسی داوری | دور در آمد به نصیحت گری
چون پدران روی بدو بلند کرد | پند پدر رهبر فرزند کرد
داد نخستش بدعای پناه | کایزدت از حادثه دارد نگاه
ریخت پس آنگاه بهر تمام | داروی تلخش ز نصیحت بکام
کای پسر از ملک و جوانی مناز | ناز بدو کن که ندارد نیاز
کار تمامی چو از و شد بکام | کار بخشنودی او کن تمام
گرچه سیاست ز تو شد دستیاب | دست ضعیفان بسیاست متاب

گردشِ ساقی ز سر آغاز شد
چنگ سر افگنده سرافراز شد

بانگِ مزامیر ز بس پرده جست
هفت درِ زهره بیم درشکست

چون نفسِ چند زمی تازه گشت
گوش ز آوازه پُر آوازه گشت

باز نمود اخترِ فرخ جمال
خاست همه قرعهٔ اول بفال

موج ز دریاے کرم شد باوج
کشتیِ اقبال در آمد بموج

تاجورِ شرق شرف باز داد
تارکِ خود در محلِ ناز داد

در کنفِ دولت و عونِ خداے
آمد و آورد وثیقت بجاے

بادهٔ نوشین بصفا خواست کرد
وعدهٔ دوشین بوفا راست کرد

هر دو نشستند چو خورشید و ماه
در خطِ شان نقشِ سپید و سیاه

جام ز بر دستِ دو سلطان نشست
تا دو زبردست شدش زیر دست

گرچه که بد فرصتِ می پیش ازان
فرصتِ دیدار نهد پیش ازان

باده بخوردند مگر بر قیاس
تا ز خودِ عقلِ فراست شناس

کان نه که عشرتِ می خوار بود
بلکه گهِ دیدنِ دیدار بود

هر نفسے کان بهزیست گذشت
لذتِ صحبت بغنیمت گذشت

هر مے گلگوں که همی شد بکام
دیده همی ریخت گلابی بجام

گرچه لب آلوده شد از شراب
گریهٔ شان شست دهان از گلاب

گاه بدیدار دید بر دوسے پسر
پرده شدش گریه به پیشِ نظر

گرچه دولت هست فراست شناس　　گفت کسان نیز همی دار پاس

راز مگو پیش کسے از نخست　　تا ش نه بینی بوثیقت درست

باشد اگر سوے مهمیت روے　　رخصت تدبیر شناساں بجوے

گر شودت خصم بتدبیر رام　　تیغ نشاید که کشی از نیام

حق چو ترا جاے بزرگاں سپرد　　خویشتن خرد نباید شمرد

در نگر اے دیده که این جای کیست　　دیده درین راه زمین سای کیست

چوں تو درین پایه شدی دستیاب　　پایه نگهدار مشو مست خواب

کار جهاں جمله چناں کن که اوست　　گر به ازاں نیست هماں کن که اوست

حد چو ترا داد کم و بیش خویش　　بیش و کم از وے نه کنی و نه پیش

بیش کن آنها که ز یزداں بود　　کم کن ازانها که نه فرماں بود

چشم رعایت ز رعیت مگیر　　تا بودت ملک عمارت پذیر

شاخ درختے که بود سایه دار　　سایه نشیں را بود از وے مدار

چوں تو شدی سایهٔ یزدان پاک　　سایه فشاں باش برین مشت خاک

عدل که سرمایهٔ شاهاں بود　　مرتبهٔ مرتبه خواهاں بود

چوں تو درین مرتبه داری نشست　　سود بدست آر که سرمایه هست

عدل بود مایهٔ امن و اماں　　بیش کن این مایه زماں تا زماں

ملک سلیماں چو گرفتی فراز　　از پر موریت بپرسند باز

خشم بہر جرم میاور بکس | ز آتش سوزندہ نگہدار خس
چوں بگنہ معترف آید کسے | عفو نکوتر ز سیاست بسے
وانکہ بشمشیر سیاست سزاست | ہم بتامل بتواں عذر خواست
در حق آں کش یر خود داشتے | دیر خصومت شو و زود آشتے
وانکہ سزاوار خصومت بود | حکم تو بروے بحکومت بود
ہر کہ زند در رہ اخلاص گام | کار بروکن بعنایت تمام
وانکہ برآرد بخلافت سرے | سرزنش بیش کہ گیرد برے
خوردہ مبیں دشمن بد زہرہ را | آب دہ از زہرہ او دہرہ را
دشمن خود خورد نباید شمرد | در تہ دنداں[1] چہ کند سنگ خورد
گرچہ جہاں جملہ ہوا خواہ تست | ہم بکن آں خار کہ در راہ تست
ہر کہ بود نقش دوئی در سرش | سر کہ یکے شد دو کن از خنجرش
دشمن اگر دوست نماید بپوست | فرق کن از دشمن خود تا بدوست
جائے مدہ دشمن کیں توز را | گوش مکن گفت بد آموز را
روئے بیکبار متاب از دو روے | گو بود آں قبلہ کہ بینی دو سوے
خاص کن آنرا کہ خرد ہست بیش | راہ مدہ بے خرداں را بہ پیش
محرم سر ساز خرد پیشہ را | مصلحت آموز کن اندیشہ را

---

[1] یعنی تو میدانی کہ سنگ خورد دنداں را چہ ضرر میرساند ۱۲

هر چه کنی باز نشانت دهند　　هر چه دهی باز همانت دهند
بر سر هر کس که ترا دست هست　　دست مکش از سر هر زیر دست
نیت خیرت اگر امروز خاست　　وعده بفردا مفگن کین خطاست
در عمل خیر توقف مکن　　چون بکنی هیچ تاسف مکن
چون تو نه محتاجِ کسی در نعم　　در حقِ محتاج همی کن کرم
کم مکن احسان دهش آور بجای　　بیش دهی بیش رساند خدای
یافتی از کشتِ ازل خوشهٔ　　راحت کن از بهرِ ابد توشهٔ
دولتِ خود بین ومشو ناسپاس　　شکر بکن بر کرمِ بی قیاس
نعمتِ تو گر چه ندارد شمار　　شکر کنی بیش کند کردگار
گنجِ خرد خاصِ تو گشت از صفات　　واطلب از غیب کلیدِ نجات
گر چه جهان داری وشاهیست　　سوی خدا بین ومشو خود پرست
باش درین پرده با فگندگی　　سر مکش از دائرهٔ بندگی
بنده شو و عاقبت اندیش باش　　معترفِ بندگیِ خویش باش
ترسِ خداوندِ جهان کن بدل　　تا ز خداوند نباشی خجل
کار چنان کن که بهنگام کار　　از درِ یزدان نشوی شرمسار
کم کن از آغاز پریشانیت　　کاورد انجام پشیمانیت
گر چه ز بیمِ تو کس از کن مکن　ف　با تو نیارد که بگوید سخن

داد گری کن که ز تاثیرِ داد | بس درِ دولت که توانے گشاد

هرچه رسد بر تو ز کارِ کساں | از سرِ انصاف بآخر رساں

سایهٔ ظلمت ز مظالم بکش | غصهٔ مظلوم ز ظالم بکش

تا بزمانِ تو دگر بادا بسے | نشنود آوازِ تظلّم کسے

ملک چو از نام تو شد بهره مند | کوش که آں نام بماند بلند

دولتِ دنیا چو مسلّم تراست | جانبِ دیں کوش که آں هم تراست

دولتِ جاوید بر همت کس | نامِ نکو دولتِ جاوید بس

هر نفس از عمر غنیمت شمار | یاد کن از ملک وران دیار

کاولِ شاں چرخ ببالا کشید | آخرِ شاں خاک بخارا کشید

قصهٔ ضحاک همیدوں بخواں | نامهٔ جمشید و فریدوں بخواں

نیک و بد از دفترِ ایشاں بجوے | نیک بخاطر کن و بد را بشوے

فعلِ نکو چیست ز بد خواستن | نقشِ گره از راستی آراستن

پیشهٔ نکوئی کن و از بد بترس | از بدِ کس نے ز بدِ خود بترس

چشم به نیکی نه و ایں پیشه کن | تا نرسد چشمِ بد اندیشه کن

در همه تدبیرِ نکوکار باش | از بد و از نیک خبردار باش

بد کنی اول بملامت کشد | و آخر از آں سر بندامت کشد

خود ز مکافات و جزا هر زماں | هرچه کنی باز بیابی هماں

گرچہ کہ در می کرم بیحد ست   آں کرم از می شمرند ایں بد ست

بادہ حلالست نبود چوں مدام   ہر چہ مدامست چہ باشد حرام

پیشہ تقویست پسندیدہ تر   از ہمہ وز شاہ پسندیدہ تر

چوں ہمہ کس خدمت سلطاں کنند   ہر چہ ز سلطاں نگرند آں کنند

عشرت دایم شہ اقلیم را   رہ بضلالت برد اسلیم را

کوشش پوشیدہ کن اندر شراب   تا نشود رکن شریعت خراب

شاہ بریں گونہ بفرزند خویش   داد بسے زاد نوا ز پند خویش

کرد زمانی بچنیں گفت و گوئے   کن بکفی را تجرد جست و جوے

تا دل شب نزد جگر گوشہ بود   دانہ اشکش بمژہ خوشہ بود

نیم شباں عزم سوے خانہ کرد   دامن ازاں خوشہ پر از دانہ کرد

گفت کہ فردا بوداعست راے   آیم و ایں شرط بیارم بجاے

کرد رواں کشتی دولت شتاب   رفت بدولت بگذارائی آب

شاہ چو زاں دولت فیروز بخت   فرخ و فیروز برآمد بہ تخت

گریہ قرابہ بیانگ بلند   قہقہہ در حلق صراحی فگند

آب رواں کرد بجوے نشاط   خاک شد از جرعہ معنبر بساط

بزم شبش گرچہ کہ فردوس بود   وعدہ فرداش قیامت نمود

بسکہ بدش از غم دوری خمار   بادہ ہمی خورد نمی کرد کار

لیک ترا نیز بهر کار هست — آینهٔ روشن فکرت بدست
هرچه مصور شودت در خیال — نیک بکن بد مکن اینک مجال
خود نفتد در رقمت کار سخت — فضل ز حق جو و عنایت ز بخت
چون بوغا جهد کنی در جهاد — باش گران جنبش و دیر ایستاد
گر بودت در دل مشکل گشائے — مشکلے از ملک طلب کن برائے
ور بدل از رائے بود مشکلے — خواه کلید از دل صاحبدلے
باز طلب صحبت مردان پاک — صحبت آلوده رها کن بخاک
مست مشو چون لب آری بشراب — ور چه شوی مست مشو مست خواب
هوش بران نه که شوے هوشیار — تات بغفلت نرود روزگار
غفلت شاه است زیان همه — خواب شبانست بلائے رمه
شاه بود از پے پاس جهان — خواب نشاید که کند پاسبان
می بخور اما نه ز اندازه بیش — تا نشوے بے خبر از کار خویش
کم خور از انسان که شوی مست ازو — تا شده از دست بکش دست ازو
کار جهان جمله ترا کردنی ست — خود غم این کار ترا خوردنی ست
چون تو خوری باده کافور بوے — پس غم گیتی که خورد خود بگوے
مست که از خود خبرش کم بود — کے خبرش از همه عالم بود
گرچه گیتت بخوشی رهبر ست — هرچه عنا باز کشی خوشتر ست

دہ کاں شکروش ناگہاں زیں دیدۂ تر شد نہاں   از خسرو آموز و فغاں فرہاد اگر اکنوں بود

در وداعِ دو گرامی کہ پدر را در اشک
مردمِ دیدہ ہمی رفت ز چشمِ گریاں

شب چو وداعِ مہ و سیارہ کرد   صبحدم از مہر قبا پارہ کرد

گرد کنارہ شفق از خونِ خویش   چشمۂ خورشید شد از دیدہ بیش

قلبِ دو سلطان زد و سو کوچ کرد   بست دو پل سوئے دو آب از دو گرد

کوکبۂ شرق سوئے شرق تافت   لشکرِ مغرب سوئے مغرب شتافت

خسروِ مشرق بوداعِ پسر   گریہ کناں کرد ز دریا گزر

ویں طرف اقبالِ معزی بہ پیش   گشت شتابندہ بمیعادِ خویش

فاصل شد از بہرِ وداعِ دو شاہ   چوترہ بالستہ آرام گاہ

ہر دو دراں بقعہ مہیا شدند   چوں مہ و خورشید یکجا شدند

محرمِ خلوت شدہ ہر دو بہم   زحمتِ غیرے ز میاں گشتہ کم

خلوت از آں گونہ کہ محرم نبود   ہیچکس از خلوتیاں ہم نبود

آنچہ بد از مصلحتِ ملک راز   یک بدگر ہر دو نمودند باز

کاں چمن از خار تہی کردنی ست   واں گلِ نرگس بکف آوردنی ست

در حقِ ایں شو بکرم رہنموں   واں دگرے را ز زمیں ریز خوں

گرچه خوشی در دلِ شب پیشه کرد — لیک ز فردا بدل اندیشه کرد

تلخ توان شربتِ دوری چشید — درد جدائی که تواند کشید

دشمن باشد فلک از مغز و پوست — زانکه بیک جای نخواهد دو دوست

الغرض از می چو سرش گرم گشت — زانچه دلش بر قدری نرم گشت

رفت ز مجلس بسوی خوابگاه — شد تهی از باده کشان بزمِ شاه

جفت به بیداری بختِ جوان — دولتِ بیدار شدش پاسبان

خوابگهش باد ببالای تخت — هیچگهی خفته مبادش بخت

مطرب خوش نغمه بآواز نغز — زین غزلش داد طراوت بمغز

غزل

آرام جانم میبرد جان اصبوری چون بود — آنکس شناسد حالِ من کو همچو من در خون بود

بربست چون جوزا کمر آورد در جوزا قمر — یعنی که این عزم سفر در طالعِ میمون بود

گوینده حالِ دلِ نهان گویش مگر ناید عیان — این با کسی گفتن توان کو از دلم بیرون بود

رنجم مبادا بر تنی چون من مبادا دشمنی — من دانم و همچون منی کاندوهِ دوری چون بود

زین درد کز چشم افگنم پر گشت جیب و دامنم — چون پیمانه شد تنم کاندر دُرِ مکنون بود

بندد خطش جو یم بتی زین تارِ موی در خمی — خود عاشقان را هر دمی سودای گوناگون بود

زلفش که در جانم گزد چون مارِ پنهانم گزد — ماری کز پنهانم گزد کی در خورِ افسون بود

لیلی وشی مشکبو آنکس که دیده مو بمو — داند که زنجیر از چه رو در گردنِ مجنون بود

ای ز تو در دیدهٔ تاریک نور — مردمی کن مشو از دیده دور
جانِ عزیزی بجدائی مکوش — چند بود جانِ عزیزم بجوش
صبر مفرما که صبوریم نیست — دور ز تو طاقتِ دوریم نیست
گرچه ترا هم کششی در دل است — آنچه که من میکشم آن مشکل است
خویشِ توام ور تو نه خویشِ من — مرحمتی بر منِ بی خویشتن
با توام ار بیخودم و گر با خودم — بیخودیم بین و ببر با خودم
بر سرِ راهی و منم خاکِ راه — بر گذری همچو صبا بر گیاه
چند کنی از پیِ رفتن شتاب — یکدمی از سوختگان رو متاب
با تو اگر همرهیم مشکل است — اشکِ منت همرهِ صد منزل است
بهرِ نثارِ تو سرشکم ز دُر — آستین و دامنِ من کرده پُر
گر تو بگوئی بسرت ریزمش — با گهرِ تاج در آمیزمش
تا چو بدامانِ تو افتد ز سر — یاد دهد از آبِ دو چشمِ پدر
خامهٔ من زین پس و تحریرِ درد — و اشکِ روان تا بیک بیابان نورد
حالِ من از نامه فرو خوان چو آب — باز نویس ار بتوانی جواب
گرچه تو خوردی و فراموش کار — تا ت فراموش نشوم هوش دار
ورچه نیاری بدلم سال و ماه (بدل آخود مرا ۱۲) — جانِ تو[1] کز دل نشوی هیچگاه

---

[1] جانِ تو ای قسم بجانِ تو ۱۲

دورمیند از فلاں راز پیش — خاص بکن آں دگرے را بخویش
هرچه که ایں گفت بداں دار پوش — جائے بده گفتهٔ او را بگوش
سرورِ مشرق چو ازیں لعل و دُر — گوشِ جگر گوشهٔ خود کرد پُر
آں همه گفتارِ پدر کیقباد — دلِ نتواں گفت که در جاں نهاد
از پس ایں هر دو بپا خاستند — عذرِ بد و نیک همی خواستند
خسته پدر از دلِ پر خون و ریش — دست در آورد بدل بندِ خویش
ناله بر آورد که اے جانِ من — جاں نه از آں دگرے زانِ من
بے تو زیم گرچه که در خوں زیم — لیک چو جاں میرود م چوں زیم
چوں بخصومت جگرم خون شود — حالِ دلم چوں تو شدی چوں شود
دیده بماند چو ز روے تو دور — سوے که بینیم که ماند صبور
چوں تو شدی دل ز که جوید ترا — ویں بکه گوییم که بگوید ترا
سوخت ازیں غم دلِ بے حاصلم — وه که نسوزد دلِ تو بر دلم
هجرِ تو آمد که ز خویشم برد — کیست کزیں واقعه بازم خرد
بے خبرم بهرِ تو شب تا بروز — گر خبرت هست چنینم مسوز
غم بیقینست که خاکم کند — ترسم از اندیشه هلاکم کند
سوخته شد جانِ غم اندوخته — تا چه شود حالِ منِ سوخته
کاش نبودے دو سه روزِ وصال — تا نشدی دیده اسیرِ خیال

عاقبۃ[1] الامر دراں اتفاق | چوں کہ ندیدند گزیر از فراق
ہر دو رخ از خوں شدہ عناب رنگ | یک دگر آغوش گرفتند تنگ
رفت پدر پائے بہ کشتی نہاد | دیدہ رواں از قطرہ طوفاں گشاد
گریہ کناں با دلِ بریانِ خویش | کشتیِ خود راند بطوفانِ خویش
شہ شد وزیں سو پسر درد مند | آہ بر آورد بہ بانگِ بلند
گریہ ہمی کرد زمانے دراز | سوئے پدر داشتہ بہ چشمِ نیاز
راند ہمی از قطرہ سیلابِ خوں | تا ز نظر کشتی شہ شد بروں
دید چو خالی محل از شاہِ خویش | رخش رواں کرد بہ بنگاہِ خویش
روئے ز شرق اخترِ عالم فروز | تافت سوئے غرب کہ نیمروز
رفت بہ لشکر درِ خرگاہ بست | وآمد و شد را ز میاں راہ بست
خلوتیاں ہر ہمہ گشتند دور | جز دو سہ از خاصگیانِ حضور
جامہ بفریاد و فغاں می درید | جامہ[2] رہا کن تو کہ جاں می درید
گشت دلِ تنگ ز غم شاخ شاخ[3] | تنگدلی در دلِ تنگش فراخ
کرد چو انبوہی غم در ہمش | خواست شرابے کہ بشوید غمش
ساقی ازاں بادہ کہ باخویش داشت | پیشترک شد قدحے پیش داشت
شاہ ازاں مے کہ بلب در کشید | جرعۂ آں را ز مژہ بر کشید

۱؎ آخر کار ۱۲ ۲؎ جامہ کجا بخیالِ جامہ کیسو کن ۱۲ ۳؎ پارہ پارہ ۱۲

گشت روان چشمِ منِ خسته واے — دل نه همانا که بماند بجاے
آه که صبر از دل و تن میرود — خونِ من از دیدهٔ من میرود
تشنه اگر نیست پے مرہم بخون — چون کشد آخر جگرم را برون
با خود از فیسان شغبے مے نمود — روز بچشمش چو شبے مے نمود
دیدهٔ پرخون و دلِ ناصبور — چشم نے شد ز جگر گوشه دور
چون شغب و ناله ز غایت گذشت — گریه و زاری ز نهایت گذشت
یک نفسے زان نمط از هوش رفت — کش همه فرزند ز آغوش رفت
وان خلفِ پاک هم از دردِ دل — خاکِ ره از گریه همی کرد گل
بسته دل و جان بوفاے پدر — دیده همی سود بپاے پدر
وز مژه در پاے شہِ ارجمند — ریختیهاے گهرے مے فگند
اشک فشانان بدلِ دردناک — مردمکِ دیده فتاده بخاک
سر چو ازین بیخبرے برگرفت — دُرِّ خود از خاک بافسر گرفت
باز بآغوشِ خودش کرد جاے — گاه سرش بوسه زدے گاه پاے
هر دو بجان شیفتهٔ یکدگر — دوخته بودند نظر با نظر
روے بهم کرده چنین تا بدیر — هیچ نگشتند ز دیدار سیر
نقشِ وداع ارچه بجان مے نگشت — لیک نے اندازه زبان مے نگشت

ابر سراپردہ بہ بالا کشید — سبزہ صف خویش بصحرا کشید

آب فرو ریخت بکارِ زمیں — زو ہمہ بنشست غبارِ زمیں

سیل عناں بس کہ بہ تندی گذاشت — باد بہ زنجیر نگاہش نداشت

چوں دلِ رعد شد از آب غرق — گرم شد از آتشِ سوزانِ برق

گرم چناں شد کہ چو آواز داد — غلغلہ در گنبدِ گردوں فتاد

قوسِ قزح گشت کماں وار کوز — از دو طرف سبزی و سرخ توز[۱]

تاب کشید آتشِ برق چناں — کش نم صد ابر نشد از زیاں

جوی کہ شد مست خوش و آبدار — آب گرفتش لب و سبزہ کنار

صفوتِ آب ار تو ندانی محال — زیر زمیں ابر نمود از خیال

تندیِ سیلاب بہ بالائے کوہ — از شغب آورد زمیں را ستوہ

ماند ہمہ وقت خطا سبزہ تر — از کفِ خورشید نہاں شد اثر

ہر دمنے یک گل و صد آبجو — ہر چمنے صد گل و صد آبرو

برق بہ شمشیر در آورد تاب — گشت زرہ پوش سوارانِ آب

برق بہر سوے بتابے دگر — دشت بہر جوی بر آبے دگر

پردہ نشیں گشت فلک سو بسو — با ہمہ زالی شدہ پوشیدہ رو

جوے کہ شد بر سر سیمیں منش — جامۂ غوکی[۲] شدہ پیراہنش

۱ توز درختے ست کہ بر زین اسپ و کماں پیچند برنگت سرخ باشد ۱۲ ۲ جامۂ غوکی کاہی کہ بر آب باشد ۱۲

گفت بمطرب که دمے بے درنگ   ساز کند صوتِ جدائی بچنگ
شست مغنی و براهِ عراق   کرد روان زمزمهاے فراق
دست و زبانش چو در آمد بکار   زین غزل از دست بشد شهریار

غزل

سخت دشوار ست تنها ماندن از دلدارِ خویش   ما که گوئیم حالِ تنها ماندنِ دشوارِ خویش
لطف کن اے دوست از شمشیرِ هجرانم مکش   من که وصلم چند گه پرورده در زنهارِ خویش
مرده را حسرت ز مردن نیست بیش از آنکه   باز مے گیرند زو همصحبتان دیدارِ خویش
هر که بر و زنے ناوکے خورد ست داند که چیست   دردِ مجروحے که نالد از دلِ افگارِ خویش
کیست کز بسیاریِ غم اندکی بازم خرد   کاندکے اندک می بسوزم از غمِ بسیارِ خویش
راز با دیوار هم گفتن نمی آرم از آنکه   گوشها می بینم از هر سو پسِ دیوارِ خویش
گفته گه گه خواهم کرد کارت را بهجر   کارِ من کردی و کردی عاقبت آن کارِ خویش
نا امیدم ترک گیریدم دمے اے دوستان   تا چو نومیدان بگریم بر غم و تیمارِ خویش
خسروا پهلوے من منشین ساعتے دل ده مرا   زانکه دل می افتدم از گریهاے زارِ خویش

صفتِ موسمِ باران و بره رفتن شاه
جانبِ شهر شدن از لبِ گهگر بگران

کرد چو ره در سرطان آفتاب   چشمهٔ خورشید فرو شد بآب

بیضۂ کنجشک نے شاخِ نو | پر شدہ از آب و علف جو بجو
خاک کے بیضۂ طوطی شمار | بیضہ یکے بچۂ او صد ہزار
سبزۂ نورستہ تو گوئی مگر | بچۂ طوطی ست کہ شد بیخ پر
سبزہ بصحرا شدہ چوں نوخطاں | ملکِ جہاں گشتہ بکامِ بطاں
ژالہ زناں بر سرِ کلمرغ سنگ | با سرِ کل خوش بود از سنگ جنگ
غوطۂ مرغابیِ رعنا بجوے | از سرِ طوفاں شدہ پایاب جوے
نولِ حواصل شدہ مقراض پر | جامۂ او نقرہ و مقراض زر
جفتِ سرخاب نے حکمِ خدا | روز یکجا و شب از ہم جدا
جرعہ کہ طاؤس ز باراں بخورد | ہم بسرود آمد و ہم جلوہ کرد
یافتہ دراج خوشی در ہوا | شیر و شکر داد بر دل از نوا
سرخ شدہ آب نے سرخابگاں | خستہ بچوں ناخنِ قصابگاں
مرغ بسے ساختہ در آب جاے | بر سر آں نقرہ شدہ نقرہ پاے
لرزہ کناں آب نے زمی چو خز | مرغکِ گز پاشش بپا کردہ گز
ز آب نے میں شعبے بہر شاخِ بید | زاغ شدہ قمریِ جامہ سپید
میوۂ ایں فصل رسیدہ بشاخ | گرد چمن طعمۂ مرغاں فراخ
خوشۂ انگور بداں چا بکی | آبلہ بر پا شدہ از نازکی

لہ بکاف عربی قسمے از کرکس کہ بر سرِ او موے نباشد

خاک ز بے آبی امان یافتہ
چشمہ ز جوے آب روان یافتہ

قطرہ در آوردہ زبان را فراز
آب شدہ از در او حلقہ ساز

چون زمین از آب شدہ سیم ناب
باد گرہ بر زدہ بر سیم آب

جوے رسیدہ بہ بلندی ز سیل
ہم بتواضع بہ نشیبش میل

زود در مستی بہ فغان آمدہ
دور خرابی بگران آمدہ

ماندہ بہر شہر عمارت در آب
محتکران را شدہ خانہ خراب

بہ چرخ نگون طشت شدہ سیل بار
طشت نگون آب نہ گیرد قرار

ابر ہوا خواہ گلستان شدہ
آب کش مجلس بستان شدہ

باغ کہ از سبزہ شد آراستہ
ابر سیہ را بہوا خواستہ

برگ درختان تر از شاخسار
ہر ہمہ دُر بار و در آوردہ بار

ابر شدہ کوہ بلند از شکوہ
برق شدہ بر سر او تیغ کوہ

پر شدہ قرابہ چرخ از گلاب
پنبہ نہادہ بہ دہانش سحاب

حوض مدور کہ شدش آب بیش
آب کشان گرد بگرداب خویش

جنت زمین را ہمہ بشگفتہ
گاو زمین جنت بے پا رفتہ

برزگران در گل لغزان اسیر
تکیہ شان بر کرم دستگیر

دانہ کہ سر تیز چو سوزن کشید
سوزن او آبلہ روشن کشید

شالی سرسبز ندانم کہ چیست
کآب گذشت از سر و انگاہ زیست

[illegible]

گرچہ کہ بود آبِ دواں تا شکم ‌‌ اسپ نگرد آتشِ خود ہیچ کم
پاے ستوراں بہ زمیں رُستہ ‌‌ گاوِ زمیں را سمِ شاں سر شدہ
بود ہر جا کہ نزولِ سپاہ ‌‌ تنگیِ جو بود فراخیِ گاہ
خیمۂ لشکر ہمہ بر روے آب ‌‌ راست چو دریا کہ برآرد حباب
با علمِ فتح دراں راہِ دور ‌‌ سایہ فگناں شد بحدِ کنتور
خانِ جہاں حاتمِ مفلس نواز ‌‌ گشت باقطاعِ اودھ سرفراز
از کفِ جود و کرم حق شناس ‌‌ کرد فراہم سپہ بے قیاس
من کہ بُدم چاکرِ او پیش ازاں ‌‌ کرد کرم زانچہ کہ بُد بیش ازاں
باز چناں بخششِ چاکر فریب ‌‌ بندہ شدم لازمۂ آں رکیب
در اودھ ہم برد لطفے چناں ‌‌ کیست کہ از لطف بتابد عناں
غربت از احسانش چنانم گذشت ‌‌ کم وطن و اصل فراموش گشت
در اودھ از بخششِ او تا دو سال ‌‌ ہیچ غم و نالہ نبود از منال
من زپے نعمتِ خداوندِ خویش ‌‌ رفتہ ز جاے خود و پیوندِ خویش
مادرِ من پیر زنِ سبحہ سنج ‌‌ ماندہ بدہلی ز فراقم برنج
روز و شب از دوریِ من بیقرار ‌‌ سوختہ داغِ منِ خام کار
در غم و زاری ز جدا ماندنم ‌‌ نامہ نویساں زپے خواندنم
گرچہ دلم ہم ز غمش بود ریش ‌‌ چند گہے راہ ندادم بخویش

دانهٔ او کرد طراوت درو گرد شده جمله حلاوت درو

خسته شده سینهٔ خرما ز خار خنده همی کرد به پرده انار

موز بیک برگ بپوشید شاخ برگ ازو گشته به بستاں فراخ

گرچه که با خربزه زد پهلوے صلح همی کرد بشفتالوے

نغزک خوش نغزکنِ بوستاں نغزترین میوهٔ هندوستاں

طفل که همشیرهٔ او شد نبات خضروشی تشنه بر آبِ حیات

میوه بباغ ارزکی ده بود پخته شود خوردنش آنگه بود

میوهٔ نغزک هم از آغاز بر تا حدِ انجام سزاوارِ خور

سایهٔ او برد رم از آفتاب مایهٔ مستاں ز برائے شراب

آبِ رواں گشته بسر سایهٔ یافته از میوه زمیں مایهٔ

نغزکِ پخته بچکیده ز بر گشته نباتِ زمیں از شیره تر

گاه تماشاے جواناں بباغ زیرِ درختاں شده مستاں بلاغ

وقت چنیں میوه پر و گرمتاب وز مددِ ابر جهاں غرقِ آب

ابر دُر افشاں شده دریا نوال ابرشِ خور و راند بدار الجلال

آب فراخے همه را تا بگنگ وآمده لشکر همه از آب تنگ

لشکرِ انبوه چو دریا بجوش سیل ز جنبیدنِ آں در خروش

بود سراسر زمیں از آب پُر هم ز هوا سوخته می شد شتر

پرده ز روے شفقت برگرفت | اشک فشانان ببرم در گرفت
داد تسکّنے دلِ آشفته را | کرد وفا نذرِ پذیرفته را
بعد دو روزے که رسیدم ز راه | زآمدنم زود خبر شد بشاه
طلبے آمد بشتابندگی | داد نویدم بصفِ بندگی
خاستم و برگِ شدن ساختم | محملے تا آن بپرداختم
رفتم و رخساره نهادم بخاک | تن ادب آموز و دل اندیشناک
نقشِ طرازیده گشادم ز بند | کردمش انشا و بآنگِ بلند
شه که در چیدهٔ من دیده تر | مهر بچید از ندماے دگر
داد باحسان رهے بر درم | جاگی[۱] خاص و دو بدره درم
یافتم اندر محلِ اختصاص | مرتبه در سلکِ ندیمانِ خاص
چون دلم از فیض و کرم شاد کرد | خانهٔ فقرم بزر آباد کرد
گفت که اے خاتمِ سخن پروران ق | ریزه خورِ خوانچهٔ تو دیگران
از دلِ پاکت که هنر پرورست ۲ | همتِ ما را طلبی در سرست
گر تو درین فن کنی اندیشه چیست ۳ | ور تو شود خاستهٔ من درست
خواسته چندانت رسانم ز گنج ۴ | کز پئے خواهش نبری هیچ رنج
من که عطاے شهم این مژده داد | سجده کنان پیش دویدم چو باد

---

[۱] جاگی روزینه که آنرا بهندی پنشیه گویند ۱۲

چوں کشش سینہ زغایت گزشت باعثۂ دل زنہایت گزشت
حالِ خود و نامۂ امید وار باز نمودم بخداوندگار
او خود ازانجا کہ بزرگیش بود خُردیِ من دید بزرگی نمود
داد اجازت برضاے تمام تانہم اندر رہِ مقصود گام
خرج زنم زاں کفِ دریا اثر گرم رواں کرد دو کشتیِ زر
تازچناں بخششِ مفلس پناہ شکر کناں پاے نہادم براہ
شوق کشاں کرد گریبانِ من گریہ زدہ دست بدامانِ من
حاملِ خوں کرد غمِ مادرم زادِ ہمیں بود براہ اندرم
قطع کناں راہ چو پیکانِ تیز بلکہ چو تیر آمدہ اندر گریز
یک مہِ کامل بہ کشیدم عناں راہ چنیں بود و کشش آں چناں
ہمچو مہِ عید خوش و شاد بہر در مہِ ذی القعد رسیدم بشہر
خندہ زناں ہمچو گلِ بوستاں چشم کشادم برخِ دوستاں
یافتم از لذتِ دیدار کام وز مئے مقصود شدم سیر جام
مرغِ خزاں دیدہ بہ بستاں رسید تشنہ بسر چشمۂ حیواں رسید
مردہ دل از حالِ پریشانِ خویش زندہ شد از دیدنِ خویشانِ خویش
دیدہ نہادم بہزاراں نیاز بر قدمِ مادرِ آزرم ساز
مادرِ من خستۂ تیمارِ من ق چوں نظر افگند بدیدارِ من

از درش با همه شرمندگی | آمدم اندر وطنِ بندگی
خم شده از بارِ کرم گردنم | فرض شده خدمتِ شه کردنم
گوشهٔ گرفتم ورقِ دل بدست | عقل سراسیمه و اندیشه مست
روی نهان کردم از ابنای جنس | نے غلطم بلکه خود از جن و انس
آبِ معانی ز دلم زاد زود | و آتشِ طبعم بقلم داد دود
چوں بتوکل شدم اندیشه سنج | سینهٔ خاکیم بروں داد گنج
خامه بیاراست سخن را جمال | پرده برانداخت عروسِ خیال
حجلهٔ خط را ز سراپرده یافت | واں ز زبانِ قلمم در شگافت
من زده بر عرش ز فکرت علم | محرمِ فکرم شده لوح و قلم
خواست مدد خاطرِ اندیشه زاے | زیں سه هنر سنج و معانی فزاے

سخن از وصفِ قلم آنکه بلوحِ محفوظ
هست اوّل صفتش ماخلق الله بخواں[۱]

سوے قلم دست کشیدم نخست | کاوّل از و شد خطِ هستی درست
راند نخست از یدِ قدرت بروں | کرده رقم بر ورقِ کاف و نوں
سلسله جنباں شده در بابِ علم | داشته سر بر خطِ اربابِ علم

۱؎ اشارہ بجانب حدیث اول ماخلق اللہ القلم ۱۲

گفتمش اے تاجورِ جم جناب | بخت ندیدہ چو تو شاہے بخواب
منکہ بوم داعیِ مدحت طراز | تا چو توئی را بمن آید نیاز
چوں تو دہی حاجتِ ہر مفلسے | حاجتِ تو چیست بچوں من کسے
باغ نہ از گل طلبد رنگ و بوے | ابر نہ از قطرہ بود آب جوے
شہ کہ جہاں بندۂ فرمانِ اوست | گر بمثل جاں طلبد زانِ اوست
حاصلم از طبعِ کژ و فکرِ سست | نیست مگر پارسیِ نادرست
گر غرضِ شاہ بر آید بداں | دولتِ من بیشے نماید بداں
بندہ چو بنمود بشاہِ زمن | عذرِ تہی مایگیِ خویشتن
شاہ زباں را بہ سخن بر کشاد | قفل ز گنجینۂ گوہر کشاد
گفت چناں بایدم اے سحر سنج | کز پئے من رُوئے نہ پیچی ز رنج
جسمِ سخن را بہنر جاں دہی | شرحِ ملاقاتِ دو سلطاں دہی
نظم کنی جملہ بسحرِ زباں | قصۂ من با پدرِ مہرباں
تا اگرم ہجر در آرد ز پاے | آیدم از خواندنِ آں دل بجاے
ویں سخنم گفت و بگنجورِ جود | از نظرِ لطف اشارت نمود
برد مرا خازنِ دولت چو باد | مُہرِ زر و خلعتِ شاہیم داد
من شدہ مخصوص بجودے چنیں | مایہ بدستم نہ و سودے چنیں
نے قلمم را از ہنر بہرۂ | نے ورقم را ز گہر چہرۂ

در همه شب خفت بجائے که خواست — خفته نخیزد مگر از دستِ راست
در بصر برآمده چوں مرغ باغ — نغمهٔ بلبل زده از قولِ زاغ
قار چکاں گشته ز منقارِ او — تا همه قاری شده از قارِ او
خوانده ورا تیر سپهر از صواب — نام قلم نیزهٔ خطّے خطاب
در تردم ایں خامه بسودائے خام — مجمرهٔ سوخته دل را بکام

صفتِ مجمره کو گرچه سیه دارد دل
آں سیاهیِ دلش مایهٔ علم ست و بیاں

سوخته دودِ فراقش قلم — و آبِ حیات و ظلماتش هم
مطبخِ سودا او درون حجره وش — روزنش از سوے درون دودکش
هم ورق از روزنِ او برده دود — هم قلم از مایهٔ او کرده سود
زاده همیں دودهٔ او هر زماں — هر خلفش بر سرِ خود دودماں
دیگِ خوشِ پختنِ سود و زیاں — خامه چو کفگیرِ مهیّا براں
خانهٔ روئین و ز چوبش ستوں — گشته برون روشن و تار از درون
دیده چنیں نادره کس در جهاں — خانه بجا ماند و ستونش رواں
کرده چه ژرف بصد نیکوئی — چوں چهِ بابل همه پر جادوئی
کس نه کشد سایه که در چه نشست — سایهٔ ایں چه بکشد هر که هست

علمِ جهانش همه طرفِ اللسان | هیچ خطائیش نه اندر زبان
ور ز دلے زاد بمعنی ازو | آن نه نویسنده بود نے ازو
بر ورقِ اهلِ هنر کرده داغ | روز و شب از خوردنِ دودِ چراغ
در هنر از بس که رواں کرد دست | دستگهی یافت هر کس که هست
راست هر دستگهی همچو تیر | راستیِ او همه را دستگیر
گفت خبر بر همه از خیر و شر | نامه سیه کرد و لے با خبر
هم زده در خشکی و تری قدم | هم بسیاهی و سپیدی علم
در طلبِ صوف تراشیده سر | گرچه همه جهد کنندش ز بر
راکع و ساجد شده در هر مقام | در دلِ شب کرده بیک پا قیام
هیچ نبوده بقیامش قعود | طرفه که در عینِ قیامش سجود
روزیِ او یک شبه با صد هنر | گر همه سر زیر کند یا ز بر
سر زده در رفته درونِ دوات | یافته در ظلمتش آبِ حیات
دودهٔ او قبلهٔ دانندگاں | خوانده شده بر همه خوانندگاں
آهوے مشکین و سرش باد و شاخ | وز دمِ او مشک بصحرا فراخ
تیر سپر دار ازو در خراش | تیغ گهر بار ازو در تراش
کرده سر اندر رهِ شمشیر صرف | بلکه ز شمشیر رسیده بحرف
آب سیه خورده چناں گشت مست | کش چو نگیرند بیفتد ز دست

نامے حریر آمدہ اندر نورد ... طرفہ حریرے کہ تواں جزو کرد
آمدہ اجزاش فراہم زآب ... لیک پراگندگیش ہم زآب
بسکہ شد از کوبشِ بسیار پست ... پشت دوتا گردش از یک شکست
گہ بود از دستۂ تیغش گزر ... گہ دہد از تیغ بمقراض سر
گہ خلۂ سوزنِ مسطر کشد ... گہ کششِ رشتۂ دفتر کشد
گہ ہدفِ تیر شود از ہوس ... الغرض از دوستیِ کلک بس
گہ کند اندر کلہِ شہ نشست ... تار قمے یابد ازاں سرنبشت
برزدہ از روے سپیدی علم ... لیک سیہ روے شدہ از قلم
نامِ خدا یافتہ بر روے گزر ... زانش بہ بوسند و نہندش بسر
عاشقِ خطہاے تر آمد ز اصل ... مے بریش گردن و در بندِ وصل
باخطِ عارض نگزارد وفا ... گرچہ کنی بند ز بندش جدا
ہیچ گہ از حرف ندانند گزشت ... حرفِ سواں نہ و نتواند گزشت
حرف بحرف از قلم آرد سخن ... لیک بہ پیچد ہمہ بر خویشتن
ہر کہ گہے قصہ فرو خواند بس ... عاقبت الامر بہ پیچاند بس
کارکشاے ہمہ ز اسرارِ خویش ... پیچشِ او از خود و از کارِ خویش
قدرِ گراں یافتہ لیکن سبک ... واں سبکے ہم ز مزاجِ تنک

لہ نامے حریر طاقہ جامہ یعنی تہان،

کردہ درد خامۂ مصری پناہ — یوسفِ مصر آمدہ در قعرِ چاہ
کحلۂ دیدۂ روشن سواد — میل درد خامہ و کلکش مداد
بسکہ فزوں یافتہ زرقِ قلم — آبِ سیہ راندہ بغرقِ قلم
شستنِ او باہمہ دانندگاں — رفتنِ او جانبِ خوانندگاں
ہرچہ سوادِ ورقِ مشکلش — حل شدہ چوں آبِ دہن درِ دلش
در شکمِ از خشک و ترش مایہ بیش — کردہ قناعت بہ تر و خشکِ خویش
بلکہ شکم کردہ پر از بیش و کم — ماندہ دہاں باز برائے شکم
گہ گہے از زحمتِ تشنگی بتاب — دافعِ تشنگیش دو سہ قطرہ آب
معتبرِ عالم و جاہل شدہ — گرچہ دروں تار و سیہ دل شدہ
من چو ازیں حقہ کشیدم قلم — برزدم از مشک بکاغذ علم

صفتِ کاغذِ سیمیں کہ پیرایۂ دودِ قلم

سیم سوزے شود و نقش برآرد بریاں

کاغذِ شامی نسب و صبح دام — آنکہ شد آرایشِ صبحش ز شام
سادہ حریرے سوئے اصلش ز خویش[1] — باقصب و خز شدہ پیوند خویش

---

[1] خویش در مصرعۂ اول بمعنی کتان و در مصرعۂ ثانی بمعنی قریب و رشتہ دار ۱۲

ابر گردم چشم را کاں لالۂ رنگین من | بیشتر در روزِ باراں مے بباغ می کند
ماہ تنہائی و روزِ ابر بارانی زاشک | اے خوش آنکس کو خوشی باآں سمبر می کند
ابر بر من می بگرید کش حیلے ست و برق | خندہ در دیدہ ہیں کز زیر چادر می کند
خلق گوید دردِ خود را گوے تا درماں کنند | من ہماں گویم وے از من کہ باور می کند
شہسوارے ہر زماں کاندر دلم می بگذری | صد غبار از سینۂ خاکیم سر بر می کند
دیدہ کز خاکِ درت سرمہ کند دانی کہ چیست | از غبار انگیزیِ تو خاک بر سر می کند
چشمِ من ہر چند افزوں ترہمی بارد ز سر شک | ایں غبارے را کہ من دارم فزوں تر می کند
وقتِ باراں خوش کہ میبارد گہے در دو خوں | ماجراے چشمِ خسرو پیشِ دلبر می کند

ذکر باز آمدنِ شاہ بدولت گہ شہر

ہمچو برجیس بقوس و قمر اندر سرطاں

صبحِ دماں چو علمِ آفتاب | کرد بدروازۂ مشرق شتاب
خرگہِ مہ گشت نہاں در پرند | قبۂ خورشید بر آمد بلند
رخشِ طلب کرد شہِ کامگار | شد بگہِ چاشت بدولت سوار
کرد رواں کو کبۂ فتحیاب | سوے درِ دولت ازاں فتحباب
باد شد اندر سر زرینہ نائے | بادِ رواں گشت سمِ بادپاے
از روشِ پیلِ گراں تا گراں | سر بسر اندام زمیں شد گراں

خامه که صد نامه پیاپے نبشت — علمِ جہاں را ہمہ بروے نبشت

آنکه مہیں مہرِ او باگہر — وآنکه کہیں بخششِ او باشکر

آئینهٔ دیدهٔ صورت گراں — صورتِ ہر نقش که جوئی دراں

من چو بریں آئینه رو نمائے — مور چه ریختم آئینه زائے

ہمتِ مردانه به بستم بکار — ریختم از خامه دُرِ شاہوار

باز نیامد قلم تا سه ماه — روز و شب از نقش سفید و سیاه

تا زدلِ کم ہنر و طبعِ سست — راست شد ایں چند خطِ نادرست

ساخته گشت از روشِ خامهٔ — از پسِ شش ماه چنیں نامهٔ

در رمضان شد بسعادت تمام — یافت قراں نامهٔ سعدین نام

آنچه بتاریخ ز ہجرت گزشت — بود سنه ششصد و ہشتاد و ہشت

سالِ من امروز اگر بر رسی — راست بگویم ہمه شش بود و سی

زیں نمطِ آراسته بکری چو ماه — باد قبولِ دلِ دانائے شاه

تا چو شود خاصِ خداوندِ خویش — ایں غزلِ بنده بخواند به پیش

غزل

باز ابرِ تیره از ہر سوے سر بر می کند — سبزه را در ہر چمن برآب دیگر می کند

گرد بر می آید از عالم که از امساکِ ابر — گاه بخشش عالمے را در زماں تر می کند

سر بہر باغی دروں گردند مستان تیرِ عیش — سروِ من تا در کدامی باغ سر بر می کند

صحنکِ زرّینِ سما شد سفال گشت گِل آلوده چو چرخِ کلال
خنگِ سما روی بجولان نهاد گرد زمین بر شد و میدانش داد
مقرعه بر بسته هر چابکی تازکنان بر سر هر تازکی
شانهٔ اسپان که بهم سود روی یافت بهم از سرِ هر شانه موی
کوکبه چون فلک آراسته گردِ ظفر تا بفلک خاسته
شاه بدروازهٔ دولت شتافت داد بدروازه کشادی که یافت
توسنِ شه را ز نثار افگنان گشت مکلّل بجواهر عنان
نعل که بنشست بگوهر درون گویی از آهن گهر آمد برون
چتر که در چرخ شد از جای خویش چرخ روان گشت سراپای خویش
زان عجبی کو زبرش می‌نگشت از عجبِ خویش سرش می‌نگشت
شد چو عروسی بهما و بهی جلوه کنان پیشِ شکوهِ شهی
کوس خبر کرد بگوش از خروش وز خبرش بی‌خبری یافت گوش
بانگِ دهل خاست گران تا کران تعبیه شد کاسهٔ گردون دران
نغمهٔ مطرب ز گلوگاهِ ساز گوشِ نیوشنده همی کرد باز
زهره دران انجمنِ اختران رام شده از دمِ رامشگران
ماه وشان چرخ زن و پای کوب گشته بهوا از رهِ شه خاکروب
شمع شکروشش بزبان دری سوخته جانها بحرارت گری

بسکه شد آوازِ جرسِ چند پیل ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ هر طرفے گشت گران گوشِ پیل

بسکه عَلَم هائے سیه شد بماه ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ماه نهان گشت در ابرِ سیاه

یافت ازان رایتِ شبرنگ داغ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ شد پرِ طوطیِ فلک پرِ زاغ

صفِ سیاه از علمِ سرخ و زرد ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ نسخهٔ دیباچهٔ نوروز کرد

از علمِ لعل که بر چرخ سود ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ طاسکِ خورشید پر از خوں نمود

نوکِ سناں کرد ببالا گذر ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ گشت کبوتر بهوا سیخ پر

در تهِ پرچم که سناں گشت گم ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ نیزه شد از نوکِ سناں گاودم

کرد سناں گاوِ فلک را زبوں ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ شد ز دمِ گاو هوا گاوِ گوں

شه بتهِ چترِ سیه مے چمید ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ اولِ شب صبحِ دوم میدمید

بود دراں دائرهٔ شام گوں ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ مردمِ دیده بسیاهی درول

تیغ به پیرامنِ چترش قطار ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ابرِ یکے قطرهٔ آتش هزار

بود بیک جائے صفِ تیغ و تیر ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ همچو نیستاں بلبِ آبگیر

بانگِ روا رو که برآمد بلند ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ غلغله در گنبدِ گردوں فگند

پتره زده تیغ زناں سر بسر ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ پترهٔ شاں گشت کلیدِ ظفر

زاں همه لشکر که زمیں می نوشت ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ کرّهٔ گل مرکبِ زیں پشت گشت

شد زمیں از لعلِ نقش و نگار ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ چوں شکمِ ماهی و اندامِ مار

گرد که بر شد ز زمیں هر زماں ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ کاشته گل شد طبقِ آسماں

رہ دہ اے دیدہ و خارِ مژہ رنگیں کن | کہ خراماں و خوش آں سروِ رواں باز آمد
جاں کہ بگریختہ بود از غمِ ہجراں بعدم | خبرِ آمدنش آمد و آں باز آمد
جانِ من چشم ازاں گہ کہ بروے تو فتاد | جز تو در ہرچہ تواں دید ازاں باز آمد
ظن نبود ایں کہ زخوبانِ دلِ من باز آید | تا ترا دید نگہ کن کہ چساں باز آمد
باز ناید دلِ من گرچہ بکویت صد بار | شادماں رفت و بفریاد و فغاں باز آمد
چوں بکوے تو روم خلق برآرد فریاد | کاینک آں عاشقِ بیچارۂ جاں باز آمد
ہر کسم گوید باز آئی از و تا بر ہی | گر دل ایں ست کہ دارم نتواں باز آمد
بندۂ خسرو ز تو دیدہ بپوشید و برفت | چوں میسر نشدش دیدہ کناں باز آمد

سخن از ختمِ کتاب و بحظ خواہشِ عذر
کہ بجویند خطا را بدرستی برہاں

من کہ دریں آئینۂ پر خیال | بکرِ سخن را بنمودم جمال
کس چہ شناسد کہ چہ خوں خوردہ ام | کیں گہر از حقہ برآوردہ ام
ساختہ ام ایں ہمہ لعل و گہر | از خوے پیشانیِ و خونِ جگر
تا نہم از فکرتِ پنہانیش | گہ بجگر گاہ بہ پیشانیش
ہر گہرے بیتے و کانے درو | ہر ورقے ملک جہانے درو
در تہِ حرفش ہمہ باریکی ست | آبِ خضر در دلِ تاریکی ست

ملک بپا کوفتنِ بوالعجب — پا بزمین شان نه رسید از طرب

پیکرِ شاں طره چو بالا فشاند — صورتِ قبه تحیّر بماند

گرچه که صورت نزند چشم لیک — چشم زد از دیدنِ رُوہاے نیک

شاه بنظاره آں کارگاه — نرم ترین راند فرس را براه

نرم ہمی راند و عناں می کشید — تا بشرفِ خانهٔ دولت رسید

از سمِ اسپش فلک آوازه یافت — خانهٔ دولت شرفِ تازه یافت

رفت چو در بارگه از بارگی — بنده شدندش بخت بیکبارگی

بسکه فشاندند ز ہر سو نثار — فرشِ زمیں شد ز درِ شاہوار

خاک نہاں گشت بدرِ ثمین — کس نتوانست که بوسد زمیں

بزم بیاراست شهِ بزم ساز — بست زمیں را بجواہر طراز

جشنِ فریدون طربگاهِ جم — تازه شد از مجلسِ شاهِ عجم

از دلِ خواہنده بتاراجِ گنج — خواسته می داد و ہمی برد رنج

از شب تا روز و سحر تا بشام — بزم نه گشتش تہی از رود و جام

باده مدامش بطرب دستگاه — رود زنش زہره و ساقیش ماه

مطربِ اعرا بنواے سرود — ایں غزل از آبِ رواں تر برود

غزل

عمر گذشته مرا باز که جاں باز آمد — وز پیِ عمرِ من آں جانِ جہاں باز آمد

گشت ضرورت کہ گزینش بعقد　　بستم و دادم بامینانِ نقد

تا چو درین بنگری اے ہوشمند　　بیش و کمش باز شناسی کہ چند

بیزش این حرف کن از فکرِ تیز　　خوان تو قران نامۂ سعدین نیز

در زحل باز کشائی شمار　　ہشصد و چار و چہل و سہ ہزار

خواہمش از خامہ زنانِ گزین　　آنکہ نہ گردد رقمے کم ازین

زانکہ خراشیدۂ مردم بود　　آہ کہ کش خلفے کم بود

اینت مبارک خلفے نامہ را　　دودہ ازین بہ نبود خامہ را

خامۂ من گرچہ تراش افگن ست　　زو چہ گہرہا کہ تراشِ من ست

زاغ[1] زبانی کہ بفرِ ہمائے　　کبکِ وان را بزند زاغ پائے

ہم ز نے خشک نباتم دہد　　ہم ز سواد آبِ حیاتم دہد

ہر سخنے کز رقمش یافت داغ　　طعمۂ طوطی ست بمنقارِ زاغ

زین ہمہ سودا کہ فرو ریختم　　چیست ز معنی کہ نیامیختم

چند گہم بود بدل کین خیال　　تازہ کنم ہر صفتے را جمال

بود در اندیشۂ من چند گاہ　　کز دلِ دانندۂ حکمت پناہ

چند صفت گویم و آبش دہم　　مجمعِ اوصافِ خطابش دہم

باز نمایم صفتِ ہرچہ ہست　　شرح دہم معرفتِ ہرچہ ہست

---

[1] زاغ زباں کنایہ از قلم سیاہی زدہ ۱۲

حرفِ نشیں معنیِ خورشید تاب — رہست چو اندر دلِ شب ماہتاب
شستہ ورا مہرِ منور مدام — مور چہ را ملکِ سلیماں بکام
گنجِ گہر در شبہ داشتہ — شب ز کواکب علم افراختہ
ہر حبشی پیکرے رومی جمال — رومِ سخن را ز حبش داد خال
ہر خطِ توحید بریں لوحِ راز — ہمچو بلالے ست بہ بانگِ نماز
ہر رقمِ نعت رموزش بجیب — چوں شبِ معراج پر انوارِ غیب
نقطۂ ہر حرف بزیبِ تریں — مردمکِ چشمِ معانی یقیں
ذوقِ خیالات ز مستی پُر — دارُوے جراح[1] دوم بخیہ بر
ہر غزلے وشتۂ[2] عشاق کُش — نیش کہ بکشند ز دروں پردہ نیش
اوجِ معانی نہ بمقدارِ طبع — بلکہ گزشتہ ز سمواتِ سبع
دید چو ایں مثنویِ بیش را — تیرِ قلم کرد سرِ خویش را
ہر یک ازیں بیت کہ جنت وش ست — شد خوشیِ دل کہ چو جنت خوش ست
چوں سرِ خامہ بہ برش خم کنند — حیف بود زو کہ یکے کم کنند
من چو نگردم عددش از نخست — کم شد و سرمایہ نماندش درست

---

[1] یعنی ذوقِ خیالاتِ من از مستی لبسیار مانند داروے بیہوشی جراح ست کہ بوقت دوختن زخم بمریض دہد و افسوں طرازان ست کہ بوقت بریدن جیب دہند ۱۲

[2] یعنی ہر غزلِ من وشتۂ عشاق کش ست، و دربرے آنکس کہ پردہ از دل بردارد یعنی ہوشیار و صاحب فہم باشد ۱۲ وشش

ز پیٔ آں شد قلم سحر سنج[1] | کز پئے ایں مار نشینم بہ گنج
منکه نهادم ز سخن گنجِ پاک | گنجِ زر اندر نظرم چیست خاک
گر دهم تاجورِ سربلند | دُر نتواں باز بدریا فگند
ور ندهد زانِ خودم رائگاں | رنجه نگردم چو تهی مایگاں
یک جو ازیں فن چو بداماں نهم | وه کنم آں را و بصد تن دهم
شیرم و ریخ از پئے یاراں برم | نے چو سگِ خانه که تنها خورم
هرچه که پنهاں کنی از محرماں | سنگ هماں باشد و گوهر هماں
مار که گنجش بود اندر مغاک | حاصلِ او چیست ازاں گنج خاک
زیں همه شهرت نه بداں کرده ام | کآب نے دریائے کرم خورده ام
هرچه دانند که چندیں گهر | کس نه فشاند بدو صد بدره زر
ور دهم گنجِ فریدون و جم | هدیهٔ یک حرف بود بلکه کم
کامم ازیں نامهٔ عنواں کشائے | نام بلندست که ماند بجائے
کانچه درین بست چو بیند کسے | یاد کند از منِ مسکیں بسے
هر صنعتے را که بر انگیختم | شعبدهٔ تازه درو ریختم
مور شدم بر شکرِ خویش و بس | ور نزدم دست بحلوائے کس
گرچه دُرِ چیده بسے دیده ام | مهره نچیں کز گهرے چیده ام

---

[1] یعنی ایں کار (شاعری) از برائے طمع نه کرده ام که مثل مار بر گنج نشینم ۱۲

بفگنم از جیب گهرها به پیش — تاج خودش سازم و دامانِ خویش

طرزِ سخن را روشِ نو دهم — سکهٔ این ملک بخسرو دهم

نو کنم اندازهٔ رسمِ کهن — پس روی پیش روانِ سخن

ور نگرم تا چه دُر افشانده ام — تا بچه ترتیب سخن رانده ام

آنکه به بینم به هنر بیشتر — کوشش آن راه کنم بیشتر

آنچه هنر هست بگیرم نکو — وانچه جز این ست نگیرم ازو

کحلِ بصر نو کشم از هر مداد — نورِ بصر نو کنم از هر سواد

اول ازانجا که برانگیزمش — برکشم آنگاه فرو ریزمش

سکهٔ خود زین منِ اندیشه رای — تا نه نشانم نه نشینم ز پای

آنچه ز سر جوشِ دلِ نقشبند — معنیِ نو بود و خیالِ بلند

موی بموییش به هنر بیختم — پخته و سنجیده درو ریختم

وصفِ شرزان گونه شد از دل برون — کان دگری را بدل آید که چون

زین پس اگر عمر بود چند گاه — کم هوس آید به سفید و سیاه

رنگِ نی یادت ندهم خامه را — ساده ترین نقش کنم نامه را

کانچه همی شد بدلم خار خار — یافت درین گلشنِ رنگین نگار

گرچه شد از بهرِ چنین نامهٔ — داد مرا گرمیِ هنگامهٔ

گرد نگوئی که نکوئی کنند — هر چه منی انچه تو گوئی کنند

کے شود این مایہ از آنِ کسے — گنج نہ گنجد بدہانِ کسے

در خورِ ہر لب نبود این زلال — کیست کہ اینجا برساند خیال

جلوہ گرِ من کہ رخ آراستہ است — جلوہ کناں پیش تو برخاستہ است

در نگر از مقنعہ تا دامنش — عاریتے نیست بہ پیراہنش

زیورِ نو کردہ نگارِ چنیں — نغز بود دیدنِ یارِ چنیں

لیک بہ نظارہ گہِ زلف و خال — ہدیۂ او شرط بود در جمال

پیشِ نکو نیک مگو بد ز پس — ہدیۂ این روے ہمین است و بس

ور چہ ترا گفتنِ بد فن بود — آں بدِ تو نیکوئیِ من بود

آنکہ بہ نقصانِ خیالِ من اند — جملہ گواہانِ کمالِ من اند

بر ہنر آید ہمہ را گفت و بس — بے ہنراں را نہ کند یاد کس

در سخن افتند ہمہ را ہیچ پیچ — چوں سخنے نیست چہ گویند ہیچ

چوں عملے لازمِ صورت بود — نیک و بدِ خلق ضرورت بود

آنکہ ورا در سخن آوازہ بیش — زخمِ زباں بر وے از اندازہ بیش

ہر گل و خارے کہ رسد زیں خزاں — نے خوش ازاں گردم و نے رنجہ زاں

ہر چہ ستایش کنندم مردِ ہوش — گرچہ بود راست نیارم بگوش

زانکہ چو زیں فن بغرور اوفتم — ترسم ازیں مرتبہ دور اوفتم

چرب زبانی نہ بود سودمند — طفل بود کش بفریبی بقند

نیست نرگس لولوے لالاے من ژرف بہ بین در تۂ دریاے من

نکتۂ من گوہرِ کانِ من ست زانکہ کسے نیست ز آنِ من ست

دزد نہ ام خانہ بُرِ دیگرے خانہ کشادہ ز درِ دیگرے

مایۂ ہر دزد کہ در عالم ست گرچہ فزون ست بقیمت کم ست

ہرچہ کہ از دل در مکنون کشم زہرۂ آن نیست کہ بیرون کشم

زانکہ نگہ می کنم از ہر کران ایمنیم نیست ز غارتگران

قلب زنے چند بہر گوشہ ہست کز زرِ من پارہ دہندم بدست

نقب زدہ گنجِ نہانِ مرا مرغ شدہ ریزۂ خوانِ مرا

دزدِ متاعِ من و با من بجوش شان بزبان آوری و من خموش

خانۂ فکرم ہمہ روزن کنند جستنِ احسنت ہم از من کنند

نقدِ مرا پیشِ من آرند راست من کنم احسنت کز آنِ شماست

شرم ندارند و بخوانند گرم با من و من ہیچ نگویم ز شرم

طرفہ کہ شان نزدِ من از شرم پاک صاحبِ کالا من و من شرمناک

باز کشایند خیالے کہ ہست در چہ کشایند ندانند بست

پر فنِ شان گرچہ روائی دہد سستی ہر بیت گواہی دہد

آنکہ درین گنجِ نہان جوہری ست باز شناسد کہ گہر زانِ کیست

دُر کہ فتد ز افسرِ شاہِ جہان سفلہ اگر یافت نماند نہان

من بدِ کس ناورم اندر زباں | وانچہ بود در ہست ندارم نہاں
چونکہ جہاں پر زخسیس ست و خس | روے نمی تابدم از ہیچکس
گرمیِ دل نیست چو حاصل مرا | سرد شد از آبِ سخن دل مرا
تا کے ازیں شیوہ بہ تنگی شوم | بے غرض آماجِ خدنگی شوم
نام گدائے کنم اسکندرے | خلعتِ عیسیٰ فگنم بر خرے
محتشمانند دریں روزگار | مس بزر اندودہ ناقص عیار
کوردل از دولتِ کوتہ نظر | دولتِ شاں از دلِ شاں کورتر
گوش گرانی ہمہ ناموس جوے | سفلہ وش دوں صفت ہرزہ گوے
لازمِ شاں گشت زنقصانِ ہوش | کوتہیِ چشم[1] و درازیِ گوش
حاتم و رستم شدہ در جلوۂ لاف | چوں زنِ حائض کہ بود در مصاف
بے کرمے نام فروشی کنند | بے گہرے مرتبہ کوشی کنند
خوردہ بدرویش نیارند پیش | پیش[2] رسانند بدانجا کہ بیش
شاخ[3] گلے تحفہ مرا ور اکنند | کز پئے باغیش تقاضا کنند
گر گلے باشند و شاں خوان نشیں | سر کہ دہند و طلبند انگبیں

---

[1] یعنی ہرچہ کسے گوید مے شنوند و از کوتاہ چشمی خود امتیازِ حق و باطل ندارند ۱۲

[2] یعنی سرف حق بحقدار نمی رسانند و بغیرِ مستحقاں مے دہند ۱۲

[3] یعنی شاخ گل پیش کسے تحفہ برند و بعوض آں باغ خواہند ۱۲

آنکه شناسندهٔ این گوهرست | گرهمه نفریں کندم درخورست
وآنکه به تقلید نشست اندریں | نشنوم ار خود کندم آفریں
مردم دانا که بود نیک خوے | نیک شنو گفتِ بد از وے مجوے
وآنکه به بدگفت گرفت ست خو | نیک نگوید که نیاید ازو
بد نتوان گفت نکو را چو نیست | یا بد و یا نیک بروں از دو نیست
هست اگر سکّهٔ نیکوئیش | نیک نگویند چو بد گوئیش
ور ز بدی خال بود بر خدش | خود نتواند که بپوشد بدش
گیر که پوشی همه عیبش به زور | چند تواں داشت نهاں چشم کور
باز کسے را که حسد ره زند | زخمه دریں ره نه یکے ده زند
گر بمثل صد هنر آرم ز غیب | هیچ نگاهے نکند جز به عیب
از هنرِ خود همه کس دم زند | آنکه کم ست او همه را کم زند
جوهرِ هر مرد که در عالم ست | کم زنِ او از زنِ[۱] حائض کم ست
کم نه زند مرد کسے را و لیک | بد همه جا بد بود و نیک نیک
صد سخنِ راست نه گیرد به هیچ | یک رقم ار کژ کند انگشت پیچ
گر به ازیں نیست گهر سفتنش | عیب بود عیبِ کساں گفتنش
ور کم ازیں پایه رسیدش ز غیب | طفلِ رهِ ماست ز طفلاں چه عیب

---

۱ زنِ حائض حیضِ خود را می پوشد ۱۲

پشت بخوریم بہ نیا بے زکس | چوں بخداوند کنیم روے و بس

تا بطمع بر درِ ہر کم زنے | ننگِ خسیساں نہ کشد چوں منے

خسروِ من بگزر ازیں گفتگوے | نیکیِ خویش و بدِ غیرے مگوے

چشمِ تو از عیبِ تو دیدن تہی ست | از دگرے پرس کہ عیبِ تو چیست

چشم بخود باز مکن چوں خساں | بیں سوے خود لیک بچشمِ کساں

چیست نظر سوے خود انداختن | صورتِ خود قبلۂ خود ساختن

زیں دو سہ اوراقِ مزخرف نورد | چند تواں نازشِ بیہودہ کرد

تا کے ازیں مایۂ بے پایگاں | بانگ برآری چو فرومایگاں

چوں جرست چند فغانِ تہی | خشک نے بانی و میانِ تہی

کام جلاجل[۱] کہ بداں تنگی ست | بانگِ نفیرش ز سبک سنگی ست

زورِ جوانی برہ آورد پاے | ور تو ز رفت این فنِ اندیشہ زاے

نامۂ ہستی بسوادے گذشت | عمر بہ بیہودنِ بادے گذشت

شد ہمہ عمرت بشمارِ چنیں | وہ کہ چنیں عمرے و کارے چنیں

ہر چہ دریں تختۂ تعلم نقش بست | زاں ہمہ جز باد نیامد بدست

سوخت قلم زیں رقمِ دودہ فام[۲] | پختہ نشدی[۳] دیگِ سودائے خام

---

۱ مراد از جلاجل زنگولہ ہاست کہ در گردن چہارپایاں اندازند و دہنِ شاں تنگ باشد۔

۲ دودہ فام سیہ فام۔ ۳ پختہ نشدی اے پر شدی۔

بیش ستانند و دہند اندکے ‌‌‌‌‌‌‌ تا نہی ذرہ۔ نہ ہندت یکے
گر بر سانند مثل بر گدائے ‌‌‌‌‌‌‌ یک ذرّے مے دہ طلبند از خدائے

صفتِ خاتمہ و قطعِ تعلق کردن
از پئے اخترہ صحبتِ اربابِ جہاں

بروز سرمایۂ خود مُد خلے ‌‌‌‌‌‌‌ بدرۂ دینار بصاحبدلے
گفت کہ بپذیر و عطائے بکن ‌‌‌‌‌‌‌ تا شوَدم بیش دعائے بکن
پیر بگفتش کہ چو نیت ہواست[ل] ‌‌‌‌‌‌‌ آنچہ کہ کم میکنی از خود خطاست
گفت بدو منعم سودا آزمائے ‌‌‌‌‌‌‌ کانچہ دہم سود بجویم بجائے
مردِ بپذیرندۂ نجواب و خورد ‌‌‌‌‌‌‌ ق ‌‌‌‌‌‌‌ بدرہ بدو داد کہ اے نیک مرد
باز بپذیر ایں زر چو من مفلسے ‌‌‌‌‌‌‌ زانکہ تو مفلس تری از من بسے
چوں ہمہ میلِ تو بہ بیشی درست ‌‌‌‌‌‌‌ ایں کرم تو ہم بتو اولیٰ ترست
آنکہ ندارد صفتِ مردمی ‌‌‌‌‌‌‌ نیست برآدمیاں آدمی
خاصہ کسانیکہ بہمت کم اند ‌‌‌‌‌‌‌ ظن نبرم کز نسبِ آدم اند
ایں سخن چند کہ بیخواست ست ‌‌‌‌‌‌‌ شاعری نیست ہمہ راست ست
گرچہ چنیں راست نباید نہفت ‌‌‌‌‌‌‌ راست بسے ہست کہ نتوانش گفت
لیک بخواہش چو مرا نیست راہ ‌‌‌‌‌‌‌ ق ‌‌‌‌‌‌‌ جز بخدا یا بدرِ بادشاہ
ہرچہ بگفتم ز کسم باک نیست ‌‌‌‌‌‌‌ زہر نخوردم غمِ تریاک نیست
نیت آں دارم ازیں پس رانم ‌‌‌‌‌‌‌ کز درِ شہ نیز شوم بے نیاز

[ل] ہوا بمعنی خواہش۔ مراد ہماں بدرۂ دینار ۱۲

چوں نگری حاصلِ چندیں گزند — بیہدہ باشد و ناسودمند

ایں قدر اندیشۂ خاطر زدائے — ق — گر شودت صرف بیادِ خدائے

گرچہ نہ در عالمِ رازت برد — بارے ازیں بیہدہ بازت خرد

جان و دلِ غائب تو از حضور — دور نباشد کہ نباشند دور

کیست کہ آنجا شد و کالائے نیافت — کیست کہ آں در زد و بارے نیافت

صدق دریں مرحلہ یارِ قوی ست — مگذر ازیں کار کہ کارِ قوی ست

ہست چو در سکۂ پیرانت روے — ترکِ ہوسہاے جواناں بگوے

شعر چو بادست نہ بادِ بہار — بادِ خزانے کہ برآرد غبار

کم کن ازاں باد کہ گرد آورد — و آخر کارت دمِ سرد آورد

پیشۂ خموشی کن و دمساز شو — بلبلِ باغ آمدۂ باز[۱] شو

ور ہوسِ مثنویت در دل ست — حل کنم ایں بر تو کہ بس مشکل ست

در روشے کز تو نیاید مرو — گفتِ بدم مشنو و نیکو شنو

نظمِ نظامی بہ لطافت چو دُر — وز دُرِ او سر بسر آفاق پُر

پس چو تو کم مایۂ بسیار لاف — دُر شمری مہرۂ خویش از گزاف

چیست دراں کم کہ بجوئیش باز — تا چہ نگفت ست کہ گوئیش باز

پختہ ازو شد چو معانی تمام — خام بود پختنِ سودائے خام

---

۱ باز بمعنی شہباز کہ خاموش می باشد ۱۲

سر بری باز نبردی دریغ / راہ بجائے نہ سپردی دریغ
زانچہ بگفتی بخطا و صواب / چونت بپرسند چہ گوئی جواب
از پئے نامے کہ مبادش امید / نامہ سیہ کردی و دیدہ سپید
گرچہ شد آوازہ بچرخ کبود / چون تو شدی نام بلندت چہ سود
صور قیامت کہ برآید بلند / نام بلندت نہ بود سودمند
این رقم امروز کہ سودائے تست / سلسلۂ گردن فردائے تست
چند پوئی در پئے این ترہات / چند بغفلت گزرانی حیات
گیر کہ نظمت سخن از در کند / پس بدروغے چہ تفاخر کند
یک ہنر اندر دلت آرد فروغ / راست بگویم کہ نگوئی دروغ
حاصل تزویر کم و کاستیست / رستن مرد از سبب راستیست
راستی آور کہ دروغت بس است / ہر کہ چنین ست چگوئی کسے ست
تا بود اندر فن شعرت ہوس / جز بدروغت نبرد نام کس
پائے ازین دائرہ یک سوے نہ / پشت بدو کن بخدا روے نہ
ہیچ خبر داری از اندیشہ / کآوردت باز بہر پیشہ
ہیچ نگوئی بکس از ہمہاں / ہیچ نگنجد بدلت جز ہماں
از ہمہ جا دل بگران داشتہ / ہمت دل جملہ بر آن داشتہ
بس کہ دلت گرد از اندیشہ خوں / تا سخنے راز دل آری بروں

در هوست می نه گزارد عنان — ق — می گسلدت دل به خیالِ جهان
کوشش آن کن که درین راهِ تنگ — زان گلِ تر بوی دهندت نه رنگ
از پی بخشش بخدا آرزوی — لیک عنایت ز بزرگان بجوی
رنج منه بر دلِ گویای خویش — لیک مدد جوئی ز گویای خویش
سوزِ سخن را نه بخامی طلب — پختگیش هم ز نظامی طلب
سوزِ تکلف خس و خاکستر است — چاشنیِ سوختگان دیگر است
لیک اگر پندِ من آری بگوش — مصلحت آنست که باشی خموش
چل شد و در پنجهت آمد نشست — پیش مبین پیش که افتی بشست
نوبتِ توبه ست گرانی مکن — روی به پیری ست جوانی مکن
در غزلت یادِ جوانی دهد — ق — وز خوشیِ طبع نشانی دهد
تن زن ازان هم که کسان گفته‌اند — هر چه تو گوئی به ازان گفته‌اند
نوبتِ سعدی که مبادا کهن — شرم نداری که بگوئی سخن
ترکِ هوس گیر و رهی پیش گیر — ره بسوی مصلحتِ خویش گیر
آن کن و آن ساز که زین کوچگاه — چون بروی توشه بجوئی براه
تا که بغزلت[1] نه نشانند خیز — پیشتر از مرگ بعزلت گریز
چند کنی خواب درین رهگذر — خوابگهت هست بجای دگر

[1] غزلت اول قبر و عزلت دوم گوشه‌نشینی و ترک دنیا ۱۲

زین[1] دو خیالی که ترا گژ مژ[1] ست ‌ ‌ ‌ جستنِ آں مایۂ خیالِ گژست
بگزر ازیں خانہ کہ جاے تو نیست ‌ ‌ ‌ دیں رہِ باریک بپاے تو نیست
کالبدے داری و جاں اندروست ‌ ‌ ‌ ہر چہ تو دانی بہ ازاں اندروست
تا بود ایں سکہ[2] بعالم درست ‌ ‌ ‌ بر تنِ تو کے بود ایں تنخہ چست
ہر کہ دریں جنبشِ طبع آزماے ‌ ‌ ‌ سر بنہی اوّل و انگاہ پاے
گفتۂ او را شنو و گوش باش ‌ ‌ ‌ گفتِ مرا بشنو و خاموش باش
سحر ورانے کہ درود دیدہ اند ‌ ‌ ‌ خامشیِ خویش پسندیدہ اند
مثنوی او رہست ثناے بگوے ‌ ‌ ‌ بشنوش از دور و دعاے بگوے
ایں ہمہ ز انصاف نگر زور نیست ‌ ‌ ‌ گر تو نہ بینی دگرے کور نیست
گر نہ بدی ایں نمطِ جاں نواز ‌ ‌ ‌ بو کہ دلم را بتو بودی نیاز
نیک چو سرہا ہمہ زاں بو خوش ست ‌ ‌ ‌ عودِ[3] تو آں جا علفِ آتش ست
تا بود آوازۂ قمری بباغ ‌ ‌ ‌ کس ندہد گوش بآوازِ زاغ
آنکہ چشیدہ ست مے خوشگوار ‌ ‌ ‌ دُرد کشد دردِ سر آرد خمار

---

[1] گژ مژ اے کج مج یعنی بیہودہ ۱۲

[2] ایں سکہ اے مثنوی نظامی ۱۲

[3] حضرت امیر خسرو دریں اشعار فروتنی مے کنند کہ در مقابلہ مثنوی نظامی مثنوی تو چہ چیز ست ۱۲

هرچه رسد بیش خور و کم مخور ‌‌ ور نرسد هم برسد غم مخور

وانچه به قسمت بود ازل زان تست ‌‌ رنجه مکن دل که بدامانِ تست

وانچه قضا نیست بداں یافتن ‌‌ گرچه بجوئی نتواں یافتن

ورچه بگردی همه بالا و پست ‌‌ روزی ازاں بیش نیابی که هست

هرچه بجوئی و نیابی مرنج ‌‌ زانکه بخواهش نتواں یافت گنج

چند چو مورانِ سراسیمه گرد ‌‌ کم خوری و بیش نهی بهرِ خورد

عاقبت آں مور بهر خانهٔ ‌‌ جاں دهد اندر طلب دانهٔ

گرچه که زر جانست مجوش بسے ‌‌ ور همه عمرست مخواه از کسے

جوهر هر چیز که زیبنده تر ‌‌ نیست ز زر هیچ فریبنده تر

جاں که همه در پےِ ایں خاک رفت ‌‌ پاکیِ آں کس که ازیں پاک رفت

طفل شو و فتنه بریں خاک زرد ‌‌ مردیِ آں کس که غرورش نخورد

ایں گلِ رنگین که فریب دلست ‌‌ هر که فریبش نخورد عاقلست

عقل کسے راست که گردش گذشت ‌‌ آخر ازاں گونه که آمد گذشت

تا عدسے میرسدت زیں خراس ‌‌ دل مفگن از پےِ گندم در آس

قرص جو آں کس که بدنداں کند ‌‌ مردهٔ آں کز پےِ زر جاں کند

آنکه شکیبش بقناعت درست ‌‌ قرصِ جو از قرصِ زرش بهترست

کاں بغذا لذتِ کامش دهد ‌‌ ویں بطمع خستِ نامش دهد

یک نفسے زیرِ زمیں دار ہوش — بنگر و پوشیدہ بر خود مپوش
مرحمتے نیست جہاں را چناں — کامدہ را تافت ز رفتن عناں
ناگہ ازیں خانہ سفر کردنی ست — شربتے از جامِ اجل خوردنی ست
گرچہ کسے زندہ نماند بسے — زندۂ جاوید بماند کسے
خاک بسے خورد تنِ پاک را — سیر نگردست کسے خاک را
جاں ز شتاب و دل اسیرِ ہوس — غفلت ازیں بیش نگردست کس
عمر چنیں آدمیِ بے خبر — باد بسر کردہ کہ خاکش بسر
ایں ہمہ بیداریِ ما خفتن ست — کامدنِ ما ز پے رفتن ست
رفتنیانیم ازیں راہِ دور — در چہ ظلمت نہ بصحراے نور
گنبدِ گردندہ وفا کے کند — واے بر وکیں طمع از وے کند
زیں گزرِ راہ روان برگزر — چوں گزرندہ است روان[1] برگزر
ایں طبقِ گل کہ وفا زو کم ست — کاسۂ خوانش ز سرِ مردم ست
بے نمک ست ایں فلکِ کاسہ دوش — از نمکِ او چہ کنی کام خوش
ناں دہدت لیک بخونِ جگر — تو ہم ازو تر کن و آنگہ بخور
گر بودت خوش خور و بدخو مباش — ور نبود رنجہ مشو گو مباش
تنگ مباش از پے عیشِ فراخ — کاں ثمری از بلغ کہ فیروز شاخ

---

[1] اے غرور و سر پیدا نمودہ۔ خاک بسرش باد ۱۲

گوشه‌نشیں تا بخیالت بوند — هر همه محتاجِ جمالت بوند
راهِ طلب در روشِ بیگماں — تا رهی از کِن مکنِ مردماں
بوم بویرانه ازاں شد زباغ — تا نه کشد رنجِ لگدکوبِ زاغ
دُر که نهاں در صدفِ آبی ست — بیش بها از پےِ کم یابی ست
گل که بقدرش همه عالم بهاست — در همه جا روید ازاں کم بهاست
چند چو بیچاره تو بر هر کسے — زود کنی روے ز بهر خسے
بازِ سفیدی ـ بهوا کن نگا — زاغ نه جیفه بکرگس گذار
چوں بریدی طمع از ناکساں — صرف مکن گوهرِ خود با خساں
مردمی نیست چو در چشم کس — چشم نگهدار ز آسیبِ خس
گل بچراگاهِ ستوراں مبر — آئینه در مجلسِ کوراں مبر
یک ازاں جا که طمع خوے تست — ملکِ قناعت نه بباز وے تست
از تنِ کاه نتواں شست داغ — پرِ حواصل نشود پرِ زاغ
بیهده با تو جدلے می کنم — ور نه کشائی تو دلے می زنم
هر چه دمیدم تو دودے نداشت — پند بے دادم و سودے نداشت
چوں تو ببینی غلطے از کارِ خویش — من بروم بر سرِ گفتارِ خویش
این سخن چند که از بهرِ سمع — ق — طبعِ پراگندهٔ من کرد جمع
فکر بے داد جگر کاهیم — عمر بے رفت به گمراهیم

مردِ ره از خود خورشش و جو است — گر زرش از زره نبرد ره بروست

مور که بر سقف دود بیتیاس — پاش بلغزد چو در افتد لباس

مال چه جوئی ز خسے نیستش — بهره فزون از شکمے نیستش

ترکِ طمع گیر ز خود شرم دار — تا نه شوی چون خجلان شرمسار

دست مکن کنجه که روزی بهاست — روزی از و خواه که روزی ده است

گرسنه زانی که درین تنگنا — نان ز ملک مطلبی نه از خدا

گر بودت صدق که روزی ده اوست — منتِ دشمن نه کشی پیشِ دوست

غره به نزدیکیِ سلطان مشو — بلبلِ باغی مگس خوان مشو

هست مے از خرمنِ هستی خسے — تا تو چه باشی که کمی زو بسے

گرچه پرد بلبلِ بستان بلند — بازیِ طفلان شود از بهرِ قند

چند کشی پیشِ ملک دست پیش — تات زکوتے دهد از ملکِ خویش

گر به کنی هرچه بضاعت کنی — ملکتے داری چو قناعت کنی

تشنه بمیر آب ز دونان مخواه — خون خور و از خواجه‌شان نان مخواه

دل بقناعت نه و خورسند باش — مملکت این است خداوند باش

خور کن و آشام بخونابِ خویش — از پئے نانے چه بری آبِ خویش

دل ز دغا جوئی دونان بکش — خور ز علف گاهِ خر و نان بکش

اهل مجو گرد جهان زانکه نیست — ترکِ جهان گیر و جهان دان که نیست

چون ز تو شد این همه ناچیز چیز — هم تو کنی در دلِ خلقی عزیز

عیب شناسان به کمینِ من اند — بی هنران جمله به کینِ من اند

تو بکرم عیبِ من عیب کوش — در نظرِ عیب شناسان بپوش

سرمهٔ انصاف بهر چشم سای — بکرِ من آنگاه بر ایشان نمای

داغِ قبولی بکش اندر سرش — تا نکند بادِ خزان ابترش

بو که بر آرد به چنین نامه نام — بر درِ شه خدمتِ من والسلام

در نظرِ شاه مبادا الحسن — این غزلم ختم بدین شد سخن

غزل

نامه تمام گشت بجانان که می برد — پیغامِ کالبد بسوی جان که می برد

این خط پر ز مهر بدلبر کسی دهد — وین دردِ سر بمهر بدرمان کسی برد

این نامه نیست پیرهنِ خد بنِ ما است — پر خون ز دستِ هجر بجانان کسی برد

مائیم و شرطِ بندگیش با هزار شوق — این بندگی بحضرتِ ایشان کسی برد

زین تن مید چون دلِ جانِ من اند فراق — کشته شدیم قصه بسلطان کسی برد

گفتم بیا مجلست که دیوانه گشته — اندوهِ مور پیشِ سلیمان کسی برد

جانانم ابرِ هجرِ توهر مو نمی کشت — غم می برد دلی غمِ هجران کسی برد

بو کہ بہر گرمیِ ہنگامۂ　　یاد کنندم ز چنیں نامۂ
سرکہ بسے ہست شکر نیستش　　جز صفتِ چیز دگر نیستش
چوں سخن از لطف نشانے نداشت　　کالبدش صورتِ جانے نداشت
وصف بران گونہ فرو راندہ ام　　کز غرضِ قصہ فرو ماندہ ام
خالِ تکلف زدمش بر جمال　　نغز نماید مگر اندر خیال
دیو بود یافتہ رہ در بہشت　　بستنِ پیرایہ بخاتونِ زشت
عیب چناں نیست کہ بنہفتہ ام　　کانچہ بگویند ہمہ گفتہ ام
چوں منم اندر قلبِ کانِ خویش　　ق　　معترفِ عجز بہ نقصانِ خویش
ہست امیدم کہ سخن پروراں　　چوں نگرند از رہِ بینش دراں
عیب یکے نیست کہ جویند باز　　چوں ہمہ عیب ست چہ گویند باز
خردہ نگیرند بزرگی کنند　　دنبہ چناں نیست کہ گرگی کنند
بارِ خدایا منِ غافل بہ راز　　ق　　ایں ورقِ سادہ کہ بستم طراز
گرچہ کہ امروز جمالِ من ست　　عاقبت الامر وبالِ من ست
ہر چہ درو شد رقم از خوب و زشت　　ایں ہمہ تقدیرِ تو بر من نوشت
عفو کن آں را کہ رضائے تو نیست　　توبہ دہ از ہر چہ برائے تو نیست
چوں کرمت ہست ز جرمم چہ باک　　تیرہ نہ شد بحر بیک مشتِ خاک
گیر کہ سفتم دُرِ ناسفتنی　　یا سخنے بود کہ ناگفتنی

گفتی نگاہدار بفرمانِ خویش دل ‏ ‏ ‏ دارم ولے بگوے کہ فرمانِ کس می‌بَرد

دردا کہ دل ز حسرتِ تو بیچارہ می‌رود ‏ ‏ ‏ و آگاہ نے ز بردنِ دل آں کہ می‌برد

شد سخن ختم قبولے کہ خدایش دادہ است

تا ابد باقی باد او مبادش پایاں

تمت





N.

[illegible]

5